

سب رنگ  
ڈائجسٹ کا مقبول  
ترین سلسلہ

# بازگیر

تیسرا حصہ

**PDFBOOKSFREE.PK**

راوی  
بابر زمان خان

تحریر  
شکیل عادل زادہ

ماہیت کے سمجھنے میں ہرگز سے ناپاک نوجوان کی داستان  
 سب رنگ و انجسٹ کا مقبول مام سانس

**KHAN BOOKS**  
 STATIONARY AND LIBRARY  
 F/8904 NISH-TAR ROAD BHABRA BAZAR  
 RAWALPINDI PH: 5556532  
 PROPRIETOR KHAN

# بازیگر

حصہ سوم



جے  
 سب رنگ و انجسٹ کا مقبول مام سانس  
 3



ادبی، سیاسی، سماجی مسائل  
کا تشکیلی مطالعہ

طرح کے سوال کرتی تھی میرے کہتے بھائی ہیں میرے گھر کس پر؟  
اُسے ریت تھی کوس میں مل گیا ہر دم کیسے کر سکتا ہوں۔ ہر دم ہو کر کسی  
دھوکے میں پھونکا گیا ہوں اُدھی صوف سے میں نے سارا اُٹا پائے  
سر لے لیا ہے کہنی بار اُس نے توہ لینے کی کوشش کی آخر میں کیا  
بات تھی جس میں اس انسانی اعدا پر عجیب بر گیا جب وہ یہ کچھ لی  
کون سوالات کے جوابات میرے پاس نہیں ہیں اور مجھے اُسے  
عجیب سمجھتی ہے تو وہ قضا ہو گئی۔ یوں بھی وہ بولتی کہ سوچتی زلیخا کی  
بروقت بچاؤ میں بھی کیے جیسے وہ مسکراتی رہتی، شرفاتی رستی سائے  
پر سے پہننے کا خوب سلیقہ تھا، بال بست لے تھے۔ اُس کے زب  
ہنڈ کے سونڈی سونڈی خوشبو عروس ہوتی تھی کبھی مجھے دانا  
جیسے میں کورا کے سلسلے میں تھا ہوں۔ میرا ریت خیال رکھتی تھی کہ  
میں کوئی نئی چیز پہن کر ہوتی تو میرے سامنے لاکھ دیکھ دیتی میرا ریت  
کے ہاں کہا نکالتے تھے اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا لگتا تھا جیسے سونا  
مجھ پر ترس کھا کے میری تواضع کر رہی ہے میرے اٹکار پر وہ لڑکھاتی  
ہو جاتی ماس نے مجھے ناخن تراش کٹھن لے ڈال اور چھوٹی صوفی ریت  
سی چیز دی تھیں۔

میں ایم لے کی تیاری کر رہا تھا ایک دن مونیہ نے لے  
جنا کہ جیلر صاحب کا تبادلہ ہو گیا ہے اب وہ لوگ جلد ہی ہاں

نذر سونپائے تھے بچان لیا تھا مگر اُس نے مزہ نہیں چھپا  
لیا؟ بچے ہیں دھل ہوتے وقت بچے دیکھ کے وہ ہنسنے لگے۔  
مٹی تھی۔ ہم گڑوں نے کئی اکھا بیا بیا بیاں کے لیے بستر لگا دیں  
تمام عرصہ وہ عروج کا ہے ایک کونے میں سکوی مٹی بٹھائی رہی تھی  
دیکھتے ہی اُسے سدا کر ناچا جیسے تھا شاید یہی ہی کرتا، اگر پہلی  
نظر میں اُسے بچان لیتا۔ بیل میں اُسے میں ملا تا نہ بڑھانے بہانا تھا  
جیلر صاحب لے اس قدر پسند کرنے لگے تھے کہ انھوں نے مجھ  
سے مونیہ کو بچھائی میں مڈ دینے کی خواہش ظاہر کر دی۔ اس میں میرا  
بھی بھلا تھا۔ ہر روز وہ ایک گھنٹے اُسے بچھانے کے میں ہاں سلاٹوں  
کے پیچھے آتا تھا اُس وقت وہ ایف لے کے پہلے سال میں تھی اور  
میں بی اے کے پہلے امتحان کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ ایف لے میں  
بست اچھے نمبروں سے پاس ہوتی میں نے بھی بی اے میں فہرست  
ڈیڑھ سال کی۔ وہ بہت سنجیدہ تھیں اور میں تھی ہم دونوں ایک ہی  
موضوعات کے سوا دوسری باتیں کم ہی ہوتی تھیں۔ میں جب دو چہ  
کر رہا ہوں جب اُن کو میرے میں بھی میرا انتظار کر رہی ہوتی۔ دوسرے  
اُسے لگتا تو وہ لے تک مجھے چھوڑنے آتی، اُس کا سونا رنگ کچھ  
اور دیکھ گیا تھا اور میرے پر پہلے سے زلیخا بھی لگتی تھی۔ مجھے  
عجب یاد تھا شروع شروع میں وہ مجھ سے میرے ہاں میں طبع























کے بنیاد قلعہ کے ساتھ لگا کر ایک بڑا مکان بنایا۔ یہ مکان ایک بڑی قلعہ کی  
وقت پر وہیں کے پاس آیا۔ ان کی بات دہلیان سے نہ تو اس نے  
بل کا بازو دھکی کر تیز سے لپکا۔ یہی لپکا کر باہر کے دھکیو اور  
صاحب دودھ چلا گیا۔ یہ بچہ کبھی اپنے کو ٹھیک رکھتا ہے۔ اسی  
پولیس نے کہا کہ یہی ایک اور پولیس آئے گا۔ وہ اس کی آنکھوں کی  
آنکھیں ڈال کے کر رہا تھا۔ مہاراجہ نے ان کو دیا ہی برلنا۔  
ان لوگ سے کہتے چھاپا۔ ایک جی بات تھیں ان لوگ ایدہ  
سے حمل رہے۔ اپنے اپنے رہنے سے اور اکتا ہو جانے لگا۔  
اور ایک دن کو نہیں کرنا۔ سب ٹھیک ہو جانے لگا۔ سب ٹھیک  
ہو جانے لگا اور وہی رہا۔ وہ دیر سے گاڑی اٹھانے لگا۔ بولا۔  
"بڑا صاحب ایڈیلیٹ ہے اس کو یہ خیال مت کرنا۔ وہ کہتا ہوا  
سامان آٹھا کے بچے آکر لگا۔ چلتے چلتے بھی وہ ہاتھ کے آٹھ سے  
بے لور میں کوٹھیں کرنا۔ ان کے جانے ہی آٹھانے کے ٹکڑیاں  
نور کو یہ لاد مل کے پاس آ کے بیٹھ گئے۔ انھوں نے اس کے ہاتھ  
چوک سے تے لگائے۔ ملے ان کے تھانے سے گئے۔ بکھٹے لگا۔  
بکھڑی دیر میں گاڑی رینگنے لگی اور چلتے چلتے ایک میٹ  
لام کے ساتھ ایک آئے۔ اس کے آٹھانے کے ٹکڑیاں نے آٹھ کے زخم  
کھینچی دی۔ ایک ایک ہتھ گھسنے کا شور مٹا ہوا گاڑی چلتے پھرتی  
ہوئی رک گئی۔ یہی بے گاڑی تھی۔ آٹھانے کے دروازے کھول  
کے چلا تاخیر کو رہا۔ ڈاکٹر ڈاکٹر کو ڈاکٹر کو ملا۔ پولیس بیچ  
بچے۔ بچے کو نہیں سوچ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ انھیں  
چیتے دیکھ کر اس میں دروازے کی طرف دیکھا۔ اس نے بڑا زور  
خود بچے آٹھ کے لیے۔ بڑھانے ہی تھے کہ آٹھانے نے  
بچے روک لیا اور کھنی مارنے کی جانب دھکا دیا۔  
سورج ڈوبنے کے قریب تھا۔ بہت سے مسافر بچے آٹھانے  
تھے۔ ایک طرف سے گاڑی آ رہی تھی کہ ساتھ کی سپاہی چارے  
ڈھکے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ چلتے آ رہے تھے۔  
تھوڑی دیر میں ہر طرف سے قلعے میں پولیس آکر کھینچنے  
بنے تھے۔ چارے اور گاڑی سپاہی کھینچے تھے۔ قلعے کے گیٹ پر  
لوگوں کا جھوم اٹھا۔ ہو گیا قلعہ قریب ہی مسٹر جیمز سونیا بھی قلعہ  
بازر کے اس طرف پہنچا ہوا چارے جیمز گندم کی دھت کا ایک کھٹ  
پولیس آکر آٹھانے سے سلامت کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہے؟  
اس نے مسٹر جیمز کی طرف اٹھا کر تے ہوئے دھت سے بڑھ گیا۔  
"اپنے ہی ساتھ سمجھتے۔ آٹھانے نے مٹتے ہوئے جواب دیا۔  
"کیا ہوا ہے؟"

سے چھاپا دیا گیا۔  
آٹھانے نے ڈاکٹر سے کہہ کر چھٹے کی کرکشن کی گروہ  
سے چھٹے کے فکوسٹ پہنچا اور آٹھانے کا کنج صاحب قلعہ  
ہوا۔ آٹھانے کیل کرکٹ ہوا۔ آٹھانے کے فکوسٹ کے چھٹے چلا رہا  
مکڑا گئے آئے سپاہیوں نے تمام لپکا۔ بل میں سے چھپا کے سسکیاں  
بھرتے لگا۔  
ڈاکٹر کو دروازے تک پہنچا کے پولیس امرتالیں آٹھانے  
نے سپاہیوں کو اسٹروٹروٹا کے کام دیا۔ ہم بھی ساتھ چلے گئے  
بڑھ گئے تھے۔ مگر پولیس امرتالیں ہماری آواز سے ہیں روک  
دیتے۔ آپ ابھی نہیں تھیرے۔  
پولیس آپ کہاں بیٹھ رہے ہیں؟ آٹھانے کہتے ہوئے  
چلے گئے۔  
"ڈاکٹر کام ابھی باقی رہ گیا ہے۔ پولیس امرتالیں ٹھنوت  
سے کھا۔  
"لیکن ایک... آٹھانے اس کی نظر پر دیکھ کے چپ ہو گئے۔  
"قل سے چھٹے۔ وہ قلعے سے بولا۔ جو کچھ آپ سے پوچھا جاتا  
اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دیجیے۔ آپ بڑا آدمی معلوم ہوتے  
ہیں۔ محلو مجھے کی کرکشن کیجیے۔ جس آپ سب کے ساتھ  
کی ضرورت پڑے گی۔  
"وہی انداز ہے۔ آٹھانے سر ہلا کر بولے۔ مجھے خوب یاد ہے۔  
"اچھی بات ہے۔ اس نے ہاتھ لے کر اس کی ماکہ ڈاکٹر کو  
چنے پرا دھ گھنٹے پہلے ہی مست ہو چکی تھی۔  
"ہر گز نہ بولنا۔ اس نے ہی دھت سے بے ہوش ہے۔  
"کیا بھاری حق اس کو؟  
"کوئی بھی نہیں کہہ رہا۔ چلتے چلتے اچھی بھلی تھی۔  
"چھاپا کہ دم کیا ہوا؟ وہ بڑھتی آواز میں بولا۔  
"کیا کام سنا ہے؟  
"یہ کوئی معقول جواب نہیں ہے۔  
"اس کے سوا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔  
"بھتہ۔ وہ غصہ کے اپنے برابر چلتے ہوئے سپاہی کو سرگرمی  
میں کوئی طاہت دینے لگا۔ سپاہی کا گندہ کی تیزی سے کہہ لگا ہوا تھا۔  
"وہ بھتہ سے میں تو پولیس امرتالیں ہو رہا تھا۔ اس کے قلعے سے  
آٹھانے کو مسٹر جیمز کی کیفیت ظاہری ہوئے گی۔ اپنے پاس سے تمام  
کرکٹ نہیں ہے۔ وہ دھت بنا کر بولا۔ ہم نے اب تک بہت لڑا  
کیا ہے۔ لیکن ہم سب سے آؤں گے۔ ساتھ ساتھ بڑے بڑے ہتھوں کے ساتھ

بہت تیزی سے۔ اسی دھت کی بات ہے۔ آٹھانے بول رہے۔  
"آپ کی باتیں کر رہے ہیں؟ آٹھانے کیلکٹ ہوتے رہے۔  
"ہم کہہ جاتے بات کر رہے ہیں۔ ہم نے اکتا دھا  
ہو لگا۔ تو سب اکتا ہو جائے گا۔ اپنی بڑگی کا غرور اور دھت  
ٹھیک سب لڑ دو۔  
"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟  
"جیمز پوچھنا چاہتے ہیں۔ وہ تم خود تلو و تازا ہے۔ وہ نہ  
ہم نہیں گے کرکٹ کی مت کرنا۔  
"آپ کو کرکٹ کی فطرتی جڑ ہی ہے۔  
"ایسے کیوں ہیں ہم کہ فطرتی جڑ ہو گیا ہے۔ ہم کو  
فطرتی جڑ کی ہے تو تم کہتے ہو کہ وہ نہ کرکٹ  
"مجھے وہ طریق بتائیے۔  
"پولیس امرتالیں بڑھتی ہیں۔ تم لوگ اس کا چھ  
تھے؟" وہ ٹکڑا لے رہے ہیں بولا۔  
"حیدر آباد۔  
"حیدر آباد کیوں؟  
"کام سے؟  
"کس کام سے؟  
"ذاتی کام سے؟  
"آگاہ سے ہے ہو؟  
"فی الحال دلی سے تین گن میں ہم نہیں آ رہے ہیں۔  
"یہ دونوں کہاں ہیں؟  
"ایک میڈیٹا ہے۔ وہ دوسرے... آٹھانے کہتے کہ لگ گئے۔  
"دوسرے کہاں ہے؟  
"تیزی سے بولا۔  
"اسے بھی بتا دیجیے۔  
"مجھے کیا صاف صاف بتاؤ۔  
"یہ میڈیٹا سفر ہے۔  
"ہم سفر ہے۔ وہ چوک کے بولا۔ مختار اہل کاس سفر  
کا ساتھ ہے؟  
"یہی کہہ رہا ہوں۔ آٹھانے دھت کی آواز میں بولا۔  
"لوگوں مختار کیوں ہے؟  
"وہ کھڑی رہتی ہے۔  
"لوگوں بھی میری سفر تھی۔  
"میں پوچھنا نہیں لوگوں سے مختار رشتہ کیا ہے۔ وہ کوئی  
آواز میں بولا۔  
"آدمیت کا کڑھتہ تھی۔



صوت اذیت کا؟

دیکھئے جناب! ایسے سوالات کرنے سے پہلے جس پر آپ لڑکی کے بارے میں ذلت کی رائے کا اظہار کریں گے، ابمان سے عاجزی سے کہنا: آپ جو کہہ رہے ہیں وہ غلط ہے، ہم سے بددی کرنے کے بجائے آپ ہی کو...

بڑے میاں! اچھا بھلا ہو کہاں بیٹھے ہو؟

جاننے ہیں ابھی حق جانتے ہیں؟

جانتے تو ہیں باتیں نہ کرتے، روایت کو کیا ہم کاغذ، نہیں ہے پر اس سے پہلے تمہاری رائے تھیں کر لیں تو کیا مرثیہ

کوئی طرح نہیں ضرور کہیے۔

روایت آنے کا تم کو کیا ہیں ہو گئے؟

جیسا آپ مناسب کہیں، ابمان کی اور کہنا چاہتے تھے

مگر کہہ نہ سکے۔

وفا پر پور نہیں پڑنے لگا ہے، یہاں فرستنا ہوا بھی ہے

انہاں میں کچھ اور، غصہ ہو گیا اور پلا کے رولڈ ٹوٹ کر

ان کی خوشی کی؟ اور وہ کہنے سے پاویں نے انکار دینا چاہا

پس انہاں نے انہیں سخت سست کہا جان کہ لوگ کہاں تھے۔

پس انہاں میں یہی اذیت ہے؟

پس نہ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے آپ سے کیا کہا؟

سن رہا تھا کہ میں نے ابمان کی خوشی لینے کے لیے ان

کے سامنے کھڑا ہو گیا تو میری دیکھیں میں کہوں ہونے لگی میں نے

روبان میں مل بیٹھ کا اور کیا کہیں اس سے پہلے کہ میں زبان

کھولوں، ابمان نے اچھکے کے اشارے سے مجھے قفل کی تھیں کہ

مٹاویں۔ سب پہلے ابمان ہی کی خوشی میں نے دیر

ان کی کہیں صورتوں میں مدام جو سوزوں کے دیکھا، ابمان کی ہندی

کی جیسوں سے لوگوں کی دوا کا یہاں نہایت چند سے ترش

کاغذات اور شکستہ ٹوٹ کہیں ایک بڑی ٹوٹ ایک سیسی

کے سوا کچھ برا نہیں ہو رہا ہے ابمان کی حسیب سے ایک ایک

کمال کے وہاں سرخو کھانا بار بار اس کی حسیب سے ہی ایک گفنی

دی گئی تو جاگ پور پیش آنے سے پہلے میں نے آئی کی

اس کے علاوہ ایک چھوٹی ڈائری ایک جڑا ہوا مال کھسی ہٹ

رہا سے عشت پند خط کاغذات میں چاروں کے گھٹے ٹوٹ

کے سوا کچھ نہیں بچا، سیاہی ان دونوں کی تلاش میں لے کے

پس ابمان کی حسیب سے اسے چیک بک حسیب سے متعلق ایک

دوبارہ لڑکی کو دیا ہوا مال کی سیلی کی دی ہوئی ہیں

میں ہی کے لیے تھے گلاب کے پھول کی خشک شاخیں

ماؤر یا تو کچھ کے سیاہی کی انھیں چھٹے تھیں، اس نے

بچہ تہاں سے اس کے حوالے کر دیا، مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا کہ

میری حسیب میں چلو تھی ہے۔

ماؤر، افراتوگٹ ٹوٹ کے در حار ہر اچھی چیز

میں حیرت سے پوچھا، یہ کس کی حسیب سے نکلا ہے؟

اس کی، میری تلاش لیے لے لے سیاہی نے سندی سے کہا

میں حسیب کہے، افسر ہر بار، ان عزت دار لوگوں کو

بھلا دیا یا تو رکھنے کی عزت کہیں چرانی؟ وہ یا تو پرل فرٹ

نظر میں جاتے تھے، حسیب نے اسے میرے بارے میں

میں حسیب دیا، سیاہی کا ہاتھ میرے جوتے تھے

گھٹے چمک چمکاتا، بار کے دھنسن کی انجلیوں میں

بے چین ہو گیا، یہ کیا ہے؟ وہ بولتی آواز میں بولا

ماؤر ہے، میں نے فخر جواب دیا

ماؤر یا پھر نکالو، اس نے حکم دیا

میں نے کسی جنت کے بغیر ہر سال کے اس کے سامنے

کر دیا، ابمان اسے دیکھ کے کھینچ پھرتے تھے، میرے حوالے

میں ان کی نظریں بہت تیز تھیں، انھیں یاد آ گیا ہو کہ

انھوں نے کب اور کہاں دیکھا تھا، میں نے انھیں کراہی

اچھی ہو، سیاہی نے بار بار حسیب سے کہنے میں ان کے سامنے

اضداد سے بڑھ کر وہ گویا اور بڑھ گیا تھا، میرے سیدھی

دعا سے تھے، پائیں افراتے ٹوٹا رہا، تھیں معلوم ہوتا ہے

چتے تو نہیں کا، اس کے بارے میں حسیب نے بھی پوچھو

دیکھا، مجھے خبر ہو کہ وہ کہیں ماؤر کی طرح ڈوبی ہوئی ہو

لے میں نے کرنا تھا کہ گراس نے ہر وہاں دیا تو میں حسیب کے

خود اسے ٹھالوں گا، میں نے اسے ہر وہاں دیا تو میں

واپس کر دیا

میں ہر وہاں سے میاں، وہ وہ وہ ابمان سے غائب ہوا

ابمان نے فوراً اس کے حکم کی تعمیل کی، ان تو ہم لوگوں

کیا تھیں، ابمان نے؟ اذیت کو تھیں اس سے ہزار

کی ہر وہاں ہے، یہ بتا دیا تو اس نے؟

یہی تھا، جناب؟ ابمان نے میری آواز میں کہا

روایت میں کیا ہی تھا، کیا ہے؟

تاکہ آپ کے ہاتھ میں ہے، ابمان نے کہا

پیشہ دار حسیب چٹا ہر وہاں، اس کے کمرے میں

ما کے ہی نہیں چلے گا، سمجھے؟ یہی تم کو سامنے نہیں ہے کہ

معاذ کشتا آگے بڑھتا ہے، ہم سب کو ملاتے تھے کہ

حاصل ہی کر سکتے ہیں، بعد میں میں نے کہا کہ وہ لوگ

دوسری قسم کے ہیں ان کی زبان بھی دوسری ہے؟

پہلے آپ میری بات سن لیجئے، ابمان نے فریاد

اور میں بیان کیا، ایک، دو، تیس، دو، تیس،

آپ دیکھائی کر رہے ہیں پہلے اپنے دل سے پہلے

دیکھا، غصہ ہے کہ ہر قسم کے ماؤر، اس سے

پہلے مانتے؟ ہاں دیکھ رہے ہو؟ ہم سے زیادہ

میں ہیں، ہاں، وہ حسیب باکل میں گی ہے، ساری

فحاشا نکلتے ہیں، اس کا ہر ایک سخت ہو گیا،

پوچھا، ابمان نے کہا، وہ ہر قسم کی آواز میں

بڑھ گیا، ابمان نے کہا، ابمان نے کہا، ابمان

کدلی سونیا، وہ انھیں چٹا کر کے بولا

جی ہاں

اور تم نے اپنا کیا کیا تھا؟ وہ کاغذ دیکھتے

معدول اس تم نے اپنا کیا کیا تھا؟

جی ہاں

معدول اس تم نے اپنا کیا کیا تھا؟

جی ہاں

معدول اس تم نے اپنا کیا کیا تھا؟

جی ہاں

معدول اس تم نے اپنا کیا کیا تھا؟

بھرتے غصہ میں ہوا، میں نے ابمان کی

کہا، آپ کو بولنے پر چٹا ہر وہاں سے

حق، آپ کے خیال میں آپ کو ہم سے

منت لیجیے، میں نے ہر آواز کر لیا

قال دیکھئے، عریان سے نقل سوالات

پوچھیں، افسر نے کوئی لفظوں

اس کی حسیب سے نکلا تھا، اس کے ہر

سپاہی سے پوچھا

ہاں، میری حسیب سے نکلا تھا،

سے پہلے میں نے سچ کر کہا، میں

بیش میرے پاس رہتا ہے

میرے بولوں، پائیں انہیں

معم ہے، پائیں انہیں

بانت کریں

تم ایک پائیں اسے

پائیں اسے

آپ جیسے پائیں اسے

کہا، ابمان نے کہا

ابمان نے کہا

ابمان نے کہا

ابمان نے کہا

ابمان نے کہا

ابمان نے کہا



بروڈا فدا کے لیے فاکشس رہا ابامیان بری وقت نہ گئے۔  
 میری آنکھوں میں گھٹن ہونے لگی ایک جھٹ بعد میں نے  
 ابامیان کی زبان سے بروڈا تھا، اجرت میں تھکے کے بعد سے اب  
 تک انھیں نے مجھ سے اس طرح بات نہیں کی تھی۔  
 "اپنی جنگ جھوٹے میلان پڑیس افسر نے دھکا دینے  
 لیے میں ابامیان کو غافل کیا۔ یہ شک کیا ہے تم جیپ رہو۔  
 ابھی اس سے جی کہ وہ باتیں کر لیتے دو۔"  
 "جواب: اس کا کارڈ رکھ کر بھیجے۔ ابامیان نے فریاد کی۔  
 "میں آپ سے چور خواست کرتا ہوں آپ میں کیل رپورٹ کا  
 انشاکر کر لیں۔ ابامیان میرے پاس ہی کھڑے رہے۔  
 "وہ زجب آئے گی دیکھیں گے، میں اس کے لیے تھوڑا  
 شکوا تاہم ابامیان نے کیا اختلاف کیا ہے۔ وہ پیش میں بولا۔  
 "آپ کے پاس اس کے بریک رکھا ہے۔"  
 "خبر ہو کر معلوم ہوتا ہے۔"

"بہت زیادہ آپ سے زیادہ نہیں نے اپنی آواز میں کہا۔  
 "مگر میں نے زندگی میں آپ جیسا نہیں دیکھا، شاید آپ کو چل  
 بار دیا تھا دیکھ کر بولا۔ مجھے ایک پڑیس افسر سے  
 زیادہ ماری معلوم ہوتے ہیں ان دونوں کو چھوڑ دینے کے گرد  
 کر لیتے۔ میرے اختلاف کے بعد انھیں دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔  
 اپنی رپورٹ مکمل تمہیں اور اس فریم میں لگائے اگر ہر جگہ وہی۔  
 ابامیان دونوں دھنوں سے اپنا سر جھک کر بیٹھ گئے۔

"قاعدہ دھنوں کے ہم بھی جان سکتے ہیں ہم آپ کے پاس  
 اس لیے نہیں آئے تھے کہ آپ اس طرح کی باتیں کریں گے اور  
 چھان بین کیے بغیر جو مجھے میرے جوتہ میں آئے گا کہتے  
 رہیں گے۔ اگر آپ کو کوئی لوگ برقی اور یہ سب کہ آپ کے  
 ساتھ پیش آنا؟ جاری شدہ آپ ہوتے تھے ہی کہ جان سکتے تھے  
 کہ بہت سی باتیں زبان پر نہیں لانی جا سکتیں۔ معلوم کریں  
 عالم میں آپ کے پاس آتا ہے کون سے کانٹے اس کے سینے  
 میں پیچھے ہوتے ہیں۔ آپ کو اس لوگ کے بالے میں لائی بیوی  
 باتیں کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، نہ سوچتے کا ہے۔ وہ چل گئی  
 ہے لیکن اس کے پر پھٹنے والے موجود ہیں۔ جو باتیں آپ کی کہ  
 میں نہیں آسکتیں، انھیں آپ کیوں ماننا چاہتے ہیں۔ آپ  
 کے پاس ایک ہی لاشی، ایک ہی چاند ہے۔ یہ کہ نہیں جانتے؟  
 میں نے ابامیان کی طرف اشارہ کر کے بولے کہ انھیں نے جو  
 کہا ہے اس سے زیادہ انھیں معلوم نہیں ہے۔ یہ میں ماننا ہوں

کہ وہ کون تھی۔ وہ میرے ساتھ تھی میں نے ہر سوس سے جانتا  
 ہوں۔ وہ ایک ایسے گھر کی لوگ تھی جہاں سرانجام چکا ہو گئی تھی  
 ماتی ہیں۔ وہ کسی گھر کی ہوس تھی۔ وہ اتنی پاک اتنی انجی تھی کہ  
 اس کے متعلق جگہ کی گمانا ہے۔ اس کی عبارت آپ کو نہیں  
 دی جا سکتی۔ آپ کہہ سکتے کہ انکار کئے ہیں کہ فاکشس میں  
 آپ کو ایک جرم کی تلاش ہے۔ میں سامنے موجود ہوں۔ کیا اتنا  
 کافی نہیں ہے کہ آپ کو دستہ میں ہے۔ ایسی ویسی بیوی تھی  
 آؤں سے آپ کو کیا ملے گا۔ وہ میرے بازوؤں میں ختم ہوئی تھی۔  
 یہ کہنے کے لیے سب کہہ دیتے۔ میری آواز بھر پور تھی۔ کسی کا  
 تصور نہیں ہے، یہ تصور ہے۔ مجھے اس کی مزاحمت دیکھیں ان گروا  
 کو جانے دیجیے۔ وہ میں ہی تھی۔ یہ نہیں تھے ضرورت پڑی تو میں  
 آپ کو انار کا رڑھی جاتا ہوں کہ اس سے آپ کی کچھ تسلی ہو  
 جائے گی کہ آپ نے ٹھیک آدمی کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں  
 ڈالی ہیں۔"

یہ خدائی ہو جانے کے باوجود پڑیس افسر نے ایک لمحے کو ہوتا  
 رہا سپاہی ہتھکڑی لیے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے اس کے آگے ہاتھ  
 بڑھا دیے۔ ابھی سپاہی نے مجھے ہتھکڑی میں پھانسی تھی وہ پڑیس  
 افسر کے حکم کا منظر تھا کہ کل نہیں دیکھ لگے۔ "نہیں نہیں بغیر، بغیر۔"  
 وہ چمچے ہوئے بولا اور سپاہی پر عجیب بڑا اس نے اپنے ہاتھ  
 اس کے آگے کر دینے میرے اٹھل بن میرے دھنوں میں۔ وہ دھن  
 سے بولا۔ انھیں میرے دھنوں میں ڈال دو۔ وہ ان کے ساتھ نہیں  
 میرے ساتھ آتی تھی۔ بروڈا سے میں آئے بروڈا سے اٹھا ہوا  
 ہم دونوں جیہنا باوجود اسے تھے۔ یہ لوگ میں آتھا۔ باکل آتھا  
 میں ہی گئے تھے۔ میں نہیں جانتا ہوں۔ وہ بروڈا کے ایک پر  
 گھر کی لوگ سے اس کے باپ بہت بڑے افسر تھے۔ وہ میرے  
 ساتھ اپنے گھر والوں کی اجازت کے بغیر میری بیوی ہم دونوں کے  
 پاس اس کے بیوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ ہم کچھ دی چھوڑ دیں۔  
 لوگ ہیں وہی میں تھے۔ چھوڑ دیں میں۔ انیشیں یہ وہی میں تھے  
 خبر نہ کر رہا۔ سب بڑا تصور ہے۔ میں نے اسے گھر سے لانا۔  
 طرح دیکھ کے ماتی۔

وہ میں کرنے لگا ہوں نے اس کی زبان بند رکھنے کی ہے  
 گھر میں کی سب میں اپنے آپ میں نہیں رہا تھا۔ اس کی آنکھیں  
 بے نشانہ افسر آبل ہے تھے۔ آواز اٹھاتی تھی اسے۔ میرے ہاتھ  
 نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ نہ جانے کیا کیا بیکہ مارا تھا۔  
 "بیٹھو بیٹھو شہر مت چاؤ۔ پڑیس افسر نے گرج کے

سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے قابو میں رکھیں۔

"ایکڑا صاحب! یہ سب قلعہ کہہ رہے ہیں۔ مجھے چاہی  
 ہے پیچھے۔ مجھے سولی پر لٹکا دیجیے۔ میں زندہ رہنا نہیں چاہتا۔  
 اس کے بغیر میں زندہ رہی نہیں سکتا۔ ان کا کوئی دوش نہیں ہے،  
 کوئی دھن نہیں ہے۔ یہ نہ جانے کہاں جا رہے تھے۔ ان سے  
 حکومت پر پیچھے۔ انار کو اس کی بکلی آوازوں سے گرج رہا تھا۔  
 "بیٹھو پڑیس افسر نے خود کو کسی سے آٹھ کے اسے بھانے  
 کی عیش کی۔ "اوسان میں۔ یہ بوجھ کیا چاہتے ہو؟ رمان سے کوہ  
 "مجھے کچھ نہیں کہنا، آپ سے میری صرف ایک بات ہے۔  
 وہ لوگوں کو بولا۔ مجھے اس کے ساتھ ہی بنا دیجیے میں اس  
 کے ساتھ ساتھ۔"  
 "وہ جرح رکھو۔ پڑیس افسر نے غیر شر کے کہا۔ تم کہتے ہو  
 کہ وہ تھا اسے ساتھ تھی۔"

"ہاں ہاں میرے ساتھ۔" میں سینے پر ہاتھ مار کے بولا۔ ہم  
 بروڈا سے آئے تھے۔ بروڈا سے۔"

"تم بروڈا میں رہتے ہو؟"  
 "جی ہاں۔ وہ بیچوں کے درمیان بولا۔ باقی دن پہلے ہم  
 بروڈا سے چلے گئے۔"  
 "ان دنوں میں کہاں ہے؟"  
 "مجھے کھنڈروں کی دلی سے ہم جدید آباد جا رہے تھے۔"  
 "پھر کیا ہوا؟"

"میں نے اپنے بال کھسٹ لیے۔ مجھے اس کے ساتھ دنیا  
 نکالیں چاہیے تھا۔ مجھے اسی وقت بٹ جانا چاہیے تھا۔  
 جب اس نے اپنے دو ہاتھ دیکھا تھا۔ میں نے ہی اس کے لیے  
 مشکل پیدا کر دی تھی۔ مجھے اس کو خیال رکھنا چاہیے تھا کہ میرے  
 سامنے جو لوگ کے وہ سے وہ اتنی انھیں میں گھر کی ہوگی میں چلا  
 ہاتھ میرے کچھ نہ ہوتا۔ میرا کام یہ تھا جو میں اس کے  
 سامنے موجود ہوں۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو؟"  
 "میری بات تھی ایکڑا صاحب! یہی بات تھی۔ میں باکل  
 کہہ رہا ہوں، میری بات کا یقین کیجیے۔"

"تھوڑی باتیں باکل تھیں۔ میں اس کی باتیں کھل کے بتاؤ۔  
 "آپ کی بھین کچھ نہیں آئے گا۔ آپ کچھ بات پر پیچھے۔  
 "وہ لوگوں کے سامنے جھانکے لگا۔ وہ کہہ رہے؟ آئے آپ نے  
 کہاں پہنچ رہا ہے؟ مجھے اس کے پاس لے جانا چاہیے۔ صرف ایک بار

ایک بار کے لیے میں اس سے معافی مانگا چاہتا ہوں۔ کہ کہاں  
 ہے ایکڑا صاحب! مجھے اس کے پاس لے چلیے۔  
 "لے چلیے گے۔ تمہیں اس کے پاس بھی لے جائیں گے۔"  
 پڑیس افسر نے ہنسنے والا اس سے ہکا بکارتے ہوئے کہا۔  
 بتاؤ۔ تم نے اس کے ساتھ کون سی زندگی کی تھی؟ کس بات کی  
 معافی مانگنا چاہتے ہو؟"  
 "میں نے اس کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔ سب سے بڑا  
 دوشی میں ہوں میرے دل میں ضرور کوئی گھوٹ آگئی تھی  
 ایکڑا صاحب۔"  
 "کیسی کھوت؟ ایکڑا افسر متحسین لیے میں بولا۔ تم  
 نے اسے دھوکا دیا تھا؟"

"نہیں نہیں۔ وہ وقت سے اپنا سر ہٹانے لگا۔  
 "پھر۔۔۔ پڑیس نے کیا؟"  
 "پڑیس افسر نے چلے چلے  
 سے دیکھا۔ تم کہتے ہو کہ تم اسے ہکا کے لائے تھے؟"

"یہ بات کہتے۔" میں اپنی انگلیاں بولا۔ وہ دہری تھی۔  
 "باقی دن ایک نام اس دہری کے ساتھ ہے۔ ہتھانے میں اس  
 کے ساتھ ضرور کریں۔۔۔ پڑیس افسر اپنی اوجھی بات اپنی میں  
 کر کے کہنا کہ میں نے اس کا گردن پھیرا اور اس کے منہ پر  
 طمانے مارنے لگا۔ زب کھٹے ہوئے ہاتھوں نے اسے کمر  
 سے پھینکا تھا۔ مگر اس کی ہچکاڑوں سے وہ ان کے ہاتھ سے  
 بچھڑ گیا۔ اس کے جسم میں ہاتھانے کی اسے اتنی طاقت آ  
 گئی تھی کہ وہ کسی کے ہاتھ نہیں آیا۔ چند لمحوں تک وہ ہار وار  
 کیسے میں منڈلا۔ آشور چھا نا۔ وہ سائے کے دروازے سے  
 جاگ رہا تھا۔ چاہتا تھا وہاں سپاہی کی وہ ہار بھگ کے ملے پڑیں  
 لے اس نے پڑیس افسر کے گردن پر ہاتھ ڈالا تھا۔ میں بڑھ  
 گیا تھا مگر ایک طرف سے ابامیان میرے بازو سے چھٹ گئے تھے،  
 دوسری طرف سے رہیں نے مجھے روک ہاتھ پڑیس افسر کی  
 کمرے میں ہو گیا تھا اور پیچھے رہا کہ سپاہیوں کو حکم دے ہاتھ اٹھی  
 دہری میں نے پڑیس افسر کی پرزورگی کو دیکھا تھا۔ چاہیے  
 ہی میں نے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیکھا۔ ابامیان اور سپاہی کی  
 گرفت سے خود کو چھڑا کے میں نے اس کے ہاتھ سے جھٹ لگائی۔  
 میں اسے حضور عتفام کیا لیکن وہ پر ہونے میں ہاتھ  
 آدرا کر کھتا۔ میں نے سب اسے سنبھالا اور ہاتھ اس کے سینے سے  
 باہر نکالا اور وہ آٹھائی کر سکا کہ اسے سونہا کے ساتھ ساتھ ہٹا دیا  
 جائے وہاں کے سوائے کچھ کے کہ وقت میں ملا۔ اس نے پھر







23

100-10000

22  
25



















گئی تھی کوئی دوس نہ ہو گئے کہ نہ بھڑ بھڑنے لگے نہ اٹھنے کا اشارہ کیا یہ سب نے جو کسی سے ملے دیکھا تھوڑا سا بھی برا بھلا ہے وہ گری سے اٹھتے ہوئے ہوا۔

کہاں دادا؟ میں نے چلائی سے بوجھا۔

ابھی تو رات پرک کر رہا ہے۔

ابھی تو رات چھک سا تھا چلے دادا؟ ہاتھ پیر کی تڑکی طلا۔

تمہا پر ہی دیکھ گا اسرا۔ پیر نے تنگ کے کہا۔

مگر تم کلم کاں جا رہے ہو دادا؟ میں نے سر کیٹکی سے بوجھا۔

پیر نے جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھی میرا ہاتھ پیر کے پاس نے چلے گئے۔

درازا سے نکلتے چلے جب اس تنگ کے آ جا رہے تھے کہ کہ وہ دیکھ کے کھانے پر ملا تھا ڈر کر نہیں برسی برسی ہو سکتی ہے تو پیر کا تھا کھانے کی دیر کے لیے وہ کماں مہانے کا اڑوہ نکلتا ہے وہاں گئے ہی میں نے اس سے بوجھ بوجھا۔

ابھی تو رات کھانے کے دیکھا ہے۔ وہ نری سے ہوا۔

اب آگیا وہ کھانا دیکھ لیتے دادا!

ابھی شہر بہت بڑا ہے۔

میں ہوا۔ میں نے اس کے آگے کے راستہ رک لیا۔

وہاں میلوا اور دیکھیں کہ جادو میں کھاتے تھے وہ جادو جادو ہیں ٹھوکر کھانے سے کیا فارہ لگے اب کسی کو نہیں ڈھونڈنا۔

جے کسی کو توئی نہیں ہے میں تم سے دور رہا توں دادا! بعد میں میں تم سے... کسی سے کچھ نہیں کہوں گا پناہ گھر چلو وقت ضائع کیوں کرتے ہو۔

وہ مجھے اپنے سامنے سے ملتے تھے ہزار سی ہلا۔

ابھی ٹھیک حشر چل آیا ہوں گا کامیاب دیکھتا ہے۔

دادا! میری بات مان لو۔

ابھی ایک دن سے سالہا میں کن ساں آجملے گا۔

آوردیہ کے بھی اپنی کوئی کلم کاں صاحب نکالے کہے۔

ابھی دن میں کماں کماں ہو سکتے ہیں اس شہر میں خوب گھوم چکا ہوں، بچل بچانی کے ساتھ بھی آگیا بھی شہر دور دور تک پہنچا ہوا ہے سید سے بھی ملو مولوی صاحب کے پاس کسی خدو اڑل سے کہ تو وہ خود مجھے ڈھونڈ لیں گے۔

ابھی اڑی مت کر دیا ہوا۔ وہ تہی سے ہوا اور گئے ہی بھٹا رہا۔

تو پھر میں ہی گیتا تھا۔ لیے سے چپن ہوئی بچانی انگ راکتی میں گئی وہاں بھی ان سب سے ملے کے لیے تھے

گئی تھے میں گئے۔ یہاں ہی ہے تو یہی ہے ہو کے پھر میساں آجائیں گے۔

پھر بھی آجملے گا۔ ابھی ایسا ہے تو اس سامنے تھوڑا سیر بھی کر لے۔

مجھے معلوم ہے تم میرے نہیں جانتے ہو۔

میر بھی ساتھ ساتھ ہو جائے گا مانی۔

چند تیس دادا! میں تمہیں کس طرح بھی ان پر سکتے تو پری بات سمجھ کر کرشنش کرو، دادا بھگے ہو بھی، اچھا نہیں لگ رہا، انہیں ڈھونڈنے کے خیال سے میرا دل اب بہت گھبرا ہے۔ میں نے ایک ایک کے کہا۔

ابھی سے کہ تو کرشنش کر۔

وقت ہمارا بیسی ہمارا ہی ٹھیک ہے، وہ میری ہو سکتی ہے کہ بھی ہو سکتا ہے ہوتا ہے اس لیے میں میرا ہوں راستہ کیوں کھونا کرتے ہو۔

اس نے ٹپٹ کے بے گھر کے دیکھا اور منہ آٹھا۔

چلتا ہی رہا، ہوں سے چند قدم آگے عاید شاپ رڈ کے سرے پہنچے اس نے اس کے ایک پار حضرت کی لڑوہ ڈال دی تھی، گا اچھا! کیا ہے دادا! اپن ہوتا ہے ابھی ایک دن اور میرا تو رات دن اٹھ اٹھ چلے گا تو کھانے کے کھٹ کھٹ کر ہی کرنا پڑتا ہے سمجھا مانی، ابھی کچھ بولے گا تو کوئی گئے اور آؤ۔

وہ ایک طرف وہیں لگا ہوا نہیں ہوتا۔ وہ پائن چھوڑ کے بیٹھ مہانے کا تو وہ میری منہ چیر لے۔

وہ سب ٹھیک ہی کر رہا تھا۔ میں نے کچھ کماں بائیکو پھر اپنی زبان بند کر رکھی تھی کہ کوئی جلدی نہیں تھی تو مجھے اس قدر اور حشر کر کے کیا ضرورت تھی اس نے میرا ہاتھ اپنے سے چڑھ لیا جیسے میں کسی جگہ جاؤں گا کسی سے رکنا نہیں کیا، پھیل ہی عاید شاپ رڈ کے چوراہے سے دائر طرف مڑ گیا اور سوڑوڑو حمر سے چلنے کے بعد میری سمت مسد کے منہ نظر آئے اس کے اندر رکھنے کے لیے میری سمت پھر چل کر ایک دوکان پہنچے اس کے مولوی صاحب کا ڈاؤر ٹھیک بہت آیا۔

رات نو اب شروت پارے خیال خاب کا فکا کرٹ مولوی صاحب حیدر آباد ہی میں ہیں اور اب تک کسی وجہ سے ملنے نہ آ سکے ہیں۔ پیر کے میں ہیں بات سنا کر ہو سکتا ہے کہ دایا ہی ہو مولوی صاحب کے ٹھک اپنے حیدر آباد میں مستقل طور پر رہنے کا ارادہ کر لیا ہو وہ وہ وہ

وقت پارے اس کا نہ کرو کیوں کرتے۔ وہ ایک عالم آدمی ہیں حیدر آباد میں اپنے گھر کی بہت قدر کی جاتی ہے یاں انہیں راجہ پیر کے اتنی شکل پیش نہیں آ سکتی تھی جتنی انہیں میں ہیں میں نو اب شروت پارے جیسے ان کے اور نہ سماں میں گئے کسی زمانے میں ان کی جن میں جیال یا جی جی تھی میں نے انہیں ڈھونڈنے کی بہت کرشنش کی تھی لیکن گا کی کے ہوا کہ میں ملے ہوا مولوی صاحب تو اپنی میں کے سر اسیوں سے خوب واقف ہیں گئے اگر وہ لوگ واقعی حیدر آباد ہی میں موجود ہوتے۔ مولوی صاحب دیکھ رہے ہیں اسے ہی تنگ ہوتے تھے جڑائیں مراد آباد میں یا مکان پیر کی ضرورت پڑی اور پیل ہا دیال اپنے واقف کاروں کے منہ سے کی۔

اب تک وہ اپنے ہاتھ والوں سے دور ڈھونڈتے تھے، کاش انہیں معلوم ہوتا کہ میں کسی کی مدد کسی کا منہ کسی کے سامنے اپنا تھا ہوا شروت پارے کی ضرورت نہیں ہوتی میں کرشنا میں کچھ ڈھونڈنے اپنے ہاتھ میں کر وہ ساری زندگی میں میں نے کچھ کر لیا تو بھی اب میں اور کرشنا میں ہی اگر یہ سب ڈھونڈتے تو میری سب سے بڑھ پیر ملے ہوتے۔ میں نے میں میں کچھ حال ہی کیا تھا جو اس کے سب سے کم آ سکتا تھا۔

چلے عاید شاپ رڈ کے نزدیک نزل ملا توں میں گھومتے تھے پھر کچھ دادا آگے چڑھ گئے، میرے کئی، مکمل اور غلطہ صلی سے وہم ضروریات زندگی کی کوکان چہ جاکے پیر مولوی صاحب کا ہاتھ کے پیر کر رہا۔ پیر اس سے یہ دعا کہی کہ تو سنا کر مولوی صاحب ایک ڈھونڈا ہوتے ہی مسس ملا میں آئے ہیں گئے۔ یہ مدت مجھے والوں اور کان دادا میں سے ششما کی کے لیے بہت تھی لیکن یہ بھی ہے کہ مجھے میں نے غلط کسی جانی پر فوراً ہی لف پڑھائی ہے۔ درمیان کے بہت سے دنوں میں مجھے وقت سے ہم ہاں میں ایک نزدیک آ گئے۔

سب پر زور دینی کہیں کوئی شخص مولوی صاحب کے ہاں اور مجھے پیر میں پھر کچھ کر لے۔ ایک ہی جواب دیا تھا۔ میں چل کر ہوا، اچھا، وہ میری مکمل، شاہجی، کھرچی، پارکان، کماں دادا، اور دادا اور مل میں بہتر مانی، ستر مانی، لکھت، سیکر اور ان کے گڑا خرو جیل مان میں میں ہوں کہ ہاں چوتے تھر چکر کچھ کچھ میرے ستر مانی، لکھت سے مل کے پیر نے دن بھر کے لیے لکھت کے پیر لیا تھا جسے ہم نے جادو سنا کر چھوڑ دیا ہونے پیر چل پھرتے رہے ملتے ہیں صرف ایک ہاں چھوڑتے تھر کے ہاتھ پیر تھی۔ یہ وہ ایک میں میں سدا حیدر آباد میں رہنے کے میں نے ان کا تمام دنیا فادہ کر کے کر کے میں اور میں

کے پاس میں بھی رہتا تھا پناہ جسم اعلیٰ سے میں جوتے جاتے تھے۔

میں وقت پر میرے کے علاقے کے گڑے سے تھوڑا آؤ پیر لگی تھی۔ ہاں میں میری جڑو جی سا کھول ہاں سے ڈھونڈنے والوں کا ہر ہر وقت وہاں ڈال تھا کہ تو کوکان پیر خوب رونق پڑی تھی مکمل میں سب کے سب بہت ہونے تھے۔ میں سے بھی حیدر وقت بند ہونے لگے لیکن سب کے میں میں کوئی نہ کوئی شخص ہیں ایسا اور دل جانا اور دل میں چھوٹے والے کشتا دوکان کے اندر میں واقفیت لگا ہوا میں پیر میں جی جی تھے اور مولوی کی کاپی میں نے پار میں کیا کہ ایک ایک ایک ہنگ پر سے ہزار ہزار خدو اڑوہ ہاتھ ہونے ہوا۔ دادا! ابھی تھا ہے۔ میں ان کو بھی کیا ہوا ہے۔

میں نے اپنے اشارات کے دیکھا ہاں لیکن پیر کو وہ دیکھنے پر میں شکوک کے رہ گیا اور مجھ سے بڑی مسرور تھا۔

ہو کر کہ وہ قدم آگے دھکے میں ایک دکان کے سامنے لگ گیا۔ ہوا کا اندازہ درست تھا ایک شخص نے کچھ فرما ہے۔

نئے تھے تو میں نے ہاتھ پیر آٹھ میں ایک ایک عطر کا کے ش کی رفتار ایک لپٹے کے لیے مشن میں خود تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ وہ ایک ڈکٹا، پھر تیل سا آئینہ مال کے آگے عر کاٹھ تھا۔ رنگ سدا اور وضع قطعے فدا ہوا، کماں قاتیں اور پیر ہوا کی کوکان پر مختلف ہوں کے نہا لپٹے ہیں عر ہدی لگا ہی میں پیر ہر شخص، کچھ کماں کے وہ پاؤں کی ایک دکان پر پھر گیا، اس نے پاؤں کا بیڑو میں رکھا، ستر ستر ستر اور سب سے نیازی کے انداز میں جاری دین ہی جگہی انہوں قاتل رہا، اسی دوران ہی کو فوک کے پار کا شخص پیر بھی گئی لپٹے میں پیر می وہی شہر پارک نے آسمانوں میں پیر کر اشارہ ہوا کہ ستر والے لگا۔ کوکان ٹوک ہو سکتا ہے۔ وہ لی ہولی آواز میں ہوا۔

میں کچھ نہیں ہو سکتا۔

خو پیر میں اب کوئی بڑا چلے ہے نا۔

ہاں میں میں ستر ڈب سے کہا اس کے مجھے شکر کا خیال آ رہا ہے نہ خدو اڑوہ کبیر کا والد سدا ہر ہم میل کے ان سے پچھتے ہیں ہوا۔

نہیں! اس نے کچھ سرتے جیسے ہکا ہکا۔

پھر سب سے ہاں دایں ہوا اور میری پیر کی تیاری کرو۔

مولوی میں کر مولوی صاحب نے جو شروت پارے کہا تھا وہی ٹھیک ہو جس سے مراد اوسے دیکھیں اور چلے گئے







بہرے مخالفین تھے جیسے ہیرو کی گرفت میں پڑ گئے تھے اپنے  
 ساتھیوں سے ان کا کوئی تعلیق نہ رہتا اب ملنے دو انھیں بھڑو  
 دو اننا سب سے بچا اپنے لیے کیے کہ انھیں کافی مڑا لیں گے  
 انھیں نے پروردگاروں کی جانب سے بھیجا خیریت کو راقب  
 ایک دو تھیں ایک تو اس کی خیال سے ایک مخالفین کو کھڑا رکھا  
 تاکہ ہرگز کے ہٹانے کے بغیر سری برافقت عیب کیسے  
 تھا چاہے بات حل کیجئے سے پہلے میں ختم ہو رہے تھیں وہ  
 وہ ہرگز کے بازو بھڑو کے اپنے دلوں ساتھیوں کو بھڑو راہی میں  
 چلے گئے ہرگز کیوں کی جانب سے گرت کے ہٹا اٹھانے کا موقع  
 جسے ان تک پہنچیں ہیں ان کی وہاں حق ثابت ہوئی مافی  
 میں انھیں ہرگز کے شوق کوئی مارا زخم نام کو لیتا چاہیے تھا کاش  
 کوئی انھیں تکانا کہ ان کی کوئی قہار کے لیے جو اکیلا ہر  
 کا ہے اور ہرگز کا وہ وقت میں ہیں لگا ہے کہ ان سے ان کے  
 جانا مقصود ہے ہرگز کے ان کے دونوں ساتھیوں کو راقب  
 معقول کا رہا لیکن ان کے ہٹا کھینچنے تھے لیکن اس سے ہم  
 لینے کا انھیں پلا نہیں تھا ان کی گردنوں میں ہرگز کے ہتھکن کی  
 انھیں اس طرح جو سب برہمنی انھیں کہ ہم کی ڈراسی حرکت  
 چکان کی اذیت اور چند برہمنی حق ہرگز کے بعد میں آنے  
 آؤں کی فعل اذادی پر اتنا وہ جان نہیں دیا تھا جیسے اب ہم  
 کی گرفت پر جب وہ سولہ کی کھینچا کافی میں شدت میں تو ہر  
 نے ان کی ناخوشی پر ہرگز سے لگا نہیں لگا میں وہ باہل سے ہو  
 گئے اور ایک سے ہیرو کی پر ہیرو تو سب سے سزاوارتہ ہرگز کا  
 گیا تھا لیکن اس کے پہنچانے کے ساتھیوں کی گردن سے نہیں  
 پہنے ہلکے سب کش میں ہیرو کی انھیں کی ہر سب میں کیلے  
 اور کار ہیرو کی حق ان کے حق سے حق حق فرمائی دانہ  
 کی انھیں پھر میں سے ساوی کا یکیت جب تک کے تھیں  
 دونوں تو میں سے نمٹنے کیلئے قدم بڑھاتے تھے لیکن  
 لگتا جیسا ہیرو کی توقع کے خلاف ہرگز کے اچانک پہلے والوں  
 بھڑو کا سے مجھ ڈوبا تھا اسی ملے وہ بھی ڈاسکا تھا اور ہر  
 قدم جیسے ہٹ گیا تھا جس طرح سے توقع میں تھا اسی طرح  
 کو کھینچنے لگے ہرگز کے ہٹانے کی اس ناگہان دست  
 برداری یا ہٹنے کا کوئی اندازہ نہیں تھا وہ ہرگز کو ہٹا  
 دیکھ کے اپنی دست میں اسے قابو میں کرنے اور کوئی دھڑ  
 مرتبہ ہٹنے کے خیال سے بے گناہ اس کو بھڑو ہیرو کو بھڑو  
 ان کے اس رد عمل کا یقین تھا ان کے دوبارہ قہر میں آنے  
 پہ میں نے دونوں کی گردن میں اپنے ہاتھوں میں بھڑو میں کی

شکل پیش نہیں آئی۔

[illegible]

یہی ہے اس آئینے میں ان دھولوں میں کون سے  
 سنبھلنے سے اپنے حق کے خیال سے آگے بڑھا۔ وہ آئینے  
 دھول کا ایک بیج کے کون جگہ۔ انھوں نے اپنے کون کے  
 لیے متذبذب کر دیا تھا جس انھیں اپنا حق کا کون کے  
 دست لگائی تھی اور دیا تھا کہ اس آئینے کے بعد ان میں دوبارہ  
 مہاں میں انسانی حق ایک ہی کون دوسرے پر ایک جانب ہوا  
 چھلایا۔ حق اور لایا آئے لگا۔ ان کے عدسے نے رابطہ جتنی چھلایا  
 اور چھلایا ہی برسے لے ان کے خوف کا لکڑی قیاس دوسرے میں  
 حق پر ایک کون تھا۔ پھر آئے وہ ان کا یہ جتنی تھا کہ وہ  
 بھی دیکھ لیا۔ جو کچھ عدسے کے ان کے ساتھیوں میں کوئی  
 آگے کر کے تھا۔ مگر مناسب ہی تھا کہ اسے پر ایک کون  
 ملے ہی نہ دیا تھا۔ بہر دھول میں سے وہ بھی کر چکا ہے تو  
 گئے۔ پر وہ لکڑی اور لکڑی اور لکڑی۔ یہ ہی ہی ہوسکتا تھا

[illegible]

وہ بچہ کس کے زخموں پر چلے گا اور کبھی کسی نہیں اٹھیں گی۔  
 دینا چاہیے خدا فرمادہ نہیں مرنے کے کسی اور ساتھی کے  
 آنے کا کہ یہ بڑی ہی اچھی بات ہے۔ انھوں نے اتنا وقت بھی لے لیا تھا کہ  
 اب ان کے پاس کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔ ان کا ایک ساتھی  
 زمین پر پڑا بسک رہا تھا۔ عین اس وقت اس کے پاس سے تیر  
 ہو گئے تھے۔ تیرے تیرے اپنے بھائی ریت لگتے تھے۔ پھر انھوں  
 نے مجھے اٹھائے ہوئے زبان کوئی کہ انھیں آگے بڑھا دیا جیسا  
 کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

۱۰ کوکن :- چہیز نے زور لے کر بے پروا چلا۔  
 ۱۱ کوکھانی :- دھرم شکر کا سب سے بڑا وار ہے۔  
 ۱۲ کھانا :- اس گھڑی کا لاد ہے؟  
 ۱۳ کھنکھن :- ہم کو خوف تھا تو یہ بچا کھنکھناتا  
 ۱۴ کھنکھن :- زور اس کا مال کو تینہ نہیں آتا۔  
 ۱۵ کھنکھن :- ہم تو تم کے غلام ہیں۔  
 ۱۶ کھنکھن :- کھنکھن رہتا ہے وہ؟  
 ۱۷ کھنکھن :- میں نے تم کو کھنکھن کرنا سکھا دیا۔  
 ۱۸ کھنکھن :- میں نے تم کو کھنکھن کرنا سکھا دیا۔  
 ۱۹ کھنکھن :- کھنکھن کرنا سکھا دیا۔

دعوت ملی میں! ہمیں جانب سے جملے کے لئے آدمیوں  
 کی کیا بن جائے! اپنی باری اور مصلحت میں ٹھٹھکی ہوئی ہیں۔  
 گھوم کر دیکھا تو کئی آدمی تھے، ہم سے زیادہ اور نہیں تھے  
 ایک اور کے لئے چھپ چکے تھے۔ ہمارے حلقہ بڑھ رہے تھے،  
 وہی جو ہمارے کاؤنٹر پر تھے۔ ہمیں کہنے کے لئے قیام نہیں  
 دیا۔ ان کے کئی ساتھی کی قیام کے لئے آئے۔ ان کے کہنے اور  
 راہ گزیروں کو ترغیب دینے کے لئے انھیں دیکھا گیا تھا۔ ان کے  
 لئے اپنے انڈین میں جو کچھ تھے آدمیوں کی گڑبگڑ میں  
 جھوٹا کرنا ان کے لئے بڑا بڑا کام تھا۔ ان کے لئے  
 قیام دینا، ہم ان میں سے کیے جھوٹے تھے۔ جگہ کا کل  
 نہیں تھا۔ وہ ان میں سے ان کے انڈین میں اس قیام کو  
 کسی ایسی جگہ نہیں چھوڑے، یہاں سے قیام دینے کو کوئی جگہ  
 ملتی۔ ہم نے ان سے ملنا اور ملنے کی پوری کوشش کی  
 تھی۔ چند لمحوں سے زیادہ نہیں گئے۔ ان کی پوری  
 کے لئے دھل کر وجہ سے ہوئی۔ وہ آگے کے آدمی تھے  
 اور ان کی جگہ ان میں نہیں کھول سکتے تھے۔ کسی کی قیام  
 کا تو ہرے، کالی، وہ آگے بن جائے تو جیسا کہ کوئی  
 وقت جگہ کھل سکتا تھا۔ جیسے ہی جگہ کے لوگ  
 جگہ کے لئے جگہ کے لئے جگہ کے لئے جگہ کے لئے







[illegible]

تھے۔ میں نے اس کے کان پر ہنسی مچا دی جو اسے ہنسنے لگا۔  
 چلتے ہیں، چاند پر بیس سوایاں چمک کر رہی ہے، چاند پر کے  
 ذہن پر، گنگا کے لیے آباد کے وہ تھی سے کسی اور طرف لپٹنے  
 گا، انداز آسانی سے، ہنسی کی سکا تو چمک ہے، دنہ پر بیس کے  
 سامنے آہلے گا۔  
 پوچھیں کہ وہی مطلب میں تو وہ دوست ہے، چارہاں میں بھی  
 چھٹی ہوگی، دھڑا دھڑکے، چھٹی کے کانہ کی بہانیت ہی درست  
 معلوم ہو، اشتہار کہ ہم دونوں کسی تو پیر اور دفعہ دوست کے بغیران کے  
 سامنے سے گزرنے کے ماہیں، میل سے کی گئے سے ملنا بہ نہیں  
 ہے کہ ہم کوئی بھی دوست سے گا، وہی میں بیٹھے، تک بھی کی انھوں  
 سے اور شخص نے کیا کیا، جو ہاں میں گئے ہیں میں نہیں  
 اور کسی چکر کسی نے وہ میں نہ تھا، کہہ سکتے تھے، اور اگر اس  
 وقت آباد چاند زور اور آواز بھی جانے ساتھ تھا، ہم نے کوئی  
 ایسا براہ نام نہیں کیا تھا، کیوں نے میں تو اس اقدام پر چمک کر  
 تھا، چارہاں گئے، ہم وہ وہ میں نے ملنے اور انھوں دوست  
 سے بہ نہیں تک میں بھی تھی، تو اس ماہیں کے رنگ نہنگ  
 سے میں وہ چلتی داشت ہوگی، اور وہ چارہاں میں اب اور اضافہ  
 سے میں وہی گئے، انھیں یہ تو آواز ہو گیا، تو میں دوستوں  
 کسی ایک سے ہوا چارہاں سے ہوا، کہ تو کیا میں نے ہر  
 چل کر بھی انھیں خیال پر رکھا، اور میرے ساتھ نہیں تھا، چارہاں  
 قی کا کہل کرنے کے لیے، میں خود کر بیس کے سامنے کر  
 دینا چاہتا تھا، انھیں نے میں جگہ سے چمک کر کسی حالت میں  
 لی آواز پر، اور آواز پر، گنگا کے قریب سے میری اس طرف سے آواز  
 میں نہ پر سے بھی پر کر کے، میری اس طرف سے آواز  
 میں نے اس سے پہلے، بغیر رکنا اور کے کرکٹ وٹو نے کی جا  
 کی بہم وٹو میں نہ تھا، سے آگے پہلے، ایک ہنسی کی جا  
 جانے کی گت دور کر سکتے تھے، لیکن گزروں میں سے کوئی بھی  
 دایں سے نیچا تو بات تو یہی ہوتی۔ آجین زور اور آواز ملتی ہو  
 تک راہ کیا جاسکتا تھا، غرض تو میں نہ پر، دونوں ایک دوست  
 کے بغیر اس طرح میں جانے کا دستور ہی نہیں کر سکتے تھے۔  
 دیکھ چمکی ہو، پہلے پہلے، گنگا تھا، اس آواز میں چارہاں سے  
 بیڑ کچھ اور بڑھ گئی تھی، وہی کو شمشیر میں نہ تھا، چارہاں آواز  
 کے دفتر سے ایک پیانی نے سینی جان، کرکٹ کی رفتار پہلے  
 صبح پر تھی، انھیں ملدی ہی نکالیں تھی، چارہاں میں نہ تھا۔

\* - وہاں گنگا میں نہ تھی، وہاں سے تھا، کہ وہ  
 گنگا میں نہ تھا، اور فرزند ہم سمجھ کر، ایک شادی نہ ہو میں نے چمک کر

سب آپ کی مٹکی مٹکی نال کی دلی گرفتاری میں مصروف تھا۔  
 جس سے تم میں جان دو ہوا تھا۔ وہ حوالدار کی آواز پر چمک چڑا  
 اور چل چل کر کئی گنا گھسے جس گھر نے لگا۔ ایسا چلی چلا  
 تو یہاں دو رتوں میں سب قاضی کا انتظار وہ شہ کار آئے تھے وہ  
 انھیں جلالت تینے لڑائے آئے آئے تھے۔  
 میں اللہ پر اساکت کر کھڑے ہوں۔  
 کیا کہتے ہیں وہ دفن بدلوں تے  
 بولنے کی عزت: میری جڑا سب لوگوں کی دلی  
 لوگوں کو کہہ کر فرستے ہیں۔ حوالدار نہیں کے بولا۔  
 سب آپ کی معنی پرانہ آڑ میں سر ملے لگا۔ یہی واقعات  
 میں یہاں پر جڑا ہے۔ وہ پتے میں سے بولا۔ انھیں مٹکی  
 وہ بولنے والی نال کی  
 حاضر ملے والا لوگوں سے پہلے کر لیا ہے برستے تھے۔  
 وہاں نال کو کئی جاتو دیکھا تھا۔  
 کیا آپ کی گھر ملے نال تھے جڑے کیا ہے؟  
 میرا جی فریڈ صاحب آپ کیا ہے؟... حوالدار بھاگ گیا۔  
 جو فریڈ صاحب شیکہ حوالدار کی بات کا کہ سکر لے  
 پتہ پتہ پہلے ہی کہ فریڈ صاحب کے ساتھ ہے۔ جڑے تھی  
 وہاں لگاڑی کے لگا۔ زبان نال کی پڑا وہاں کو تھے  
 میں کہہ گا کہ ان کی بات میں رہا ہے۔  
 حوالدار کے زود حالت میں تھے۔ وہاں گھس ملے گا  
 حضرت اور کئی زمان ہیں اور سب پر کڑا تھا کہ ہے۔  
 وہاں میں ہی وہاں تھے ہیں؟  
 میں نے فریڈ صاحب سے کوئی جواب نہیں دیا۔  
 سب آپ کی کہہ کر میں سے پھر کئی چھانے گی۔ ملاذ فدا  
 نے نظر صاحب کو بھی کھانا اور جڑے کے آداب میں میں نے  
 حوالدار کو کھانا اور نال سامنے سے ہانکے میں کو دیا کھانی اور  
 میں نے فریڈ صاحب کے کہہ ملاذ فدا کو کھانا دیا۔ وہاں میں  
 میں نے فریڈ صاحب کو کہہ ملاذ فدا کو کھانا دیا۔ وہاں میں  
 وہاں سے ملک تھی۔

[illegible]



























[illegible][illegible]

اسی کو کہنا شروع کر دیا کہ :  
 "میں تو ایک ایک غلام کی طرح گزار رہا ہوں۔  
 وہاں پر نہ تو ابھی اپنی جیب کا کٹیشن کر کے گاؤں  
 پہنچا ہوں کہ آپ کو کہنی آجاتی ہے معلوم ہوتا ہے...  
 آپ کیسا بڑا بڑا اور بڑا صاحب!"

اور کھنڈن مکان پر مبنی تھکنہ: جو بالی اپنے کمرے کے کنارے کا خاک  
 چھوٹی ہے۔ اب بالی آئینہ کی عالم میں آخری حادہ موت  
 کا فیہ دی ہے۔ یہ اپنی بات بچے کے باوجود قابل ماب کے  
 دل میں جو بات حق کی زبان پر آجی بیٹے میں سے نکلے  
 دیکھے صاحب: جب تک آپ بڑی درخواست نہیں کریں  
 گئے ہیں آپ کو میں سے جانے میں مل گا۔  
 ان کا کہنا بڑے صاحب: آپ کے لئے یہ کوئی۔







[illegible][illegible]























[illegible]

فکر کر پڑاؤں جھیل کے کنار اپنی پرورش دیو نگا اور بیسویں سائے  
 جھینگے لگا دیں۔ ہر دلی بھانکے انھیں بوندے کے کرستیں لگا  
 آن کی دھاریں اچھی کساؤں میں گر دیں یہی قہقہے انھوں نے  
 کے سپر کھینے ہونے تھے۔ ہر دلی بھانکے انھیں بوندے کے کرستیں لگا  
 سے بھی نہیں دیں آری تھی۔  
 رات کا آخری ہر رنگ پر دیو کسا ہوا انھیں لگا  
 سہارا دیا۔ انھیں نے سہی سے رجا۔

جب ہم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں نے غلیٰ سے کہا۔  
 وہ میرے بال جھوکے سر کو جھٹکے، نے گا، پھر اس نے مجھے  
 دوسرے طرف سے میں جھولا اور قہقہے آواز میں کہنے لگا: راجا، نور  
 ہوا کی لہریں آتا ہیں کہ ان کی کڑی ہوا کو تیرا دل کھینچ لے گی۔  
 پھر وہ لہریں ہوا میں تیرا دل لے لے گی۔ اسی وقت وہ کہنے لگا: اسی  
 لہریں کی وجہ سے تیرا دل آگے بڑھتا ہے۔ اسی وجہ سے تیرا دل  
 کھینچ لے گی۔ اور رات میں وہ سونا سا لہریں آگے بڑھتا ہے۔  
 کچھ وقت کے بعد وہ لہریں آگے بڑھتا ہے۔ اور رات میں وہ سونا  
 سا لہریں آگے بڑھتا ہے۔ اور رات میں وہ سونا سا لہریں آگے  
 بڑھتا ہے۔ اور رات میں وہ سونا سا لہریں آگے بڑھتا ہے۔  
 اور رات میں وہ سونا سا لہریں آگے بڑھتا ہے۔ اور رات میں وہ  
 سونا سا لہریں آگے بڑھتا ہے۔ اور رات میں وہ سونا سا لہریں  
 آگے بڑھتا ہے۔ اور رات میں وہ سونا سا لہریں آگے بڑھتا ہے۔

[illegible]











ہوتے تو اسی لمحے میری اکھوں میں جھنڈی سی لائٹ آتی، میں نے دواؤں سے  
چلو باب کو روادار ہونے والی عمر تک پیشوائی میں ملے لوہے کی تیرہ لکڑی کوئی  
بھاری بھر کمزیر واسطہ نہ دو، بلکہ باب کی تمام خاں صاحبہ کے بارہ  
ایک پر دارمی کے لیے براہِ فہم: باب نے دیکھنے دیکھنے میں سے  
میں جبرِ کبیر کے پر توڑنے پر پیشوائی میں نہیں تھا، وہ دونوں ہم  
سے چند کے واسطے پر نظر کرنے مانی کے ساتھ اسے والے پر سے دار  
کے گدھے سے بڑی تھک رہی تھی اس کاؤں ازل مناسب قہار  
جوان سے نہ کچھ دور رو گیا۔ دروازے کے دونوں پر سے دارمی کے گدھے  
بڑھتے تھے۔

[illegible]

اُن کا کہنا یا بند ہو جانا ہے اور ہاتھ پر لگے جو لگ سکتے ہیں۔  
 لہذا اگر وہ جس کے عمل دست و بازو میں نہیں لگ سکا اور اودھ نہیں  
 کرنا چاہیے کوئی ایسا کردار سنانے والے کا وہ فیض نہیں ملے گا  
 یہ سنا کر انہی سے بھر کرنا نہیں چاہیے کہ سنانے والے کو وہ فیض  
 کے نہیں بلکہ سنانے والے کا لگ چکا ہو وہ فیض نہیں ملے گا  
 ایک نیا فیصلہ کرنا پڑا ہے۔  
 جتنی دیر میں میں اپنے قریب کے چرواہے سے منٹ لائی  
 کی بات کہتا ہوں ان کے آن کی طرف تو مجھ پر اودھانے کے سوا  
 میں عموماً کر کے وہاں ان میں سے کسی کو نہ ملے گا۔



میں کی گئی تھی جس نے جلد ہی سے تینوں جیسے داروں کے کاغذوں اور  
بندوبستوں میں ان کے تمام داروں میں درجہ وار پھر دیکھ کر کہنے لگے تھے ان  
کی حالتیں اچھا وقت صرف بہتر تھا۔ ان صاحب اکابر کو کہنے لگا  
جیکے کہنے تھے وہ ان کے جسم پر لڑے ہوئے عداوت کا آغاز بھی نہیں ہوئی تھی  
تھی۔ بلکہ یہ مذاق کا کارن ہے کہ ان کی طرف کو کیا عداوت سے پہلے ہی ان  
نے اپنے تئیں ناب کر رکھا تھا۔ خدا اپنے سامنے مجھے ہندو کہتا ہے  
وہ مجھ کو ناب شک کے کہ وہ گناہ پر پڑنے پر بھگت کسی کی جیوں کی  
تلاش کی شریانی کی بجلی جیسے میں اپنا سرور تھا۔ پڑنے ان کے کوئی  
باتہ خرم میں سے باہر نہ نکلتے تھے۔ پھر ان کے کوئی بھی نہیں  
اس کا خدا کو شک تھا کہ ان کے پڑنے آئے آگے کی طرف وکیل کیا۔  
دور داز سے وہ مسلسل بہت سے وقت پر پڑنے پھر اس کا  
کے میں پڑ گیا۔ ابھی ان کا ایک ایک بات دھیان سے سنو پڑنے  
دستی کے کہ وہ دوبارہ ان کے نہیں رہے گا۔

ہرگز نہ پڑے نہ مرغوش میں نواب کو مخاطب کیا۔ نواب نے یہاں  
 چھ دنوں کی قیامت دیکھا اور کہا کہ آئی کی باہمی ہے۔  
 سے اس کا بازو پکڑا۔ وہاں کے پاس ابھی تمام قہرزائے نواب  
 سے اس کا ذی کی کڑی تکیہ کرنے کا ارادہ تھا۔  
 مگر نواب کسی وجہ سے غلام سے کہتا تھا۔  
 ہرگز تو میری کسی وجہ سے غلام سے کہتا تھا۔  
 قیامت ہو گیا تھا۔ جو میری کی قیامت میں اس کا بازو پکڑا۔  
 قدم سے زلیخا میں ہوگا۔ پڑے اس کی کڑی تکیہ کرنے کا  
 لیکن تمہارا اس کے ساتھ میں۔ میری بندگی کوئی نہ

[illegible]

ہر طرح کی کثرت کا نذرانہ نہیں آتے نہت ہی ہر جگہ خدا برقرار  
دیکھتے ہی دروازہ کھل جاتا ہے جیسے تختہ ہنریک رو می ہر کوئی جی کر  
وہ ہیں اس طرح ہی اپنے دنیا جاتے تھے انھوں نے ہی میں مرد کہ  
خدا ان ہی کو عود اسی صحت میں کھاتے ہیں یہی سارا میں  
ہی میں انکے میں۔



کہتے ہیں عہدہ یکیں نہیں رکھتے ہیں کہ اسے پاس ہی کر لے  
 چلے نہیں ہے، ہر ناب کو ساتھ لے کر اور سفر میں بیٹھیں گے  
 ہر ناب سے دست بردار رہتے تو قریبی مزارکوں میں جی کہ تم نہیں  
 رہیں، انھیں اپنے آقا کو کسی کسی طرح لے آتے ہیں وہ دیکھ لیں  
 کہ ناچا ہے جس کا کہ مال نہ جو اس میں رہے اس کے لیے ضروری  
 ضرورت ہو کہ پیسہ ضروری ہوتا ہے کہ روپے سے عہدے یا پیر  
 ہی کرتی تھیں کرتی تھی، کہتے ہیں انھیں کب تک دروازہ  
 نہیں کھول دیتا۔ جب تک ناب چلے پاس نہ ہو تو قہار  
 لے کر کھڑی رہتا، قہار میں اس ملک کے وہ رہے کہ کسی نہ

نے مذاق پر نظر جمائے جلے جماعتی گاہ کے اندر بوجھ لگا  
انشت میں جھاندا دیکھ کے اُن کے کڑے ہنسنے سے ہر دم گھبرا  
ہوئے اُنھوں نے یہ پائی آواز میں سر ہکا کے قلاب کو بند کر دیا  
قلاب نے ایک تانے کے ذخیرے کے بعد اپنا بھاری سر جھکا  
میلے پیسے دار پھٹے۔ پونے لے کر گئے، قلاب کے ہر ہوشیار پر  
جنہیں نہیں ہوئی۔ آخر بچے داروں کو دس سے سنا پڑا۔  
اُن کے ہاتھ نے دوبارہ کھلنے کی آواز آئی۔  
مروڑ بچے داروں کے دھیمان سے گزرتی عربی کی فسیل  
سے باہر آگئی۔

[illegible]

تم نے بدلی کوئی زمیں نہیں ہے۔ ہوا اترے تو عرب  
 جانتے برا بھروسے ایس برس کہ نہ یہ آفریں نہ اٹھاتا  
 وہ اور آفریں نہ اٹھائے کہ کوٹ کے درجے کا نہیں ہے بروی  
 آواز تیرا ہی تھی کہ نہیں سوئے گا کہ وہ سلاسی آدلی ہے آفریں  
 قدم میں اپنے کو اٹھانگ ویاہر وادی کہ باہر سلاسی میں اپنے  
 کر نہیں جھڑپاں کوئی باہر تھا کراچی جس کو اپنی لایا کہ  
 بات نہیں سنا تے  
 ہر جہاں سے کوئی مصفا ہی نہیں کر کے ہر جہاں سے تم



تھا۔ اور صحت بھی زندگی کے تمام حق کو ترک کر کے کابل کے ایلے ہے۔  
 ہائیکس میں جلتے تھے اور آگے پیچھے جس مرتبہ غور سے پکارا اور پائیس  
 جب بھی کھنکھائی کے نکلے گا اور ان کے سے دور جانا کا جھوکا کرتے ہیں  
 انعام بہ سب غلط کھنکھاتے ہیں۔ ہائیکس ایڈیٹر نے پھر پوچھا ہے کہ اور  
 اگر اتنے سے پچھیں گی تو تم کہانے کے افسانے زندگی سے بھی حاصل ہیں  
 کہے گا۔ ہائیکس میں نہیں نہیں تو وہ وہ فوٹات کہے گا اور یہ سب  
 مار کے پاس ملے گا۔

کی طرف بڑھ گیا۔ ڈانر اپنی نشست پر سوجھ  
پاڑ پر سوار نواب کے پیچھے ہی موٹر چل پڑی۔  
راتے میں خاموشی مچ دی۔

حقاً، مجمل شریعت کی وہی قیام اور رکش حالہ وہاں کے گرد تیار ہو کر پڑی  
 تھی۔ جسے دیکھ کر ہرگز بھی نہ سمجھتا کہ ایک اور شریعت ہو  
 گی۔ نہ اس کے لئے بنا اور تھا، اس کے لئے کسی شریعت کے لئے نہ تھا۔  
 اس وقت مجاہدین نے اپنی اپنی رائے خود پختہ کی کہ حق میں کیا ہو چکا ہے۔  
 اس وقت پہلے میں نے اس میں کسی کو رکھا ایک بڑا میں نے بھی کیا بلکہ میرے  
 چند دوستوں میں سے ایک صاحب نے قتل کے لئے میرے ساتھ بھی گیا۔  
 اس وقت میں نے اس میں کسی کو رکھا ایک بڑا میں نے بھی کیا بلکہ میرے  
 چند دوستوں میں سے ایک صاحب نے قتل کے لئے میرے ساتھ بھی گیا۔  
 اس وقت میں نے اس میں کسی کو رکھا ایک بڑا میں نے بھی کیا بلکہ میرے  
 چند دوستوں میں سے ایک صاحب نے قتل کے لئے میرے ساتھ بھی گیا۔

[illegible]











معلم بخدا ہی اور میں ہی۔ وہ بھڑکے لمبے میں بولا: آستانہ  
 شہزی قابل رکھی گئی سال، اہل سوز آستانہ آڑے سے بڑا زہر بھائی  
 دل بھیس کر رکھانے لگا کہ ہی کو لپٹا چڑا آستانہ! وہ جھڑبھو کے بولا  
 آستانہ کو تو فرماتا ہے کبھی باطل حق کا یں مانا ہے  
 محبوب ہم مان مئے تھے کہ ہر کہاں ....

بروز بات من میں ہوئی مگر کالے ہوا افسے کے چند آدمیوں  
کے ساتھ دو تین بار اسی سے ملاں آگیا تھا۔ کانٹے میں ہر سوسٹیا  
رو گیا اس قدر کہ ان کو اندر سٹ سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ہر کالے دادا  
کی حیثیت میں اندر لوگوں سے بھی برابر آئے تھے کہ دو روز سے یہ  
اور لوگ شعل کی کڑے آٹھنے مشورہ پاتے اندر داخل ہوئے وہ  
فادر جیل بھی ساتھ لائے تھے میرے میں ہر کالے سے بیٹھا تھے وہ  
کے پردہ آگیا کھانڈ پر پکلیں بھی پکاتے تھے۔ استاد دادا بھی یہ دیکھتے  
ہے۔ اس نے چھل کر نہ کیا دیتے ہوئے کہا۔  
جیل کی آنکھیں بھی جتنے تھیں۔ ملاں دادا وہ سر ہلایا ہوا  
ہوا۔ ابھی کچھ وہی گتا ہے۔

یہ نئے لمبی سانس کھینچتی اور دونوں ہاتھ سے کون پکڑ کے  
اسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا: "اُن کو آخری غم ابھی ضرور دکھ  
آسانی ہو جائے گا۔"  
"ہم کو معلوم تھا واو! یہ کس کے ساتھ ہے؟" قہر نے نسبتاً  
اُچی آواز میں کہا۔

چراہی کا مغربی اور باکے ایک ہر گیا تھا جمل جان  
تھو کھلا تو اپنی قید خانے میں پڑا تھا۔ خرچ میں تو ان سب منزل  
جایا پڑ سدی ان سیدھا جھکیں آگیا۔ اور کچھ ٹھیک نہیں تھپ  
لیں اس رات مل جاتا تھا۔ اپنی اتنا خانے سے قتل تھا۔ اسی جمل جان کے  
مہینے آنے کا سبب کا بھی کر نہیں۔ وہ اور سولہ نواب کا اور دو۔

۱۔ حالہ وادوا:۔ جب نعل نے بڑا کٹاؤ دیا کہ میں جانتا ہے  
 ۲۔ اسے روک دیا۔ کالے داوے نے سٹائی اور پڑاڑیوں کے کڑے  
 ۳۔ حالہ وادوا:۔ جب نعل نے بڑا کٹاؤ دیا کہ میں جانتا ہے  
 ۴۔ اسے روک دیا۔ کالے داوے نے سٹائی اور پڑاڑیوں کے کڑے  
 ۵۔ حالہ وادوا:۔ جب نعل نے بڑا کٹاؤ دیا کہ میں جانتا ہے  
 ۶۔ اسے روک دیا۔ کالے داوے نے سٹائی اور پڑاڑیوں کے کڑے  
 ۷۔ حالہ وادوا:۔ جب نعل نے بڑا کٹاؤ دیا کہ میں جانتا ہے  
 ۸۔ اسے روک دیا۔ کالے داوے نے سٹائی اور پڑاڑیوں کے کڑے  
 ۹۔ حالہ وادوا:۔ جب نعل نے بڑا کٹاؤ دیا کہ میں جانتا ہے  
 ۱۰۔ اسے روک دیا۔ کالے داوے نے سٹائی اور پڑاڑیوں کے کڑے

میں جیتی لیا ادا اس کے لیے کھڑی ہاؤں میں اٹھیں پھر نے ہوئے  
بولتا اپنے لیے تو تھا ہے یہ بھول ہی بہت میں مواظہ ہم اس کی  
باعل ضرورت نہیں ہے غسل کا اشارہ اس قبلی کی طرف تیار ہے  
والے شخص نے چپکے سے اس کے قدموں میں رکھ دی تھی۔

وہ شخص بدلتا جو سچے جہل کے ساتھ سمجھتا رہا۔ یہ منع نہ کرے  
 وہی باپ! اس نے اہمیت سے کہا کہ اہل چکر کی جانے کو استاد بنے  
 اپنے کو کسی قابل میں سمجھا، استاد وہی سے نفا ہے۔  
 نہیں نہیں۔ جہل نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”چھانکنا کا ہے کہ استاد؟ وہ اگر دھڑکی سے ہلائے اس شخص  
 اس کو خوشی سے لایا ہے سادہ رہتا رہتا، مہلتا۔۔۔۔۔“

”جانتے ہیں سرور! اشیاق ہم شوب جانتے ہیں پر کسی بھی  
 آپس کی رگوں کو قدرت پرستی تو آدمی پہنچ دیں گے۔“  
 کہتے نے مجھے ٹھوکارا اور مومگرشی میں تباہی یہ دل کرانے  
 دھڑھکاٹے ہزار کا ٹیکے وارے سالہ ہزار کا سارا جیتا چلنے کی کر  
 جاتا ہے ہر آگے پر آتا ہے۔“

تعلیق و محنت سے دو کسی آگے کا نشانہ نظر آتا تھا جس کی  
روح پر ہزاروں بڑی بڑی جیتی جیتی آہیں گھس رہا تھا اس نوالہ چودہ  
دل ناخوش اس کے قلیل اٹھائی اور لڑنے کے دنوں کے جس کے آڑ میں  
وہ لڑائی تھا کہ آگے کا ایک اور آدمی ایک کے جس کی پرگیا اور  
عمل کے پیریں پر سر ہار گئے تھے۔ فیکٹری کا نفعیہ سب سے خراب  
نستے نہ جوا لے لئے مجھ سے کہتا: آگے میں چھپا رہی ماریا  
فی سال ۱۳۰۰

[illegible][illegible]

دل بڑا اذاتھو کے پیچھے آکر آئے کی طرف تھی، لڑکے ہر طرف سے  
چوکی کی طرف آ کر بیٹے بظاہر ان کا ارادہ میں معلوم ہوتا تھا کہ وہ  
سب ایک دم اوپر آجائیں گے مگر کال دلا اذاتھ کے کہ وہ  
آویں سب انھیں روک لیا اذاتھ سے تاکید کی کہ وہ جملے سے کاہل  
اس وقت میری کھوپڑی اڑا کر ان کا کیا مقصد ہے۔ وہ جھل کر اذاتھ  
اذاتھ کی طرف بلاشبہ ہانک دیا وجہ سے کہلے سے غور نظر کرنے لگے۔  
اچھا ما بھوج تھا اور کس سلسل انداز سے آ رہے تھے۔ گراہی سلسل  
چلا لوسا۔ اس وقت گردنے کی دو جہازیں ہی بیٹھے رہ گئے۔ میں نے  
مشت سے جھل کی طرف دیکھی لیکن وہ پیر سے باتوں میں مصروف تھا  
وہ جا رہا تھا انھیں روک دیتا لیکن اسے جیسے کہ نہیں نہیں تھی بخلفی اور  
جھولنے کے ٹوکے جھل کے سامنے سے بنا کہ ایک طرف رکھ دینے  
گئے تھے۔ ان میں سے ہر قسم کی جھل آئے کی جھل میں لگا ہوا تھا۔  
بڑا دل دیکھتے دیکھتے ان کی ایک فطرتی بات ہو گئی ایک بات یہ تھا  
کہ وہ سب ایک سے چوکی پر پہنچا دیا۔ اور اس کے پیچھے جھل کے  
گئے ہیں اور اذاتھ کوئی چیز سامنے تو نہیں مہیں کرنا اس کے چہرہ  
اذاتھ کو دیتا ہوا کہ چوکی کی طرف آیا تھا پہلے میرا کھوپڑی۔

جملہ اعزاء و محسنین کو غلط فہم نہ آئے کہ مقصد میری اور میری  
 ایک ایک کے سلسلے میں اپنی مسرت کو اظہار کرنا ہی نہیں تھا، اس  
 کے لئے نہ تو کو سلامی پریشیں کرنا بھی تھا، نہ مگر جھگڑے کو، اور محلے کے  
 بعد انھیں یہ ترسہ اور کرے کا موقع نہیں ملا تھا، جبکہ اداہیں نہ تھا،  
 کہ تیری ہی پر یہ ترسہ باقاعدہ لگایا جاتی تھی، پہلے بھی یہی ہوا تھا، جس  
 کے لئے کالے داؤ کو بیان کو آستانہ تحریر کیا تھا، مگر اب اس کے بجائے میری آواز  
 سے ہر کسی نے آستانہ کے آئے پر یہ ترسہ اور کمالی ہے مگر تحریر لازم

کے ہرگز میں نہ کہہ رہے تھے، ان کی طرف اُسے سے ثابت دیکھ  
نہیں تھے، بازار کے گھر گیا تھے۔ جو کہ پاس چاہا نہیں تھے۔ وہ  
اپنی فریج کے مطابق مختلف انداز میں پیش کر رہے تھے، بعض کے  
پاس سٹائی کے دونوں اور بار بھولوں کی وہاں جو کچھ تھا بھل کے پاس  
صرف بھل تھے، سلائی سپر، بزرگروں میں بھی استاد کے سامنے  
ایک تریبا کے سلام کرنا کافی سمجھا جاتا تھا۔ وہ بیکٹری کے قدروں سے  
بھل کے پاس آئے، اُد کے لیے انیاد کے برعکس بھل کتنا چاہیے  
کنسٹ پناہ لے کر یہ کہہ سکتے آئے، ان کی مال جو ہر کسی کے  
منہ سے نکلتا اور کسی کے ہنر کے راز کے راز ملنے، انھیں مل چکے  
کہ وہ باتیں میری حالت میں ان سے ظلم میں تھی کہ جو کہ کوئی چاہے  
نہ ہو جائے، ان میں ملک اطول سے انھیں دیکھتا رہا، بیکٹری کی کیا یاد آتی  
تھی کہ سنے آئے، اگر کسی سیدھا، ہنر مند رکھا اسے پہچانتے میں بھی ایک  
لوگ ہو گا، وہ عملاً تھا۔ وہی عملاً ہر بدل کر کوسا کرنا تھا، ادنیٰ بار  
کی دگر بڑی کے بعد بھی باقیں آ یا تھا، چنانچہ مجھے جیسا اُس سے اور  
اس کے دوسرا نقیصوں سے مستند رہا، مختلف اس کے سبب سے لیا، وہ کبیر  
میری طرف متوجہ رہا، عملاً دوسری بھی زندگی چلتی ہوئی بھل سکتا تھا۔  
اس کے کہہ سکتے رہا، فو کی کی بیکٹری میں بھی بھل تھیں۔ بھولے بھولے  
وہ انھیں بھی خاص اچھی بھول تھیں، پلے سے براہِ مسلم برورد تھا، وہ  
دیکھ سکتے تھے، اُس کے ہاتھ جو کہ بھول گیا۔ میں نے اسے پہچانا  
وہ میری دگر میں چمک سہی اگلے کی، بیکٹری دوسری میں اس کے  
اسے میں ملنے لگا، انا شروع کر دوں۔ بڑا ہاتھ اٹھایا، لیکن یہ کاشی  
اس نے نہ کرنا چاہے، بھولے دیکھ کر بھولے دیکھا، اس کی انھیں بھری  
بھول تھیں وہ نہ سہے۔ بھول کے ہاتھ لگاتے، عملاً کو معاف کر دے  
داوا کرتا، کوئی اصول کا واسطہ اپنی آپ کو باطل نہیں پہچانتے تھے۔  
اس کا داغ کبھی نہ بھول گیا تھا۔ یہی سستا دیکھتا، عملاً اصل بھل  
گیا ہے۔ بھول بھول کر کس سے اپنا ایک کسی کو... اس کی آواز لڑ  
دہی میں سے کچھ نہیں سمجھا۔ وہاں بیٹھے رہے، بھولے بھولے۔  
وہ تو بھول گیا ہے، بھول کر اس کے ہاتھ لگاتے، فغان بھل لگاتے  
اسی نام سے لکھا تھا۔

[illegible]



کے کھانہ پانی آدھیں ہیں سے ۵۵ دو بجی پر سے سامنے آئے مغللوں نے یہ اور پیر کا بھی کیا تھا اور سوئی ندی کے قریب ہیں اس سے بات کرنے کے لیے پھر جانا پڑا تھا۔ دونوں کے بعد واپس پیر سے سامنے آئے پہنچ گئے ان کے کزنے اپنے بھروسے مغلوں پر کچھ بھی کرنا ہی نہیں چاہا۔ وہیں جہاں لوہے پر تے انھوں نے کچھ کرنا تو کرنا ہوتا ہے۔ پس اس کے دل میں لگنے بیٹھے ہے پیری اور والدہ محل کی گزشتہ مہینوں سے چھپ چھپ غمی نہیں اور محل کے بیٹوں میں ملائی کے طور پر آئے والی چیزوں کا دھیر گہا گیا تھا جب کہ باقوا آہیں اسی وقت وہاں کے جلنے لپے تھے۔

یہ مسئلہ سب سے بگ بگ عدلی دربار کا رکالے داروانے آنے والوں پر پابندی نہ کرنا۔ عمارت میں ہر محل سے سے موجود تھے وی اور پیر کے انھی کی تعداد اور نہیں تھی چھی جتنا یہ انشاں تھا، آئی پر نہیں تھی۔ ایک اور محل کے چند رکھنے کے سوا کسی سے بات نہیں کی سرکار اور انہیں ان کرنا یہ دوست بلے داروانے الگ ضرور چاہا کہ تھیں نے سکون کی ماسوں کی کالے داروانے لئے آئے والوں کو سخت مہاجرت کے باوجود کھلی انکار نہ کیا تھا اس سے بدست کوئی اور پیر نے کی کرشش کرنا، وہ چکی پر چلا آئے لیکن اس کے اوپر آئے ہی عمارت میں ایک سے کئے سکوت چھایا۔ کالے داروانے پلٹ کے دیکھا اور مضطرب سا ہو گیا۔ چائے مجال لوگوں کے بیچ میں ایک اور بڑا شخص دونوں ہاتھ آٹھے کھڑا تھا بھول گیا۔ بڑھی ہوئی اور اسی چلا تھا۔ کئے کئے کہ نہ وہ زیادہ قادر و حسی ہوئی انھیں ہر قسم کی بدلیں نمایاں تھیں اور غصہ کی کاگوشت تک رہا تھا۔ انھوں نے کف جال کو دے رکھا ہی ہے پیر سے تھے۔ وہ وہ چلا دھالہ لباس پہنے تھے نکال اس نے اپنے ہیرا پیکڑا آدی ہو گیا اس کی عمر تیس سے چالیس تھی۔ کالے داروانے ایک ہاتھ چھل کی حرکت دیکھا پھر تیزی سے چوکی سے اتر گیا۔ کہ ریشم کے ملازمین اس نے بڑے آدمی کا اس پر چلا اور مسکایا اور اسے ہاتھ چڑھے کئے چوکی پر آئے آیا، اور دھڑک دھڑک ہوئے لوگوں نے اس کے لیے راستہ چھوڑ دیا تھا۔ چوکی پر آئے لوہا دوست آدمیوں کی طرح چھل کے پر چھٹھا جاتا تھا مگر چھل نہ کھڑے ہوئے اسے گئے سے لگا لیا۔

مٹھا آدی و دیکھ اس سے ہلکا۔ بے غلہ ہوانا اس کی سمجھ بھی گئی۔ مٹی تھیں پر تیزی کی کھڑ ہو گیا۔ ان دونوں سے گلے مل کے وہ ہری طرف پناہ اور میرا سید مٹھنے لگا پھر تیس کالے چھپ چھپ لئے اس نے ہے اپنے آدھوں میں بچوا لیا۔ اس کے آدھوں میں اس کے ایک اور تھا۔ ان سب سے بڑے وہ چھوٹا ہی آواز میں بولا۔

نیک ایک بات کرنا ہے وہ میں چھوٹا میں وہ کئے کا جاشاہ

کیلواں مول دیا تھا۔ ان وقتوں میں اپنی ارحمہ میں نہیں جھکتے تھے۔  
 عیسویوں کے پاس گھر گھر گئے تھے ورنہ مذاہن کے مشرکوں  
 کو کیسے دانتے؟

اس کی آواز میں ایک گونج تھی جس نے تہذیب کے اسے سلام  
 کر کے ، بوجھانے کا اشارہ کیا۔ اس آواز میں جھلنے سے اس کا  
 شانزدہم کے اسے اپنے پیروں میں بٹھالیا۔ اس نے اسے پہلے نہیں  
 دیکھا تھا، وہ خود بھی یہ کہہ رہا تھا لیکن وہ اس کے ہی سے وابستہ کوئی  
 شخص ہو سکتا تھا۔ اب نہیں تو کبھی اس وقت اس کے اس کا  
 واسطہ ضرور ہو گا جو کہ اس کے سر پر بھی یہی خبر تھا۔ اور وہ اس  
 سبھی اس کے واقف معلوم ہوتے تھے ایسے واقف کہ اس کے اسے  
 پہلے پہل نہیں ہو گئے تھے اور اب اس کے چوک پر پہنچ جانے کے بعد  
 وہ بہت غور سے اور جھلنے سے اس کے تھے جھلنے سے ہی اس کی تہذیب  
 نفا نہیں لگ رہی تھی، مجھے متوجہ کر دو کہ وہ ہو سکتا ہے وہ خود  
 سے اس قدر قریب تھا کہ اس کے ہاتھ میں کانٹے بازو اس کے کمر  
 پر چھنا مناسب نہیں تھا اس کے جھپٹنے میں کانٹے ہلانے کا  
 کارواں اس کے آگے دیکھ دیکھ بڑھا ہوا تھا۔ جھلنے سے ہی نہیں اس  
 کی انھیں وہ دوسری تہذیب عزت میں فراموش جھانے کی تہذیبیں تھیں  
 ہی یہی پھر تو نشان میں کیفیت ملادی رہی، آخر یہ تہذیبوں کی  
 وقت کوئی بہت جھلنے نے اپنا ہاتھ جو کہ اس کا اور اپنی تہذیب  
 تھکے بازو کے تھکے میں ڈال دیا کہ ایک کمر ہاتھ کی تہذیب  
 سے تہذیب صادق سے عزت کے ہوا ہمارے اسے سمجھے وہ دیکھ کر  
 ساتھ جوئے دادا کے ہاتھ کو اسے تھکے جوئے دادا ہاتھ  
 کا کام ہوگا۔ وہ سر پہلے ہی طرح بھول دیا تھا۔ میری طرح ہوتے  
 ہزار ہا ہزاروں کی انھیں بھی بہت سے تہذیبوں میں تھکے تھے  
 سے جھلنے کے ساتھ تھا۔ سیکریٹری اس نے زندگی میں پہلے دیکھا  
 ہوگا۔ پہرہ بھی وہ بہت دیکھا تھا۔ جھلنے کا چارہ جوئے دادا کے ہاتھ  
 سے پہنچا اور جھلنے کے سے بہت سہولت چھایا ہوا تھا۔ جوئے  
 دادا کی حالت اب بھلا ہی ہوگئی تھی دیکھتے دیکھتے وہ فریض سے ہاتھ  
 مڑنے لگے۔ جھلنے سے اس کے شانے پر کہ اسے اٹھا اور اپنے ہاتھ  
 سے صفائی کا ایک کھو اس کی حوت بڑھا۔ وہ جوئے دادا کا  
 وہ ہزاروں سے شہر ہو گیا۔ اس نے وہ دیکھا تھی اس کی حوت دیکھ کر  
 بہت دیکھا اور اس کے ہاتھ تمام کے صفائی اس کی حوت دیکھ کر  
 اس نے کھڑا اپنے منہ سے لگایا۔ جوئے دادا نے اپنے ہاتھ  
 سے وہ وہ اپنی حوت کھینچنے کے ہی کوئی صفائی منہ میں۔ وہ  
 اسے اپنے پیروں میں پرے ہوتے ہاتھ کو نکال آیا۔ اس نے  
 یہ بھی اپنی تلازم میں اٹھا کے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھ دیکھا

یہ وہاں کی طرف منہ کیے کیجے کہ سونہارا بلبل نکلا کہ وہ  
مرا تو چل کر اوپر اس کر کے کہ نہیں اُس نے اسے بوسہ دے کے چپ  
میں دھک لیا لوگ پاگل سے ہو گئے اُن کی بے ہنگم دادوں نے  
بہشتی بلاؤں اختیار کر لیا۔ گرد و نواح میں دُور دُور تک شور مچا  
رہا ہوگا۔

کالے دادا دادا اُس کے ساتھ تھے کہ وہ سب آدھیں  
ہاتھ اٹھا اٹھا کے لوگوں کو خاموش ہو جانے کی تلقین کی۔ فطرتاً  
انہیں کسی حد تک کامیابی ہوئی لیکن افسانے کا رنگ ہی بدل گیا تھا  
پڑنے والے دادا کو اتارا دیا کہ وہ ہجوم میں نہ آئی تفسیر کیا شروع  
کرتے تھے کسی کی بات پر جو کہتے تھے دھکے دھکے مٹے گئے۔ لگتا ان پر  
بڑے خوشامد ٹیٹ پڑے حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ نہائی افزا طے  
موج ہے مگر جیتنا چھٹی میں ہو رکھت تھا وہ اطمینان سے کھانے  
میں تھا۔ پڑنے والے دانستہ کالے دادا کو بے شرمہ دیا ہوگا۔ لوگوں  
کا دھین جانے اور فضا بیلنے کی خاطر کالے دادا چوکی کے اسی  
پڑے سے اُس میرے کب لڑکر آئندے پڑے کے چھوٹا سا شکاف گھوم رہا  
تھا کسی چھری والے کی طرح کسی کے من میں وہ گلاب حاسن  
دیکھتا کسی کے من میں برقی۔ پڑے کے پاس پہنچا تو بلبل پڑے کے جی  
میں کیا آئی تو اس نے اپنے سانسے لڑا دے کالے دادا کی گردن  
میں لٹھ مٹے۔ کبھی کو جیسے ایک شرمندہ لگا۔ سب سے بڑھ بڑھ کے  
پڑی کی تھلک کی۔ چند لمحوں میں کالے دادا کا چہرہ اور سینہ چھوٹوں میں  
چھپ گیا اور جی سب کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ دادا دھڑکتے اڑنے  
کے آدھیں نے آواز سے کہنے شروع کر دیے کسی نے کالے دادا پر  
دیر کا مڑی تھلک کی تو ہر طرف سے سسکیں کی بارش پڑی گئی۔ آؤ  
کالیک عمر غصے آکے کالے دادا کی بات دقت اور فزائے لگا سب  
نے کسی کو اتارا نہ پایا۔ کہنے لگے کہ دادا میں ایک بکے کی سرور گئی  
ہے۔ کوئی شخص کسی پیشانی پرانی کا پھر لے کے چھاتی کر مٹتا ہے آدھیں  
جو سب لگا کسی نے کہا کہ آج وہ دادا کی ایک جھلک بچھلے تو خبر  
اُٹنے لگے دادا چھوٹوں کے ذہن میں لپٹ کے عجیب لگا ہوا  
تھا۔ دیکھیں اُس کا رنگ راب سے جتنا جدا تھا۔ ہاتھ تو نے جیسے  
خوش ہوئے ہوں کہ پھر اور دادا تو کے نشانہ تھے تو نے مجھے  
لے لے لے ہاں کان میں ڈر دیا۔ آنکھوں میں شرمندہ ہوا آگندے کے  
اندک کاغذی روپائیس سے بڑا دھیس برقی نہیں پٹنے کے قطار میں  
نئے نئے ڈبل بہت پھیلا ہوا تھا۔ دھیان کے وقت میں سانسے  
باز کرتے تھے نہایت ہی نہیں بڑی سی ہنسا اڑتا ہوا۔ جی وہ  
ہر گز لگتا کہ اس کے پاس چلا گیا پھر اُدھل چلنے کی اسل وہ سنہیلی  
ہاں ہوگا۔

جاس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کالے دادا نے چنبیلی بلی کی بھوک کی  
تسک دیکھی ہے وہ اُسے تھوڑے تھوڑے پرکاسے سے کالے دادا  
کو خاص آدمی جان کر پیش پیش تھا۔ کہہ داتا یہ ایلان سے ذرا  
باہر نکل کے دیکھو دادا اسدا بازار ملے گا۔  
کالے دادا نے جیسے کہ سنائی نہیں ہنسنا۔ اور اس کی  
پرستی میں کچھ کالے دادا کو ایسا کا کوئل جل گیا تھا۔ وہ اس کی چھتیروں  
لوہے باز ایلان سے اُٹا لٹفت لیا۔ دادا اس کے تھوڑے سے لوہے  
کو مٹھ کر دبی کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ کالے دادا اس کے  
کا کرتا دھرتارہ رکھا ہے۔ اب بھی جھل کے بعد سے کہاں آدمی  
وی دکھائی دے رہا تھا اگر آج رات میرے وہ خود کو بول گیا تھا یا  
دانتے تھلا دینا چاہتا تھا۔ وہ بھی میرے ذرا کوہا دیتے رہے تھے۔  
چھوٹ گئے تھے کہ اس بن بھلے نے بھی کہہ نہیں سکا۔ ذرا ایلان سے  
ہٹے گا سناں ہو گیا۔ میرے لیے یاد رہا یاد دہی کی کوئی قریب جیسے  
بہت دھن بعد ان کی زندگی میں ایسی رات آئی میرا جیسے بہت  
دھن بعد کالے دادا اور وہ سب ایک بار بھر مل بیٹھے میں بیلان  
سب بھی ٹھیک تھا مگر پھر کوئی ٹھکانہ نہ ملا۔ حالت میں  
کئی بلی میں چپکلی نہ جانے کس جانب سے چڑھوں میں کب نہروں  
نمودار ہوا۔ عمارت چھوٹ کے گئے کئی لوگ ایک دوسرے دیکھتے  
ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ درمیان میں ایک کتہہ دھارے ہو گیا۔ نوربان  
دائرے میں تھکی کے ماند پھرنے لگے۔ تھکے اور دادا تھکے پھر نہ لگے۔  
اس کے ہوس میں پورا بھرا تھا۔ کہ تھکی بلی اور دادا تھکے پھر نہ لگے۔  
ایک بھلی لوگ کھینچتے بھینچتے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ میرا جیسا کسی اور  
طوف تھا کہیں بعد میں میرے خورسے دیکھا۔ مجھے بھی تھکی  
آئی۔ نوربان کالے دادا کی تھکی آواز نہ تھا۔ ایسی صفائی درشتائی  
سے کہ نصیب نہیں آتا تھا۔ کالے دادا کو دھن کا تھکے باز نہ  
کے اور سب سے پہلے اسکے بازار میں چلا۔ چٹیل چڑھا کے۔ اور دادا  
ہوٹ دے کہ غصہ کرتا اور بار بار کندھا جھٹکا۔ بڑ بڑانے لگے کہ کیا  
بکا اور گندہ میری کے ماند پھری جہاں چدک بچدک کے ساتھ دادا  
ادھر خرسے میں منہ پھلا کے چھینا۔ خود کالے دادا کا منہ کے آگے  
بھرا تھا۔ اس کے مقابل گویا آئینہ دکھا ہوا تھا۔ آئینے میں اس  
نے اپنے منہ سے پلوں نہ دیکھے ہوں گے۔ تعجب یہ تھا کہ نوربان کو اس  
جیسی نہیں آتی تھی۔ اس نے چھوٹ کے انداز میں ہائے چنبیلی  
ہائے چنبیلی کی ملک شگفتا خدا لگائی۔ لوگ اچھل بھل پھرتے  
مزدوران کے پیٹ میں بل پڑ گئے ہوں گے۔ کالے دادا بھی چھل  
پڑا۔ وہ دیکھے میں پڑے ہوں گے۔ نوربان نوربان دار



کھلے دوا کے علاوہ اس نے دو مریض کے ہر مذہب کی جیسے  
 میں کسی کو ماننا نہیں تھا لیکن نوجوان کا انداز یہاں تک پہنچا جس نے دوا  
 تھا کہ تو ہی ہے امتیاز پر چلنے، چلنے کی مسکرا دیا تھا۔ پھر تو یہ حال  
 جو انہوں نے دیکھا تو زبان کی یہی کہ تھا کہ تو نے اسے اس کے ایک اور  
 شخص کو دیا لیکن وہ مکمل بد مذہب تھا۔ لگتا تھا کہ اسے تو یہاں  
 مٹھنے بیٹھنے سے اسے اسے سنے والے کی نسبت اس کو بہتر سمجھتا  
 تھا۔ عموماً زیادہ جی ایک اور ایک کی طرف سے مصلحتی دلوں کے  
 کے تشریح پر کاربہ دونوں دنیا کی اس روشنی سے متعلق ہوں گے۔ انھیں  
 دنیا کی آج کی مختلف باتوں اور انھوں میں برتاؤ بھی انھوں نے  
 شاہ کی طرح بڑے ہی جھل ایک اور مذہب کا کاربہ کیا۔ ان کا کہنا  
 کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ مذہب ہے اس کا اندازہ لگا کر اس شخص نے  
 تھا کہ اس کے کہ وہ دونوں وہ مذہب سے سامنے آئے کہ وہ بڑے  
 کھڑے ہوئے۔ میں نے انھیں سمجھا دیں وہ مجھ سے کسی بات کے ملنے  
 تھے۔ میں نے ہر جہاں سے کائنات کی طرف دیکھا میرے بلکہ اس نے  
 انھیں کوئی اشارہ دیا انھوں نے دیکھا میں اس وقت کے ہاتھوں  
 میں آٹھانے اور ایک دوڑنے کے خلاف معرکہ کر رہے تھے۔ میری دیکھ  
 سننا نہ تھیں کہ کسی اور کا نہیں اس مرتبہ وہ میرا سا گناہ  
 تھے۔ میں اپنے سامنے خود تھا ایک طرف میں تھا دوسری طرف  
 چاقو تو لے کر تھا۔ انھیں کوئی چھوٹا سا جھلک نہیں تھی۔ وہ ناگہان  
 تھا۔ وہ اس کے زور میں میرے شاہ کی طرح مٹا کر گئی تھی۔ وہ  
 باہل کسی کی طرف چاقو تھا جس نے لدا لے لیا تھا۔ ابلی اہل انھوں کے  
 ساتھ جھپٹ رہا تھا۔ سب کچھ ہی تھا۔ ہاں اس کے ہاتھ کی طرف  
 بھی کم نہیں رہی ہو گئی تھی۔ اس وقت بھی سب کے زور میں  
 مگر کوئی جی میرے شاہ کی طرح نہ ہوا۔ باقی ہوئی ہر طرف  
 دھوکا ہو کر اس میں انھوں نے چلے تو اس دھوکا کی طرف سے اس کے  
 گھومتا رہا اور اس کے من سے یہ سن رہا تھا کہ وہ دھوکا  
 آتا تو اس نے اٹھ کر چلا دیا۔ اس نے گڑبڑانے کے بعد بھی انھیں ایک  
 ایک بات یاد کی کہ اس طرح میں دیکھا تھا کہ سب کو بلکہ سب کو  
 بچا دیا تھا۔ وہ کہیں دیکھتا تھا کہ باقی باقی ہوں اس کا  
 مٹنے میں آگ لگا رہا تھا۔ اس نے کف نکلتا اور ڈکڑا، دونوں  
 نوجوانوں سے لوگوں کے احوال کو مطلب ہی تھا کہ وہ آج چلی مرتبہ  
 نہیں یہ ہانک چلے گی ہی بار دیکھ کر میں نے مجھے جیت لیا کہ وہ  
 لڑائی میں اتنے بڑا ہوتا ہے چاک دست ہیں اپنے ہاتھوں میں  
 ہاتھوں سے چادر چھوٹے ہوئے ہیں اور ہاتھوں میں چادر لپیٹ  
 لیتے ہیں لیکن یہ عالم ہے تو اس میں دونوں کمال کر سکتے  
 ہیں۔ انھیں نے اس کی طرف کشش کیوں نہیں کی؟ سب کی کسی  
 قسم کے اندھا دقت کی گڑبش میرے چلنے کی ہر طرف لکھ رہی  
 92

آگے جب شاہ کی طرح باہل کھڑے ہو گیا اور اس نے اپنا چاقو  
 دیا۔ وہ کچھ نہ ہوا جس پر کیا اور پھر اسے لگا۔ میں نے آٹھانے میں  
 بدلے ہوں گے اس کا چاقو میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے اس کا  
 اپنے کھینے اور اسے منے انداز میں اس کی طرف بڑھا کر اس پر  
 چلنے کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں رہا۔ اس کے ہاتھوں  
 عمارت کی دیواروں اور دلوں سے ٹوکنا تھا۔ پھر اس نے  
 شاہ کی طرح دلوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس کا چاقو اس کے  
 وہ اپنے گڑے سے ستر مٹی کی کوٹش کر رہا تھا۔ آگ اس کی  
 حواس باہل کی ہوئی طرح تھکتے لگا رہے تھے۔ اسے ہاتھوں کا  
 سال ہی نہیں تھا۔ چھیننے کے بعد ہی اس نے ذرات میں تختہ  
 کا گنگ جھپٹنے کے لیے خود کو اس بلے شری پر تیار کیا۔ ہر گناہ میں  
 نے اسے مجبور کر دیا۔ ہر گناہ۔  
 ہر گناہ میں اس کی گڑبش اور چھوٹ کی خوشی ہوئی تھی۔ اس  
 حوت کر کے میں نے اسے سادہ میں چلے کھل رہی تھی۔ اب ایک  
 کھینے تھے۔ میں نے چلے سے۔ ہر گناہ میں لگا رہا تھا۔ اس کا  
 اور میں نے اس کے آگے آگے نہیں لے سکتا تھا۔ اس کی  
 اور چھوٹ سے اپنی عرش دیکھ کر اس کے حواس ہر گناہ میں  
 آگے سے وابستہ ہیں اور چھوٹے زور سے ہاتھوں پر ہاتھ  
 تھپتھپاتا رہا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے  
 ایک وقت آگے اس کا حیران آگے آگے آگے آگے آگے  
 میں آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 میں وہ ہو کر چھوٹے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 تھا کہ انھیں چھوٹ کر رہا تھا۔ انھیں اچھی طرح ٹوٹا تھا۔  
 کر چھوٹے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 دلوں کا آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 ہو گیا جب انھوں نے چھوٹ کر رہا تھا۔ دیکھا اور دیکھا ہو گیا  
 اور یہ ان کے لیے نہایت مسرت اور واقعہ ہو گیا۔ مسرت کا  
 وہ اس کے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے  
 لیکن تھا۔ سب انھیں کوئی دیکھ کر نہ رہی۔ چھوٹے چھوٹے آگے  
 ہر تہی کے منظر میں ان کے شہر شہر کے لیے سادہ سادہ  
 کا تصور کیا جا سکتا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 کے کسی آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 حیران آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 یہی معلوم ہوتا تھا کہ آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 چھوٹے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے

بھل کر انھیں نے کھینے سے کھینے کا آگے آگے آگے آگے  
 آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 جی جی جی جی جی جی جی جی جی جی جی جی جی جی جی  
 میری نگاہیں ان کے کھینے کا آگے آگے آگے آگے  
 کے لیے سب کچھ آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 پردہ تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 زور آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 نہیں کر سکتا۔ میرے بعد یہ ہو گیا تھا۔ آگے آگے آگے آگے  
 رہی تھی۔  
 لیکن انھیں گڑے میں دقت کا احساس نہیں تھا۔ وہ دونوں  
 زور میں آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 ایک شعبہ ہائے لی۔ اس کے کھینے کے کھینے کے کھینے کے  
 سب کو دیکھا اور چھوٹ کر رہا تھا۔ اس کے آگے آگے آگے  
 دیکھا چھوٹ کر رہا تھا۔ اس کے آگے آگے آگے آگے  
 اس نے اور اور اور اور اور اور اور اور اور اور اور اور  
 کسی کی بھل کر رہا تھا۔ اس کے آگے آگے آگے آگے  
 ایک آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 اس قسم کے اور کر رہا تھا۔ دیکھا۔  
 شعبہ ہائے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 تھا کہ وہ آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 دلوں کوئی سامنے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 کوئی انھیں بے لطف کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے  
 نے کھینے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 گھٹیت کے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 میں کی انھیں سے بار بار چھوٹ کر رہا تھا۔ دیکھا تھا کہ آگے  
 اس کے چھوٹے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 چھوٹ کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 ہر گناہ آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 کے لیے اس میں آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 کی پہلی ہوئی۔ خود آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 سب کچھ تو چھوٹ کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے  
 سے چھوٹ کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 کہ تھا تو ضرورت نہیں تھی۔ اس نے کسی سے چھوٹ کر رہا تھا۔  
 چھوٹ کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 سے بھل کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے

وہ اس کے چھوٹے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 عموماً زور آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 کھینے سے کھینے سے کھینے سے کھینے سے کھینے سے  
 گئے۔ سب سے چھوٹ کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے  
 گندے کھینے میں چھوٹ کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے  
 آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 ہیں۔ یہ سب کچھ آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 سب کچھ آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 میں سے میں سے میں سے میں سے میں سے میں سے میں سے  
 نے میں سے میں سے میں سے میں سے میں سے میں سے میں سے  
 کبھی نہیں دیکھے تھے۔ میری میں ایک بڑے کھینے سے  
 لے گئے تھے۔ اس کے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 نہیں ملا۔ لیکن میں میں میں میں میں میں میں میں  
 کبھی بھل کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 گڑبش کی کہیں لے چھوٹ کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے  
 دھڑکنے کا تھا ایک بار میں نے آگے آگے آگے آگے  
 سوچا۔ کوئی بھل کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے  
 ہے۔ یہی دیکھا آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 کے چھوٹ کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 درمیان میں بھل کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے  
 متاثر نہیں ہوئی تھی تو اس نے آگے آگے آگے آگے آگے  
 اور چھوٹ کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 بے چھوٹ کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 زور آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 سے اور قرب ہو گیا تھا۔ اس سے کچھ کے لیے لگا دھڑکنے  
 تھا کہ وہ ٹوٹ کر رہا تھا۔ آگے آگے آگے آگے آگے  
 کیا بات ہے؟  
 کہ کھینے جانی ہیں نے تو ہی آگے آگے آگے آگے  
 کب جانی گئے؟  
 کہ میں جانی؟ وہ پکیں پٹ پٹانے کے آگے آگے آگے  
 نہیں؟  
 کہ کھینے میں رہا ہے سالے ایک مہینہ چھوٹ کر رہا تھا  
 کب آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 نہیں آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے آگے  
 میں نہ ہلا کے رہ گیا۔  
 کہ کھینے میں رہا ہے سالے ایک مہینہ چھوٹ کر رہا تھا  
 کہ کھینے میں رہا ہے سالے ایک مہینہ چھوٹ کر رہا تھا



”ہاں!“ غصہ کی لہر نڈھالی گھٹا ہے مجھے دو تیزی سے  
 بھلا دو تو جیک بڑا بیسکے لمبے کا احساس اُسے بعد میں ہوا۔ پر  
 استاد کی بات چلنے سے وہ جیک کے کہنے لگا۔ اس کو کیا اٹھا  
 بیجا۔ نیچے اُڑ گئے۔ کسی کو کہتے نہیں ملتا۔  
 لیکن مجھے تو وہ ایسے جرم کے ہیں جیسے... میں تذبذب  
 سے اُس کا ترو دیکھ گیا۔

• گلابی سالے: وہ چل کے بڑا۔  
 • کیا تم قہقہے دیر کے لیے اٹھ نہیں سکتے؟  
 • کیا ایسے: وہ تنک کے بڑا اور لمبے سمجھانے لگا۔ سب  
 تیرے لئے: وہ سوسے بیٹے کی لڑائی، رشہ کی بی بی سے اٹھ جانے  
 گا تو ہوا کی کھر جانیں گے۔ کہ بلیں کے استاد کی منہ بنائے گا۔  
 مگر سہ قہقہے: (۱) مگر گلابی: وہ چل کے بڑا۔

لے لے لی تھی بنگرا بھی وہ سامنے ہی آئے تھے انھوں نے اپنا  
مواخروں میں کیا تھا قمارت پر ایک طے کے لیے کتر سا  
ہنگامہ کے باہر سے یکایک مسند دھماکے سنائی دے تھے۔  
سب ٹوٹ کے دوڑنے کے طرف دیکھنے لگے اور اسی میں وہاں کوئی  
جھکسا ہوا بڑی بڑی لباس میں طیس نہیں مریں وہاں سے پر

خوشی کی اس گھڑی پر، انہوں نے کسی سے چھپا دینے سے  
 "لیکن طاقت ور گھنٹی ہے۔ بجز بھولنے کے وہ اصل نہیں کیا  
 "رات تو اب ختم ہو رہی ہے مگر وہ مکر کا زمانہ ہے۔  
 "صرف آپ کی امداد سے مطلب ہے۔ ان دنوں بچوں کو  
 "کچھ سکھانے کی ضرورت ہے۔ ان کے دل کے اندر



[illegible]

کہہ کر ایک تارابی خود کو کٹی رہی اور باقی آواز جانی رہی  
 پھر رزکوں نے اس کی ناک میں سے ملائی شروع کی۔ لوگوں کی خاموشی  
 اور انھوں کی جگہ تباہی جی کدہ تارابی کا کانٹا سننے کے لیے نہ  
 ہیں ہیں سے قبل پیر، پیر، پیر اور کاتے دیکھو اور کاتے کے  
 بائیں میں بائیں کوئے نہ تھا، کانے کی جڑوں جہاں وہ کھاتے تھے،  
 آواز کا آواز چھوڑا وہ گلاز دس نشہ اور گرجہ دینے تارابی کی آواز  
 جس آواز کچھ نہیں تھا پھر بھی اس کی آواز میں کرتی ایسی ہست  
 فرد واقعی کسب برکت ہوئی تھے سوہا ہر ملنے میں اب کوئی کار  
 نہیں تھا سرگرت تارابی کی آواز سے ہر دار اور تار و ڈانڈ آ رہے  
 تھے وہ ایک وہ بیٹوں ایک دوسرے کی آواز میں آواز ملا کے کوئی  
 رہیں پھر لوگوں آٹھ گھنٹیں گھنگر آتھوں نے سٹل سے اندھ کھٹے  
 تھے تارابی سے تار سنبھال لیا اور لوگوں اس کی آواز کے ساتھ  
 ناپنے لگے۔ اب گھنٹے تارابی کی آواز ان کے ہاتھ پیر  
 گئی ہے ان کے بدن میں نیل ہو گئی ہے۔ وہ کدہ تیل میں  
 کی دوری تارابی کی تحویل میں ہے تارابی چہرہ ہاتھ پیر  
 گھماتی رہتی ہے تارابی کار میں تھی۔  
 بھو میں تھی میں خیر تارابی ہے تن کے نیچے ہیں  
 کسی سے آج جڑی ہے پر وہ ہیں ان کے نیچے ہیں  
 ساز بھی اس کی آواز کے ساتھ نال مل گئے لوگ ہر طرح پیر کرنے  
 بھڑکنے سے لگے۔ لوگوں کھٹے اور نہ میں بڑبڑاتی رہی نہیں  
 مگر ان کی ہنسنے پوری پوری پیرنے کے لوگوں کی جانب تھی۔ پہلے  
 ہی شعر پوگ ٹوٹ اور چاندی کے رشتے نہ لگے۔ لوگوں  
 نے ناپنے کے ساتھ تارابی کے سر میں رشتہ کا کار شروع کر  
 سادی عادت میں آگ ہی لگ گئی۔ ہر جانب سے لوگ اٹھیں باقی  
 طرف توجہ کرنے کے لیے لوگوں اور سٹل کی جھک دیکھنے لگے۔  
 وہ غصہ کرتی تھی اور ہاتھیں بھی اور۔ لوگوں اس کے سامنے بھی  
 پینٹیں وہ انھیں میں تھا ہوا ٹوٹ اور پینے دایمیں بائیں گھا  
 تہا۔ لوگوں اس وقت تک اس کے سامنے باقی نہیں جب  
 ایک وہ اپنے سر پہ سے دست بردار ہو گیا اور باقی لوگوں  
 باقی نہیں تھیں کہ پیر میں غصے یا قریب کا کوئی اور شخص ٹوٹ  
 جلال کے جھٹ ان کے آگے کہ تہا انھیں دیکھ کے بار بار لھے اپنی  
 ہی کا حیان آنا رہے تھی نہ رپ بدل کے پیر سامنے آگئی  
 ہو۔ وہ جی ایس ہی ایک ایک کے اور حکم کھٹے کرش ہیں  
 سے رپ لیتی ہوئی ان کے کٹھوں اور طرح طرح کے کٹھوں پیر  
 سے مسکر کے دھاتی ہوگی۔ وہ غاب جوئی کو مستقل اپنے گھلا  
 ہاتا تھا۔ اس نے جیتا تھا کہ فی جیتا تھا۔ جی جیتا تھا۔ جیتا تھا۔  
 جن اور کوئی کوئی سنی اپنے اور اپنے ایک مدد و تہا ہو سکتا

[illegible]

لے، اپنے منہ پر کڑوا کھسٹنا شروع کر دیں۔ یہیں روکنے نہ دیا۔  
باد بھٹا اور دوسری دوکل میں ٹھن سکن دیا۔ چھ بجے اُن کے کوئی فلاں  
تھیں، اُن کے ہرے سر پر سگن کے ہماری چوٹی جلی بڑھ رہی۔  
کے کھن کھناتے ہوئے ہرے کے چاروں طرف بھگتے ہوئے لے سخت  
سے فیل کر دیکھا۔ وہ چھوٹے لگتے بھٹا تھا۔ اندر بڑی کڑوا لگی  
پر کڑویں اسی کا کڑوا چھوٹا تھا۔ اُن کے کالے دھاسے کے کھن  
دھک دھک کر رہی ہیں۔ انہیں ایک شخص نے سگن کا کوئی اور تھی یہ  
بلا کا چھری تھا۔ کئی دن قبل نے واپس کر دیا تھا۔ وہوں لوگوں  
تھوڑی دیر تک بھی کافی رہیں۔ چھ بجے اُن کے اُن کے  
دریا میں چلی گئیں۔

چکر پر سکوت چھا گیا۔ ایک بجے اُن کی دھبہ پہلے کانٹے  
لگا۔ واپس طرف کھڑا ہوا ایک شخص پہلے اودھ بے لگیا۔ وہوں  
تھا اُن کے منہ لگا۔ اُن کے ہاتھوں میں کڑواں تھیں۔ کھڑے  
پہلے بھی اُن کے لڑکوں پر بست سے راپے بھگتے تھے، اُن کے  
لوگوں کو درود پر تک اُدھر ہاں رکے دکھا۔ حساب بھی اُن کے  
مضطرب تھوں میں ہی تڑپ بھی معلوم ہو رہی تھی کہ اسی کو طرف  
دعا میں تھی کہ سائے ناسی کافی تھی ہیں۔ وہ ایک تڑپ نے لکھیا  
کہ بڑھ بڑے ہاتھ بڑے لڑکے کو کشت بھی کی تھی اور اُن طرح  
طرح کے اشارے کرنا تھا۔ کسی سینے پہ ہاتھ ڈالنا، کڑوی اُن میں  
جنا، کبھی دیوالی کی طرح سر ہٹا لینا، اُن کی اکھیں کے غماز اور  
مضطرب یہ اشارہ لگانا، چاروں تھیں خدا کو وہ کوئی لڑکے کے چہ  
شاید وہ کاروباری کے پیچھے چلے آئے تھے۔ اُس لیے کہ انہیں اُسے  
بیس نے کہیں نہیں کر دیا تھا۔ چہ بیری کے انھوں نے وہ وہاں باہر  
اُن نے ہوا تک اُسے اُن کے ہاتھ نے شرم سے کہے، کبھی میں  
نے اُسے دیکھا تھا۔ اُن کے بارود کے لوگ اُس کا خیال کر رہے تھے۔  
ڈبل ڈول میں وہ چڑھا چکا تھا۔ ہاتھ پر کا بھلن چہ بارود اور کڑوا  
موتیں کے قریب۔ اُسے سے متعلق معلوم بھی نہ تھا انہیں بھی۔  
چکر سے واپس ہٹنے کے بعد لوگوں اُن کی طرف ہٹنے کے بجائے  
کسی اور طرف چلی گئیں۔ وہاں کی اور گرگ ریشہ اُن میں اپنے منظر  
تھے۔ یہ بات اُسے ناگوار دلا رہی تھی اُن نے طوطے کے اُن میں اپنی  
طرف آنے کا ایک طرح سے محم وہ لوگوں اُن کے پیچھے کے سگن  
اور انھوں انھوں میں غصے کا اشارہ کیا۔ کبھی اُن کے پیچھے نہیں  
ہوئی۔ وہ چلنا بڑھا رہا تھا۔ لوگوں کو دوسری طرف دیکھ بڑھنے سے  
فرصت نہیں مل رہی تھی۔ وہ محض انتہائی بے حس ہو گیا، غداں  
کے پاس چلنے کے لیے رسیاں تڑپنے لگا۔ بہ حال اُن کے قریب کھڑے  
ہوئے لوگوں نے کسی دیکھی ہوا اُسے رکے رکھا۔



پھر بعد از انکیاں میرا جس کے پاس پہنچیں۔ میں نے مظلومی  
 نرین ایک کا ہاتھ چھوا لڑکی کے کمال لیے تھے وہ مظلومی مظلومی  
 میں اور لڑکی میں ملائی ہوئی تھی۔ لڑکی اور سہلے سے وہ کوئی  
 لڑکی تھی جیسے کہی دیکھنا ناچ کا کاری ہو۔ وہ بری طرح کھرا  
 لیکن میں نے خود بخود دیکھا اور سہلے سے میری ملائی چھڑنے کی  
 شش جلدی دیکھی شاید کسی آدمی نے گرفت اور سخت کر دی لڑکی  
 صراحت پر بھگت کے کنارہ پر ہونے لگے کھانے کے پورے  
 نے گھس کے ساتھ میں نے آتے سر نہ لیں کی اور دوسرے لوگوں  
 پر جوری کا اسان لڑنے کے لئے اور دوسرے نے پتھر توڑا  
 لڑکی کا ہاتھ چھڑا اور ہاتھ میں جھوٹے ٹوٹ ڈانٹنے  
 دھول لڑکیوں کے دھن میں چھبک دینے میں نے برے عہدہ  
 لڑنے میں بھی محسوس کیا۔ پھر گلابی روپنے والی لڑکی سامنے آئی تو وہ  
 متناظر رہا۔ وہ صبر و تحمل کی لڑکی تھی کسی کے گروہ نہ ہو۔  
 پر پتھر توڑنے سے بھگت کے تیزی کے ساتھ دوسری طرف کل  
 میں نے شخص نے فرما دیا کہ کچھ اور ٹوٹ کال لیے تھے۔ لڑکیوں  
 ہاں میں میرا ہاتھ تھامے۔ وہ دوسری طرف چلے گئے۔ کچھ  
 کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے انھیں سے نماز میں آدمی کی طرف  
 میں وہی دیکھا کہ وہ انھیں مسلسل بلاتا تھا۔ کبھی بار بار کچھ کے دوران  
 میں نے انھیں سے ان کی طرف دیکھا۔ میں نے ان کے پاس  
 نہیں۔ میں نے ان کے قریب کے لوگوں کے پاس جاتی رہیں۔ اس  
 نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ اسے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اس سے  
 متاثر نہ ہو سکا۔ میں نے سب کی ہجو کر دی۔ وہ بڑے تھیں۔ انھیں بلایا۔  
 لڑکیوں نے بھی ان کی طرف سے دیکھا۔ وہ یہ ان کی بھی کوئی غلطی نہیں  
 ہوئی۔ ایک شخص کے لیے بیان میں ان کی قبیلے سے غصہ آدمی کے  
 دل سے اٹھ گیا۔ یا لیکن وہ سخت شعل ہو گیا۔ لڑکیاں ایک  
 اس کی طرف چلی مابین شوشا پھر ہوتا۔ وہ نہیں نہیں جگہ  
 روپنے والی لڑکی نے تندہ ترش لڑکوں سے آگے گھر کے کھانے  
 کھانے کے سے اعلازمیں۔ وہ آدمی اپنے ساتھیوں میں کھانا تھا۔  
 انھوں میں خرم آزا رہا تھا۔ رگ اس کا بازو کھینچے اسے انھیں  
 کو کھینچے تھے لیکن اس نے ایک جھلنے سے خود کو زانو کر لیا۔  
 پتے والی اس سے دوز میں گئی۔ گول کچھ میں کھجے بائے۔ انھیں  
 کھینچے کا مرتع میں نہیں لے سکا تھا۔ وہ جتنی دیریں دوبارہ  
 ملنے والا نہیں کرتے۔ اتنی دیریں انھیں نے صبر کر لیا  
 دار لڑکی کی طرف بھیجا اور ایک خط میں دیکھے سے بازو  
 لڑکی کو چھڑا لیا۔ لڑکی کی بلانے کا آواز میں نے کچھ آوازوں  
 کہتے مگر نہیں گئے۔ مابا کی آواز کا مطالعہ کرتی۔ دوسری لڑکی جتنی

ہوئی اس نے جانیں چھوڑ دیں وہ سب کوشش کر رہے تھے۔ لوگ ہر طرف سے  
اس طرف پہنچے مگر غصے کے دھچکے آئے ایک ٹائیپ سے زبردستی کلاٹ  
نہیں ملتی تھی پھر کسی نے اسے تنہا کیا لیا جہاں تھا وہیں چھو گیا۔  
حالت بدتر ہونے کے لیے ناس میں ڈوب گئی۔ دھڑکنے سے پہلے  
اس شخص کو کوئی دالہ۔ اس کی دشت بڑھ گئی اس نے بیانی انازیں  
چلائے شروع کر دیا کہ کوئی اس کے قریب آئے کہ کرکشی کر کے وار  
وہ کچھ چلائے گا کہ بے کتے ہیں وہ لوگ کی کر دینا بالکل نال اور  
رہناؤں کے برسے لینے لگا۔ اس نے کتے بڑی طرح دھجکے تھے۔  
لوگ پہلے تڑپتی رہی پھر اس کے ملاپ پر دشت بھاگتی تھی اس کے  
منے کھینچ گئی جنہیں نکلے گئیں۔ یہ سب کچھ اتنا شروع ہوا تھا کہ  
گنگا برسے چھل پڑا کھٹے۔ پھر وہاں موجود ہو گئی۔ آئے  
پہلے سے ظاہر کرنے کا کوئی سوال نہیں تھا اور اسے دوسری پہا  
سکتا تھا۔ اس سے کچھ نہیں تھا۔ وہ وہاں اٹھنا شروع کیا۔ اس کے  
کے جھونکے اور دالہ تھا اگر کسی نواب لیکر کتنی سنی گاؤں تک رہا  
تھا۔ وہ لوگ سے کہہ دینا کہ اس کا زمانہ نواب کو اب کیوں نہیں  
پاکو۔ وہ قلعے پہنچے کوشش دھواں میں نہیں تھا۔ اس نے لوگ سے  
صاف صاف کہہ دیا کہ اب اسے کوئی اس سے نہ نہیں کر سکتا۔ جو کچھ  
وہ کہہ رہا تھا۔ اسے کر دینا کہ اس اب کسی کرکشی نہیں ہونا چاہیے تھا۔  
کسی کی بے کوشش ہو سکتا تھا۔  
سب کی نگاہیں کبھی چٹکی کی جانب اٹھو رہی تھیں کبھی اس  
شخص کی جانب۔ چٹکی پر بے سے حرکت کھڑا تھا کسی کی کچھ میں  
کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اسی مغللوں میں طرح طرح کے لوگ پہنچے ہیں ہر طرف  
ایسا بھی نہیں ہوا کہ کوئی سوچ سکتا تھا کہ وہاں کسی کے پاس نہیں ہوگا اور  
وہاں سب دھجکے ہو چکے تھے۔ کوا۔ ایک مرتبہ جب میں مل دھو کھٹے  
کے آگے پہنچا تھا۔ چٹکلے نے ملانے کے ساتھ آدھوں کو کھانے کا کیا تھا  
اور اسے کرکشی کی مصلحت تھی۔ تنہا نامی ایک آدمی اس طرف سے لگا  
رہا تھا اور اسی رنگ سے کچھ آگے بڑھ رہا تھا۔ اس نے بڑی ہولی لوگ  
کا ہاتھ کھینچ کے سڑا لیا اور لوگ کرکشی بھی کیا گیا۔ ہر جگہ کسی کا  
کے بغیر اپنی جگہ سے لیکن ہوا اس کے کرکشی گویا اس نے اس میں لوگ اپنا  
ہاتھ چھڑا چکی تھی اور آج دھجکے تھے۔ بات اس مٹی پر پہنچ کر چٹکلے  
سب کو بار بار سنا رہا۔ اب بعد میں کرکشیوں نے دالہ اپنے کے صحن میں اسے  
رہنے کے لیے کرکشی بھی کھینچے ہیں اس نے ان کو کہا کہ اب اس صورت باکل  
مغللوں میں سب کچھ ایک سامنے آ رہا تھا۔ اس شخص سے چٹکی کی نرسائی  
کرکشیوں میں تھے اور چٹکلے نے کھانا بنا دیا تھا۔ چٹکلے کو  
سناں ہوا کہ کرکشی نے کچھ اور دھجکے اور گوری زبردستی چٹکی سے کرکشی  
تیار دلائی کہ انازیں کل رہی تھیں دوسری لوگ کی انھیں بھی ہون

سے چوٹی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر تک لوگ گم غم رہے کہ اس ناگمانی سے کس  
 حد تائیں پہنچے جسے کسی کی آواز نہ آتی تھی۔ یہی کامی کام ہر گرجو جگہ  
 وقت سب کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا کسی نے اسے سلام بھیجے جس  
 کہا: "تو آج اس پر خوش ہیں آج اس کی پری جان کو کوئی ٹھہرے  
 نہیں چھین سکتا۔ وہ تیری حق اور سدا تیری ہے گی۔" وہ سب لوگوں  
 نے وہ دے دیے اور اچھی ہنسنے آواز میں ناپید کی اس کی طرح کسی  
 بچے کو یاد کرتے تھیں کہ اپنے تیرے حاصل کے کا کہ توں میں تیری  
 جان کو کتنے سے کون چھین سکتا ہے۔ وہ اب ناپید کیا جیتا ہے،  
 کس سے وہ آواز میں آئے کہ تو دیکھتے۔ مگر کتنے بچے نہیں تھا کہ یہ  
 باتیں اس کی سمجھ میں آجائیں۔ وہ ان کے بچے اور ہارنے لگا۔ اس  
 نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کے راستے سے ہٹ جائیں۔  
 "جانے نہ تھے!" ایک ایک ہالے در میان کھڑے ہوتے  
 بھولے داد کی لڑکھائی آواز گرجی یہ اب یاد خود شراہمت کرتے  
 "تھے تیری جان کو نہیں چھوڑے گا واپا! وہ لڑکی کے اہل  
 کا ہوسہ لیتے تھے دیر انھی سے بولا۔  
 "پری جان تیری ہے تھے! بھولے داد نے نرمی سے کہنا پان  
 بولتے ہیں! اپنی زبان دیتے ہیں!"  
 "ہاں زبان دیتا ہے۔ وہ زہر خندے بولا! اپنی جان دے بھی  
 تم کیسے زبان دیتے کہ بولتا ہے کہ سب لوگ پتلے کھڑے کیا تھا اس  
 نے ویشاد ہنس مہنتے کہنے کہا: "سالہا اب کھٹ کھٹا دھوکے بولتا  
 ہے کہ پری جان بڑے ہے۔"  
 "پری جان کو چھوڑے تھے! بھولے داد نے گرجتی آواز  
 میں دوا دے حکم دیا۔  
 "تھے نہ کہ بولے داد کے جواب میں پری پر ہنوک دیا اور  
 لوگوں سے بولا۔ "سے بہت چاہیں وہ نہ خود راست بنالے کہ  
 اس سے کوئی سخت ارادے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہیل اور خواہست  
 املا اور کھارو کو کرنی خراب نتیجہ بھی مل سکتا تھا۔ ہر سیدہ کاجی ہاتھوں  
 سے وہ ایسا بے ہوش نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کی گنگا بہر طوت  
 حق اور اس نے پری جان کو باہل بے ہوش کر رکھا تھا۔ وہاں نظریہ  
 سبھی جا فرمایا ناچتے تھے اور ان کی تعداد بھی کم نہیں تھی لیکن سب  
 کے ہاتھ پر سے روش گزرتے تھے سب معلوم کھڑے تھے چھیلنے  
 تھے سے کہ نہیں کہا ہسل اسے گھڑا دیا پری نظر ہی میں مرنے  
 کی تلاش میں تھیں اس کے آگے بے ہوش تھا۔ جو کہ اس کے تھے  
 ایک ہینے کا فاصلان حالات میں غما ہڑا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا  
 جب وہ کسی جانب سے ایک لمحے کے لیے غافل ہو جاتا تھے تھے

کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا۔  
لوگوں کے بار بار بھگتے اور بھرنے والی اکیلی بیوی کے  
باوجود وہ نہیں ملنا بھگتے کہ میں پہلی بار بیٹش ہوئی اور اس نے  
اُس کے قدم بڑھا دیے۔ یہ دیکھ کر سب ہر کسی کو بھرنے کے  
بھل گئے۔ پرانے نذرانہ کی طرح پوچھ گچھ کرنا بھرنے کے لئے رکا  
لیکن سچہ وہ بھی بگے بھرنے لگے۔ میں نے بڑا بڑا دروازہ شام بھی۔  
ہماری عقل و حرکت اس کے پاس نہیں ملنا اور شدت اٹھی اس کے  
ہسٹل جلدی جانب کر دیا اس کی تڑپ سے جلدی طرف مرکز  
ہر کسی کو سب اس کے جانب میں بھگتے تھے لوگوں میں سے کوئی  
اس پر حملہ آور ہو سکا تھا کیا۔ اتنا آسان میں تھا سچے سچ  
کے میں بڑھانے کو بھرنے لگا اور دوا کے گرل ملانے میں  
دیر نہیں لگی۔ پری ماں نے اس نے اپنی اوتاد اور تنگ کڑی  
وہ نہ چلا بلکہ پوچھی تھی کہ سستی نہ گئی میرے پر میں جھٹانے  
اور اٹھائیں اس کے سچے سے بندھی ہوئی ہیں۔ سب اس کی زور  
پر تھے لیکن ابھی ہر کسی سے سچے زور پر قدم رکھی تھیں اٹھ کر  
اٹھ کر کے سامنے شعلہ ساز نہ مٹانے کی دل و دوزخ سنا ہی  
اور مٹی اس کے ہاتھ سے چھڑ گیا۔ ہر نے اسی لئے پلٹ کے  
دیکھا۔ بڑھا بھگتے اور اوپر کی اپنی جگہ بڑھا اور اٹھیں بگے وہ  
اور اٹھا۔ بھگتے بھل کے ہر کسی پر بڑھ گیا۔ اس نے بھگت کے بھرنے  
دا کو اپنا پتہ باز دیا۔ میں بھی لیا۔ یہ ایک انال اکیلی نظر تھا۔  
میں سکوت کے ایک اوتاد اک غصے کے بعد ہر طرف سنا اور  
کڑا ہوا تھے کہ ہاتھ خون میں زور پا جوتا۔ اس کی لڑائی میں کچھ  
دیر سنا ہی تھی میں ہر جمع کو شام کو دل و پال گیا۔  
سب بھرنے والے کو دوسرے بھرنے بھگتے بھل کے ساتھ بڑھ  
نے بھی متفقہ ہوا اس کے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی ہر بار سے نکل  
گیا۔ بھگتے اور اوپر اٹھیں بڑھ آئیں وہ اپنا چہرہ چھپا سکیا  
بھرنے لگے۔ ہر شخص اس کے زور کے آواز سے بچنے لگا۔ بے تاب  
تھا اور اسی کے ہاتھ کو دیکھا۔ ہاتھ۔ میں نے بھی بے اختیار اس کا  
ہاتھ چڑھا دیا۔ وہ اٹھنے لگا۔ اٹھنے کے سب کی آنکھوں میں بھگت  
بھرنی تھی۔ اتنا صاف اور بڑھانے کی اپنی شخص کے سکتا تھا  
کا جانو سے بہت واسطہ ہوا۔ اتنا بڑھا دیا کہ میں تھا کہ بھل  
کے پتھر سب کی ہر بار کی توفیق اور اڑے کی ہر تھی ہے۔  
تھے کہ توفیق میں خداداد لوگوں کے بھرنے کے مسلسل اچھے بھرنے  
دیا تھا اور اس نے وہ نہیں پری ماں تھی کہ ہر کسی کی آڑ میں  
تھا۔ ہر کسی کے ہاتھ کی ہاتھ سے ہر بار اٹھنے کے ہاتھ اور سچ  
تھے کہ توفیق میں خداداد لوگوں کے بھرنے کے مسلسل اچھے بھرنے



پہنچتی تھیں تبادی قیاس کرتی تھیں کہ تو ہذا حق کا بڑا حصہ کاٹتا ہوا اندھ  
نیک گنہگار ہے۔  
چمکی پرست سے لڑی گئے تھے سب نے چولہے دادا کو گھیرے  
میں لے آیا تھا بڑی شکل سے کالے دلوانے انھیں داپس کیا اور کہنے کا  
تنبیاد ادا تو بھولے دادا کو پیش کیا اور تو جھلکا تھا۔ بھولے دادا  
نے اسے آنکھوں سے لگنے کے جھلکے سے گردیا۔ جھلنے کے انکار کا کردہ  
اس سے پلٹ گیا۔ بس وہاں بس۔ وہ جھڑپا ہوئی اور آوازیں بولا۔ یہ جھڑپا  
سچا اور سدا حق ہے اس لیے کہ ہم سے اپن کا دل بولتا ہے اس کو تم  
سے کبھی کوئی نہیں چھین سکتا۔  
یہ تم نے کیا سچا ہوا اور کیا ہوا؟ یہ میرے بہت اور اشتیاق  
سے پوچھا۔ ان سے پہلے بھی ایسا نہیں ہو سکتا۔  
"سب گیسو والے کا کہنا ہے ان سے کچھ نہیں کیا۔ کچھ نہیں کیا۔  
بھولے دادا آدمی ہوتی اور آوازیں بولا۔ گلتا ہے اس سے اپنے غلام کو  
معاف کر دیا ہے۔  
"بھجوا دادا آدمی آگاہ ہے بھجوتے ہیں شے اس کا ہوتا ہے جو شے  
والہاں دلازیں کہتا۔ ان کا بھجیں میں آج بھی تم کو کس طرح بولے کیا  
بولے۔ یہ تو آواز گلی میں چھنے گی اور اس سے کچھ نہ کہہا جا سکے۔ وہ  
اپنا سر بھولے دادا کے سینے سے ڈھونڈ لگا۔  
"بہی جان پرست سادھی تھا۔ مجھے اب ملے ہو تو نہیں تھا۔  
جھلنے کے ملائی کہ جالکے سکھ سے بھری ہوئی ایک پٹیلی دی اور  
آہنگی سے بولا۔ بالیاں ابھی اتھو دی میں آرا دانی۔ ان کا بھی غل میں  
تیس لانا چاہیے۔  
"ہندی کہاں سے ملاتی ہے ستاد۔ ملا دانی ابھی ایک لڑکی  
تھی لکھائی آوازیں بولی۔ آج پہلی بار گھر سے تدم کا لہا تھا۔ اُورھی  
مغل ملاتی ہیں یا بھی کبھی غل میں غل میں گئی ہیں۔ بڑا ہندی اُغیس  
آپ کی وجہ سے اچھلائی تھی۔ آخر تو زیادہ کچھ لڑکی نہیں مینا۔  
اس کی آنکھوں سے آنسو جھونے لگے۔  
"اسکا مال بے تو کچھ آنکھ کی چھان کی کوئی ہوتی۔ بڑا مال سے  
پٹیل کے چیرے۔ یہ معلوم ہوتا ہے تو نے اپنا دودھ نہیں پلا دیا۔  
"ملا دانی نے بہت سے اسے دیکھا اور دست چاہتی ہے ہندی۔  
ہندی کی کیا حال ہے کہ ستاد کے سامنے لب کشائی کرے۔ وہ دو ہفتی  
آواز میں ہی کہہ سکی۔  
"پہلی ہوتی پر کسی کو بے گاہک سے صاف کی بات کر لیتا۔ ملا دانی  
جھلنے سے من مناتے ہوئے کہا۔  
"ملا دانی اسے دیکھتی ہو گئی۔  
"میں نے میں اب بھی دیر رہ گئی۔ بڑی۔ ملا دانی کے چلے

[illegible][illegible]







لکھا تھا کہ کس ملک کی قتل و حرکت سے جنوں والے پا جھلی کے باہر  
بازار لے آئے کہ وہاں میں اس کے علاوہ انھیں یہ اندیشہ بھی لاحق  
تھا کہ اگر ملک بھری گشت گردی کا سبب بنے ہیں وہاں سے مائیں کی  
تلاش میں بھی ہو سکتے ہیں سرائیں خود کو محفوظ رکھنا تھا بلکہ  
وہی کچھ بتا دیتا جو میرے لیے ناپائیدار تھا۔ میری کڑی سی غی و ازل  
کے تصور سے جاوید بننے لگا تھا۔ نہ تو لے لگا کر جو تھن میں جب وہ  
بیش بہتے تو انھیں اپنی اعمول ریختن میں آنا چاہیے لگا رہی جو ہر وقت  
وہاں کے سہ پہر سالہ ہوائیں آ رہی تھیں۔ کائنات سے جو میں  
بولتا تھا، افسانہ ہی جوش کے آتے ہیں کہ میں ان لوگوں سے کئی خاص  
بات نہیں کہتی تھی میں اپنی زندگی میں جو میرے ساتھ رہتے تھے وہیں  
ماتے تھے کہ گاؤں میں کتنی برائی آتی تھی میں یہ کہیں نہ کہتی تھی  
آپ سے ان کا دل ڈبا۔ پہلے تو انھیں یہ پتہ نہ تھا کہ میں جوں پہ لے لے  
چراگ پرانے انھوں کو بڑبڑاتی تھی کہ میں کئی گاؤں کی کھمبہ گشتی  
رہی، پھر جب ملو پینچا توڑے صاحب (درمیل) انہوں کو زہن میں  
کی طرف لے گئے تھے۔ تو پورے ایک دن بعد پینچا قاتل قرار دیا۔  
زیرک نے پڑھ کے فوراً آدمی قتل و ڈراوا۔ استاد کو دیکھ کر آتے  
آتے مسیح بڑھتی گاؤں کی قافوت کل گیا تھا کہیں گیا رہے کھتری طرف  
ایک گاؤں جاتی تھی پناہ لے آئی سے سفر کا ارادہ کر لیا۔ وہاں سے  
چرواہی کی بیٹی گاؤں میں بیٹھ گئی وہی طرف سے ہم نے وقت بچایا  
تھا مگر آگے غمش ہی دلا ہوا تھا گاؤں پہلے کتاب کوئی سوال نہیں تھا  
بس جیسے اچھی پہنچے۔ کائنات میں اس طرف سے کچھ بولا۔

علمیں کچھ نہ آیا ہو۔ چہرہ حقیقت بھی اُس سے دور نہیں بلکہ جیسے  
 کہ ان کے ساتھ کوئی کرنے والوں میں سے ایک شخص دو خانا میں سے  
 شاہد بیکر محبوب کی ہندی کے آگے سے دل کرنا چاہتا۔ دیکھ  
 بھی اُن دو آدمیوں کے ہلے میں اُن کا شہس فزوں ہونا چاہیے  
 جھٹلنے چلا جاؤ دست آدمیوں کے سامنے حوصلہ نہیں ہوتا تھا اور  
 خود ان کے ذریعہ لے کر انی اخلاق انہیں نہیں ملتی تھی۔ اُسے کے  
 آدمیوں سے شہس پیش اُسے دلے ایسے دھاتات چھپے میں رہتے  
 اس واقعہ کی توڑی نہی کے علاوہ کی ایک تعلقت گرا کر گئی۔ واتنے  
 راز کو تھے پہلے ہی نہیں مگر اُسے کے آدمیوں کے سرے کو راز نہ  
 والی میں کئی شہس کو کرنا اور دیکھنے والا انہیں چہرہ ان کے شہس میں  
 دکھائی دیا ہے۔ وہ نہیں کی نسبت یہ اخلاق کا لے داکر کو راز نہ ملتی  
 چاہیے جسے آکا کی وہ سرے اُس نے راز دہے کی خاطر نہ کی ہر گز نہیں  
 یکن کے کالے دلا کو چہرہ میں گیا ہو گا۔ وہ آدمی دوبارہ لکھا جیسے  
 سبب وہ محبوب کی ہندی میں جیسے اُسے کا لک بکنا تھا۔ کالے دلا  
 کے وہ تمام غمراز ہارے ہو گئے ہوں گے جو آکا نے اُنہیں کے اُس کے  
 لگے تھے۔ ہر کوئی آکا جیسے ایسے ہی دن کے انتظار میں اُس نے آکا  
 ہر آکا کی دلاؤسی قبول کی ہو یا کسی اور موقع کے انتظار میں تھا بہت  
 کوئی جودہ شہس پر یا نہیں ہونا کہ آکا نے ہر نے آکا کے کو جذبہ  
 جاننے کے بعد اُن کا استاد ہو جودہ رہے۔ ہر حال میں اُنہیں کے میں میں  
 کو آکا کی بہت سی روشنی کی کوئی کین دکھائی دی ہو گی جو اُس سے  
 اُسے کو کین سکھاتا تھا۔

[illegible]

جملہ میں ہیں یا تو میں اس سے رابطہ رکھنے کا موقع نہیں مل سکا یا  
 ہرگز خود اجماعاً اندر داخل ہوا ہوں یا نہیں نہ ان کے سے کوئی یہ صوبہ بھی  
 حیدر آباد میں گزشتہ مرتبہ کے حالات اور ان کے متعلق کوئی  
 کے چہرے سے نہیں میں آتا ہوں کہ جسے جمل کے سرانے نواب عالم  
 تاب کا نام بھی آیا ہو مگر وہ شخص جو سرکاروں کے ایک دستہ کے  
 میں وقت پر پیش کرنے کے جائے رہنے کی وجہ سے آگیا تھا،  
 جب ہم عالم کو مستعمل میں آئے وہ اپنے تھے اور ہم نے بہت  
 قریب تک اپنے حق میں فیصلہ سے واقف نہیں ان نواب  
 گیا تھا جس بعد میں عالم کے اس فیصلے سے کسی کوئی غور و  
 نے نواب پر غلبہ نہیں کیا۔ کمالے اور اس وقت شہر میں کسی کو  
 ہاں سے میں کچھ نہیں تھا کہ ہم کون سے کاموں کے تھے اور  
 کو کہاں تھے۔ نواب عالم تاب کے امیر پر ہر گز نہیں  
 اپنے خون کی گرفت میں فرقی محسوس کیا۔ نواب کو اس سے بھی  
 یاد ہو گا خانہ کے اہل پر وہ کیسا حواسِ بختہ نظر آتا تھا۔ اس کا  
 جملہ لگا تھا۔



تصديق ہو چکی ہے اس کے بعد وہ دوبارہ دکھائی نہیں دیے، انہیں چھ سات دن میں واپس گھر پہنچ جاتا تھا اور اتنے دن گزار جانے کے بعد ایک دو تیس بیچ کے ہیں۔ حوالدار نے اس کی بات تو ترسے سنتی اور کسی ایک سال کیے جھلنے نہ کر سکا کہ ان کے کام مختلف تھے۔ علی گڑھ کی بیوی اور بیوی کی تھیں۔ موضع قطع کسی قدر مختلف تھی۔ حوالدار کچھ سوچتا ہوا اس سے سرری طور پر روزانہ چارٹ ٹیٹ کے دکھائی دیاں جھلنے لگے کہ اس کے دکھانے والے روز بروز جاتی کے خلاف واقعہ تھے، یہاں دہشت کے طور پر جاتی سے کوئی واقف نہ تھے اس لیے اسے اندیشہ ہے کہ کہیں ان سے کوئی اتنی پس رکرت کر سوز نہیں ہو گئی ہے۔ حوالدار ایک درمنداوی تھا اس نے اس سے ہمدردی ظاہر کی، پوچھا کہ ان خبر سے ہوشیالے لے گا۔ ایشیوش سدا اور پوچھتے ہوئے یہاں آگئے ہیں۔ اب جاکے باقی کی کسی سرائے میں ٹیپہ چاہیں گے۔

وہ مادھاب رڈ کے قہقارے کا علاؤ تھا۔ وہاں سے مل کے جھل ہوا آگے بڑھ گیا۔

کتنے کی زبانی یہ سب کچھ میری سمجھ میں ہے کہ آیا میری پٹ جاتی ظاہری دیکھ کے اس کے بڑھن پر چل پڑا سکا۔ ٹیٹ، انجیری سحر صوفی کی بھی جوتی سی سکر اسٹ۔ اس نے بتایا کہ باقی فاسلہ انھوں نے لکھ کے ڈھیلے لے گیا اور اندر گھر لے گئے۔ زیادہ وقت نہیں رہا تھا جب وہ ایک دو سے قہقارے بیٹھے۔ مجھے تو اس قہقارے کا گانہ جاباں ملے اور پھر لے لیا گیا تھا لیکن وہ کوئی دوسرا تھا نا تھا اور اندازاً پانچ تھیں۔ جھلنے وہاں بھی وہی دکھائی دیتی اور وہاں سے بھی آئے وہی چوب۔ ملائی وقت اس کی کوشش نہ کیا کہ دور ہو گیا۔ پھر کا کہ ہم شہر میں کسی بڑے عمارت سے دو چار نہیں بنے ہیں وہ قہقارے ہیں اس کا چرچا موز پر کیا تھا کوئی چیرا موزا دھڑکی جی سکتا ہے کہ کسی ایک علاقے کے قہقارے تک محدود رہا ہو۔ لیکن یہی کچھ سوچ کے جھل نے تیرسے قہقارے کی بار بار دہرائی میں قدم لکھا تو کچھ چلے وہ قہقارے میں چلاں اس کی کوئی دھن دور ہوئی تھی وہیں بہت سی انجینیں بڑھ گئی تھیں گی۔ تیرسے قہقارے میں اس نے اپنی روتاؤں کی تہہ تر سہر کی اور متعلقہ حوالدار سے کہہ دیا اپنے دو آدمیوں کی کمرشل کی رپورٹ کرنا چاہتا ہے۔ حوالدار نے اسے پزیرا کہ دیکھا اور اپنی دفعہ کا کتے کے بزل اس کے کان کے پاس بڑھ گیا۔

میں نے اپنی بے چینی خود تک محدود رکھی اور کانٹے سے پیش پوچھا کہ وہ موتی ندی کے پاس والا تھا نا تو نہیں تھا۔ میری ملامت سے وہ آہک سکتا تھا۔ کہنے لگا۔ حوالدار نے وضاحت نہ کی۔

”کیسے آدمی؟“

جھل نے کمر بوش ہلا دی جلدی اسے بتایا جو پہلے دو قہقارے میں جاتا چکا تھا۔ حوالدار نے روزانہ کے وقت گزرائی کی اور ہلا۔ ایسے ہاں کا کوئی انداز گذشتہ بیس دن میں نہیں ہے۔ جھل نے قہقارے کی اور کہا کہ کسکے ہے پولیس کے خوف سے انھوں نے اپنے صبح کا نہ تیلے ہوں۔ اس نے حوالدار سے اپنی پریشانی ظاہر کیا اور کہا کہ صرف اسی کی تلاش میں اس نے اتنی دور کا سفر کیا ہے۔ جھل نے اس سے درخواست کی کہ اگر وہ اپنا کچھ وقت نہ دے کہ گذشتہ دنوں کے روزانہ پوچھے پوچھیں سے نظر ڈال لے تو ایک پڑوسی کے ساتھ احسان کرے گا۔ حوالدار جڑ بڑا ہنسنے لگا۔

جھل نے کہا کہ وہ آدمی اسے بے درمندی تھے۔ ان کے لیے وہ شہر سے بڑے عمارت کے پاس فریو کے لیے جا سکتا ہے اور ریلوے پتے کے قریب کی اسے اتنی پریشانی نہیں ہے اسے اپنا ان دو سوز میں کامیاب جاننے کی غرض سے اور اس سڑک سے کچھ دور جھل نے جان پوچھ کے کیا ہو گا۔ اس پر حوالدار نے سزا بیاں دہنوں پر بار لیا اور کھسک کے ہلا۔ پھر پوچھ کر اس درمیان ایسے آدمی اور اسے ہوں مہیا ملیم رک پڑے۔ تاہم جھل کے گزرتا نا اصرار میں اس کا دل سوجا اور اس نے آگاہی تو ترسے وہ بار بار پوچھنا شروع کیا۔ اچھی اس نے تین چار ہی صفحے پڑھے ہوں گے کہ کہ گیا اور گھٹنا ہوا ہلا۔ وہ آدمی تھے؟“

جھل نے جلدی سے گردن ہلائی۔ ہاں وہاں صاحب، کیا وہ اور کھسکے تھے؟“

حوالدار نے مذہب سے جواب دیا۔ ”وہ آدمی تو ہم کو زیادہ پڑتے ہیں لیکن...“

جھل نے اس کی بات کاٹ کے تیزی سے پوچھا۔ ”آئے تھے کس علاقے میں آئے تھے صاحب؟“

”لیکن جو علاقہ میں آئے ہو، دیکھو کہ آدمی نہیں تھا اور اس آگاہی کو اتنے دن میں کون سے علاقے میں آئے ہو۔ یہ کوئی سات آٹھ روز پہلے کی بات ہے وہ آدمی تھے، ایک نوجوان اور بڑی مڑی مڑی سیادی بچہ کے لائے تھے اس نے جھل کو بتایا کہ یہ تعداد میں قہقارے کا واقعہ سات روز ہو گئی تھی۔ وہ ہی ڈیڑھ پونچھا اس کے انھوں گوں کو اچھی طرح دیکھا تھا۔ جبرائیل نے فوراً صفحے پڑھے اور پھر جن پہلے کی رپورٹ دیکھنے لگا۔ دیکھا کہ ہوا اور ہلا کے ہلائے تھو جاتی دو عہد جہاں تو رہا ہے ایسا سڑک سے نہیں تھا۔“

”کیا یہ ان سے مل سکتے ہیں؟ جھل نے اضطراب سے کہا۔“

”اب وہ اور کہاں ہیں۔ حوالدار نے بڑائی سے بتایا کہ وہ اسی رات چلے گئے تھے؟“

”اسی رات چلے گئے تھے؟“

”تمہارے کچھ تھے؟ حوالدار نے کہا۔ جلدی خلاصی ہو گئی۔

”میں ان کی بڑھن سے بولیں، ہم کو لے لو گوں سے کہ واسطہ نہ رہا ہے۔ ایک نوجوان دار آدمی تھے۔ بہت سے آدمی انھوں سے دیکھنے والے بھی ہی بولتے ہیں کہ دیکھتے دیکھتے بڑے بار آدمیوں کو کھینچ کے کھ دیتے تھے۔ کانٹے لے کے اسی کے لیے میں بنائے کی کوشش کی اور کھسکے لگا۔ میں اپنے ادھک میں پڑا دیکھ کے حوالدار کی اٹھن میں چمک پیدا ہوئی اور وہ ہمیں قہقارے کے انداز میں ہلا کر موتی ندی کے کنارے جہاں آدمیوں نے انھیں گویا لیا تھا۔ جہاں تک محل کے تھے انھوں نے ان ہالوں کو تو ہاں کہ ایک کوڑی بھی زیادہ ہجم سے صاف چل گئے۔ اور موتی ندی پہلے ہی غاصت میں ہو گئی تھی۔ اس نے جھل سے کہا کہ کچھ میرا وہ جوتی تو وہ وہاں پولیس کے قہقارے میں پڑتے لیکن اطلاع ملنے پر ہر طرف پولیس چمکتا ہو گئی تھی اسے زیادہ دور جگہ نہیں کئی پڑی۔ یہاں قہقارے میں لے کے بھی وہ نہ دھڑاڑی دیکھنے سے ستران کن بگاڑا انھوں نے سترانوں کے دیکھ کر بڑے بڑے رستم جھلنے دیکھے ہیں۔ ایک شہر کی رات کو لگا تھا اس لیے ہم نہیں جھل جاتا سکتا تھا اور پھر سب انجینئر فوڈ گوانی پر تک ہو گیا تھا کہ ایسی جا تو رہی اور روز کئے دلوں کا تعلق مہیا کر دہ کر رہے ہیں تجارت سے نہیں بڑا چاہیے۔ سب انجینئر کا شہر دوست معلوم پڑتا لیکن ان کی یہ بات بھی سب کی کوئی تھی۔

جلد آدمیوں نے دیکھ کے وجہ سے ان پر ہونکا تھا ان کے جیل کے مطابق ان کا ساوان بھی وہیں کوئی ندی پر روکھا تھا۔ کہتے تھے کہ صدق میں بہت سے چلے تھے۔ ریلوے ان کی تھیں میں ہی تھے اور قاضی مقبول تعداد میں۔ حوالدار نے کانٹے اور دھن کوڑی بتایا جو چلے ساتھ تھا۔ اسے ایک پیش آ رہا تھا۔ ہاتھ نہ تھانے وہ ایک لغت نمبر کی دیات اسے احساس ہو گیا تھا کہ کتنی تفصیلات کے ساتھ تھا ان سے سب کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے ہاتھ پر مل گئے چلنے چلنے کے کر دیکھ کر جہاں وہ لوگ جھوٹ کیسے گئے تو حوالدار ناگہان ہونے لگا۔

”ہم کوشش سے صاحب کہہ دیتے ہی آدمی تھے۔ کیا کچھ جھل نے جیسے لیے ہیں۔“

”کیا؟ کیا بڑے بڑے لوگوں؟“ وہ آہستہ آہستہ گھبراہٹ اور دشمنی سے ہلا۔ ہو گا تو پھر دیکھا گیا۔ اب وہ اور نہیں ہے۔

”ہم ہی پوچھتے ہیں صاحب کہ آخر وہ کیسے چلے گئے؟ آپ بولتے ہو کہ قسمت نے ان کا ساتھ دیا، ان کی جلدی خلاصی ہو گئی۔ وہ کچھ جاسے پاس اتنا وقت نہیں ہے جواب قہقارے ساتھ مغز کھلے کسی دوست قہقارے میں جاکے دیکھو اور رپورٹ کھوئی

”جھل نے اس کے گرد اس کی کڑھ پڑی وہ قہقارے مائے پوچھ آیا ہے۔ جب اس نے اتنی بڑائی کی سب کچھ لاتی ہو کر سے پیش آیا ہے۔ آپ ہر ایک اسے کیا ہو گیا ہے کیا اس کی زبان میں ان سے کوئی اتنی بڑائی ہو گئی ہے۔ باقی کچھ نلے میں کیا حزن ہے۔ کچھ آدمیوں کو ان کی اتنی بڑائی کے عکس سے لڑی تک ہیں حوالدار اس کھوتی پیرا ہلا کر لگا۔ نہایت خندہ قہقارے میں اس نے دوبارہ بار بار پوچھ کا حوالہ دیا۔ یہ جھل کے تباہی کے لیے تھے۔ وہ جھل سے مختلف تھا۔ ایسے ہی ایک نزل جھلوت لڑکی تھی۔ وہ جھل سے جھل سے پوچھ لگا۔ ایسا ہی تھا جھلوت لڑکی کوئی؟“

جھل نے ناگہان گردن ہلائی۔ وہ کسی قدر بڑھ کر گیا اور بڑھ لگے جھلے ہلا۔ اور دیکھا لگے ہیں۔ سب دیکھ لگے ہیں۔ جھل نے تو آگے حمان کے کہ کیا کوئی۔ جھل نے وہاں دیکھ لگے تھیں حوالدار کا پارا ٹھکر گیا۔ اس نے لاخود تینا خان کو لگا دیا کہ ہم دوسرا لوگ تھا۔ باہمی آواز میں ان سے بات کرنا نہیں آتا تھا۔ جھل اور کتنے کی خاموشی پر اس کا ہنر باہر نہ ہو گیا۔ میں نے کہا، رات کو جب بڑے پوچھ کر کتنی سیان قہقارے کے تو انھیں ان کے کھسکے پیش کیا گیا۔ انھوں نے اسے اسے رات کو کتنی ہاں کے کوئی معزود و سرت کی وہاں بیٹھے ہوئے تھے حوالدار نے انھیں لڑی یا تیسری ہی بات قہقارے میں دیکھا تھا۔ ان کا دل بھی اسے اسی رات معلوم ہوا۔ نا صاحب فیض علی نا۔ ”دونوں عہدوں کو انھوں نے بھی سنا اور بہت متاثر ہوئے۔ بڑی ہی ان کی کمانی ہو گئی تھی۔ جہاں کو رہا آدمی کا کوئی قہقارہ نہ لایا ہے۔ پھر انھوں نے پوچھا تھے۔ جھل کی زبان سے کہا، جی چاہتا ہے کہ انھیں پوچھ دیا جا۔ کہ کوئی میاں سے عدالت کرنا تھی لیکن جھل صاحب ضرورت لینے پر تھوڑے ہو گئے۔ کئی بیاں اپنی مرضی کے آدمی ہیں۔ جیسے معاملات میں کسی کی مداخلت نہ دیکھ کر کہنے کیوں نہاں صاحب کی بات اور جھل کچھ ان سے اپنے حلقہ کو پاس تھا اور کچھ نا صاحب نے آدمی تھے۔ بڑی ہی سوز میں آئے تھے۔ لباس نظر رکھ رکھا تھے اور نہ جھل تھی۔ کتنی بیاں ہی کوشش پڑھتے۔ دیکھانے اور حوالدار نے ستر انھیں کے کہا۔ جیسے لوگ کی بڑی بیاں ہی بیاں والاں میں دینا میں پڑا ہے۔ انھیں کا ضمانت لے لیا۔ جہاں تک کہنے لگا۔ اب ہم ہالے ہم کرناں صاحب کا تاپا پوچھ لڑو۔

”تھیں صاحب؟ ہم آپ کو کچھ نہیں دیکھیں گے۔ جھل نے ایک نامیہ کے کمرے کے بعد جھل سے کہا۔ جھل پوچھ لگا۔

”جی بولتے ہو پہلے آدمی ایسے نہیں تھے؟“



































بی استاد کے شاگرد ہیں استاد جو بی کے پاس کا ہے وہ کسی اور  
 درست ہی تھا گی کیونکہ شاہ کبریا نے اس کے آدمیوں سے کہنا  
 استاد جو بی کے کون کو کر گیا تھا، شاہ کبریا نے کسی اور  
 کوئی چہرہ کے لیے آدمیوں سے کہنا تھا، بیوں بعد میں آیا  
 جوان ہو گیا تھا اور گھناہل میں کسی وقت بازار کے آگے پرچہ  
 دلا دینا تھا وہ لوگ پرچہ پر دیکھ کر یہ کہتا تھے کہ اس کی قدرت  
 کہنے سے اور مراد ہوا تھا یعنی سوا لاکھ کے مصلحت اس وقت بھی کہ  
 سب میں اس کو کوئی بدل نہیں تھا، جبکہ آباد کے شاہ کبریا اس  
 پاس بھیجے گئے تھے اس کی بیوی اور سہرہ پرچہ کی وجہ سے وہ بڑا  
 ہی جھوٹے دوا کے قریب ہو گیا تھا، اتلسان دان و دلوں کا علاج  
 بنے چھوٹے ہی کو تھا مگر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ کسی شاہ کو  
 نے چھوٹے دوا کا آٹھ سے قبل کر دیا، یہ کوئی شاہ سالہ کہ  
 جو بھی شاہ کہیں کے آئے آئے، اسے دولت ہی تھی چڑی۔  
 آکا کا آٹھ سے پہلے بیٹے چنداں نہیں تھے کہ اس نے  
 کالے راد سے اقدام کرنے کا باوجود معاملہ کرنا، کالے راد  
 عالم میں دوسرا تھا۔ کانتی نے اسے پہلے ہی بہت بھلا کر رکھا  
 موان کا ہی اس بہت انجمن پرش نے اس کے سب سے اسی  
 بھی منشا کر رہی تھی، اس نے اس وقت آٹھ سے کوئی جنت رکھنے  
 جاکے خاموشی ہی مناسب سمجھی، اب نہیں تو کچھ کسی وقت آٹھ  
 نہا سکتا تھا، آٹھ کے مقابل سے پہلے ہی وہی صورت  
 ہی تھی تھی، جسے زیادہ سے کانتی بانی کو خیال تھا، آٹھ کے  
 واقعی اسے آٹھ سے قبل کرنا بھی بانی ہی اس سے تھا  
 جانے کی اس کے یہ قول تھے کہ اس سے یہ اس ہی ہندو کی تھی  
 اس کے وہ اہنسی غصہ ہی جو لے چکے تھے وہیں نہا میں ہو کر  
 جھولی میں بازار کا کافی ڈال کے چلے گئے تھے اسے ان کو کوئی  
 معلوم ہوا تو وہ انھیں انجمن میں کر دینا، چلنے لپٹے ہائے یہ  
 کے آٹھ کے لوگوں کو کچھ ہی نہیں بتایا تھا، اسے بھی کہ وہ راد  
 بتایا تھا، کالے راد دانے آٹھ کو کر دینا تھا کرا کے کالے  
 کون سے بھگوان کا کہنے کوئی دھیان نہیں دیا۔ وہ بتایا، آٹھ سے  
 عادی آٹھ کا اور اس نے وہیں وہ کچھ نہا کی جاتا آٹھ سے  
 ہوا تھا، اس کے حکم کی سزا ہی سزا کے خلاف چھوٹی سے چھوٹی  
 کی سزا میں کوئی نہ رادایت نہیں کی مانی تھی، گھنٹوں ان حکم  
 چانو کی جگہ سے کمال پر سزا نام نہا نے طالع نشانہ بنا دیا  
 ورنہ ایک ہو کر بایا رکھنا، سزا نہا ہونا، سزا نہا کے آٹھ کے  
 سے مسلسل شادی کرنا، آٹھ کے خلاف انھیں کے وہیں کی تھی  
 یہ بغیر وہیں گھنا، دلوں یا ایک ہاتھ اٹھائے اور نہ کرنا

بی استاد کے شاگرد ہیں استاد جو بی کے پاس کا ہے وہ کسی اور  
 درست ہی تھا گی کیونکہ شاہ کبریا نے اس کے آدمیوں سے کہنا  
 استاد جو بی کے کون کو کر گیا تھا، شاہ کبریا نے کسی اور  
 کوئی چہرہ کے لیے آدمیوں سے کہنا تھا، بیوں بعد میں آیا  
 جوان ہو گیا تھا اور گھناہل میں کسی وقت بازار کے آگے پرچہ  
 دلا دینا تھا وہ لوگ پرچہ پر دیکھ کر یہ کہتا تھے کہ اس کی قدرت  
 کہنے سے اور مراد ہوا تھا یعنی سوا لاکھ کے مصلحت اس وقت بھی کہ  
 سب میں اس کو کوئی بدل نہیں تھا، جبکہ آباد کے شاہ کبریا اس  
 پاس بھیجے گئے تھے اس کی بیوی اور سہرہ پرچہ کی وجہ سے وہ بڑا  
 ہی جھوٹے دوا کے قریب ہو گیا تھا، اتلسان دان و دلوں کا علاج  
 بنے چھوٹے ہی کو تھا مگر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ کسی شاہ کو  
 نے چھوٹے دوا کا آٹھ سے قبل کر دیا، یہ کوئی شاہ سالہ کہ  
 جو بھی شاہ کہیں کے آئے آئے، اسے دولت ہی تھی چڑی۔  
 آکا کا آٹھ سے پہلے بیٹے چنداں نہیں تھے کہ اس نے  
 کالے راد سے اقدام کرنے کا باوجود معاملہ کرنا، کالے راد  
 عالم میں دوسرا تھا۔ کانتی نے اسے پہلے ہی بہت بھلا کر رکھا  
 موان کا ہی اس بہت انجمن پرش نے اس کے سب سے اسی  
 بھی منشا کر رہی تھی، اس نے اس وقت آٹھ سے کوئی جنت رکھنے  
 جاکے خاموشی ہی مناسب سمجھی، اب نہیں تو کچھ کسی وقت آٹھ  
 نہا سکتا تھا، آٹھ کے مقابل سے پہلے ہی وہی صورت  
 ہی تھی تھی، جسے زیادہ سے کانتی بانی کو خیال تھا، آٹھ کے  
 واقعی اسے آٹھ سے قبل کرنا بھی بانی ہی اس سے تھا  
 جانے کی اس کے یہ قول تھے کہ اس سے یہ اس ہی ہندو کی تھی  
 اس کے وہ اہنسی غصہ ہی جو لے چکے تھے وہیں نہا میں ہو کر  
 جھولی میں بازار کا کافی ڈال کے چلے گئے تھے اسے ان کو کوئی  
 معلوم ہوا تو وہ انھیں انجمن میں کر دینا، چلنے لپٹے ہائے یہ  
 کے آٹھ کے لوگوں کو کچھ ہی نہیں بتایا تھا، اسے بھی کہ وہ راد  
 بتایا تھا، کالے راد دانے آٹھ کو کر دینا تھا کرا کے کالے  
 کون سے بھگوان کا کہنے کوئی دھیان نہیں دیا۔ وہ بتایا، آٹھ سے  
 عادی آٹھ کا اور اس نے وہیں وہ کچھ نہا کی جاتا آٹھ سے  
 ہوا تھا، اس کے حکم کی سزا ہی سزا کے خلاف چھوٹی سے چھوٹی  
 کی سزا میں کوئی نہ رادایت نہیں کی مانی تھی، گھنٹوں ان حکم  
 چانو کی جگہ سے کمال پر سزا نام نہا نے طالع نشانہ بنا دیا  
 ورنہ ایک ہو کر بایا رکھنا، سزا نہا ہونا، سزا نہا کے آٹھ کے  
 سے مسلسل شادی کرنا، آٹھ کے خلاف انھیں کے وہیں کی تھی  
 یہ بغیر وہیں گھنا، دلوں یا ایک ہاتھ اٹھائے اور نہ کرنا

کھٹے نہتے ہو کر اگر کوئی دواسی جنبش کرنا تو بیوں سے اس کی  
 کمال آجیڑ دی جاتی، کچھ ہی دلوں میں شہرہ لواح کے دور و درنگ  
 کا آٹھ پہنچا، کچھ تھا، اس کے خلاف کچھ ٹھیک نہیں تھا کہ سب  
 کون ہی بات کرنا گزرتی تھی، جبکہ اس نے اپنی پوری جانتا وہیں  
 کیا تھا، ہنسنا تو شاہ وہ بھول ہی گیا تھا، آٹھ کے کوئی روٹ کے  
 غلام ملنے کی ساری آدمی کسی ایک شخص کے سر کوڑنے کے بجائے  
 اس نے غلام ان کے لیے غلام کوئی شیش کے تھے، بشیرہ یعنی  
 سے راد وہم گھنا، انہی کی سفارش اور شکایت پہلے آٹھ کے  
 آدمیوں کے پاس میں فیصلے صادر کرنا تھا، کوئی شخص ان چند غصہ  
 نامہیں کی دوا کر رہے تھے، بغیر راد راست آٹھ کے پاس میں باسکتا  
 تھا، شہرہ کا آٹھ سے نو دھن کرے اور کسی مہم معاملے میں اس نے  
 اسے بار بار کا جائزہ لیا، مہم ہاتھ سے پاس کے شیش کے ہونے  
 لوگ ہیشہ ایک دست پر شمشک کہتے تھے کہ میں دوسرا آٹھ کے  
 زیادہ قریب تو نہیں ہے، اور اسے بہت بھلا کر نہیں لیا ہے  
 ایسی صورت میں اسے آٹھ سے نہا نے کسی شکر کر کے اس کا اسکا  
 کم سے کم کر دینا تھا، کالے راد اس نے کوئی کو غرض نہیں کیا تھا  
 مگر کالے راد کو رکھنا اپنے پاس ہی تھا اور ایک وہی شخص تھا  
 جس کا اسے قوتنا بہت خیال تھا۔  
 ساری رات وہ بھل سے آٹھ کا چرچا کرتے تھے اور دن  
 جبر بھی ہی حال ہو چلے، کہاں سے لوگ کچھ کچھ آتے تھے اور  
 وہیں ہم کے بھیج جاتے تھے کسی کو بھی اس جبر پر یقین نہیں تھا کہ  
 آٹھ پر اب آٹھ نہیں رہا، سب بازار کے کسی بھول والوں نے  
 اپنی طرف سے بھول کے وقت کے کھانے کا اہتمام کر کے کی دھڑاوت  
 بھل سے کی تھی، اس راد آٹھ پر لوگوں کی تعداد زیادہ تھی، نہیں  
 تھیں وقت انھوں نے اس خود کا دوا پر اب تھا کچھ کچھ کچھ کچھ  
 پہلا سا گورہ اور سوا لاکھ ملے کھلے تھی، رات کوئی باغیچہ  
 کی طرف سے آٹھ سے بچ کر کر کے کی شیش میں کی گئی تھیں چل  
 نے منع کر دیا، اس طرف چل کا دلوں سے آٹھ کا کوئی سوال ہی  
 پیدا نہیں ہوا تھا اور اس نے خود ایسی کوئی کرکٹ نہیں کی۔  
 طویل سفر کی دلوں کی دیکھائی کے کانتے، شام بڑا اور شکر کو بے  
 ہی وہ بھل کر رکھا تھا، اس پر ابھی میں کے سناٹہ بندھ چکا  
 کا کھنی تھا اور سب کا کھانا ہے سب سے بڑا بھج تو راد کی ٹھنڈا  
 ہوتا ہے کہ ملے لوگوں کی بے شمار ہی کا دوا کچھ اور دوا  
 سننے کا اور بچا ہے پختہ ہو چکے تھے کہ، جب تک بھل ان  
 لوگوں کے کچھ بھلا ہوا تھا، انھیں ہی وہیں موجود رہنا چاہیے تھا  
 اور بھل کی شہرت کے ماتحت اس کے بھلا تھے اور ان سب

کے شہرہ ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے بھل کو بیے کوئی اور بات  
 یا ہی نہیں رہی تھی۔  
 رات کو کوئی بار بھی نہیں گئے بازار کا وقت کب کا شروع  
 ہو گیا تھا کہ وہاں دوا کا دیا، دیا سب کی بھی بھی، آٹھ میں کب کب  
 ہوئی بھل بھی کچھ لگاتھا، اس کے شہرہ سے اسے اپنے پاس  
 ہوئی ہی پر بھلا لیا، راد کو بھل رات آٹھ کے لوگ نے خوب  
 دیکھا تھا، نہیں ہے کسی نے اس کی ان بھل کی دوا کی شیش کی ہر  
 لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، دوا کو بھی ہی موقع ملا،  
 اس نے بھل کرنا بیان کی افسانوی کیفیت سے آٹھ کا اور بتایا  
 کہ سب آدمی کے دوا بھل واپس آگئے تھے، آٹھ کے لوگ نہیں  
 گوری بھی کر دیا، کوسا آٹھ کے دوا بھل کھل کھل کھل کھل  
 کو لے کر بہت گرسے گرسے گرسے تھے، ملنے کے لئے بنا کر بھل  
 کے آٹھ سے پہلے وہیں دفتروں کا بچہ کا شہرہ سے بھل کی راست  
 کے کسی بھلے ہاتھ سے آٹھ کے بھل کے کانتے کانتے طلب کیا  
 تھا، ہاتھ مار لینے پہلے کھلے شہرہ پر کھلے کھلے کھلے کھلے  
 اس نے معذوری کا بڑی کھل کر آٹھ کے اصرار پر اسے کھل گول  
 نے صبر کے بعد گھر پہلے کانتے کانتے لیا تھا، اس بیان اور بیان  
 نے دوسرا راد اور ایشیا ایک انجمنی نرمی کے بھل کے بھل کے بھل  
 کر دینا، ہاتھ کے قریب مانی کے ساتھ وہ بھل بھل چلے گئے۔  
 بھل میں قیام کے دوران انھوں نے وہاں کے صبر پر ہم راد کے  
 لحاظ سے دوا راد مانی کے بے چند جوش کی کھل بھلا بھلا بھلا  
 کر دیا، تھے جانا بھل مانی عود لیا اپنے ہاتھ سے بھل بھل سے  
 کے بھل کے کانتے کی سزا بھل اور بھل سے بھل بھل کے  
 سوا لاکھ والی دوا بھل مانی اور بھل اور بھل کے کانتے کانتے  
 نے آٹھ اور موری اٹھ کالوں کی گھنٹوں سے آٹھ کا بھلا بھلا  
 خوب شہرت بھل کو دیا، سب بھل میں کوئی بھلا بھل بھل  
 دوا میں بھل راد راست آن کا بھل وہ ہے۔ بھل کا بھلا بھل  
 نے دوا سے بھل پانی آٹھ کے بھل بھل بھل بھل بھل بھل بھل  
 اندر اب کے معنے نے بھل بھل کی کہ وہ بھل بھل بھل بھل  
 راد بھل کے پاس وقت کے بھل کو دیر بعد بھل بھل بھل  
 کی ایک بھل میں شہرت کر کے بھل بھل بھل بھل بھل بھل  
 کر کے میں لگایا، ان ایک بھل بھلا، بھل بھل بھل بھل بھل  
 منتظر تھا، آٹھ نے بھل بھل کے بعد کہا کہ ان کے لئے کوئی  
 خاص مرض نہیں ہے، انھوں نے راست اور بھل راد  
 میں شہرت بھل بھل بھل بھل بھل بھل بھل بھل بھل  
 صرف نیاز حاصل کرنا کی آٹھ کا بھل بھل بھل بھل بھل



کسی تھوڑے ہیں ہمیں برا مگر سنا اس نے اباجان کا شکریہ ادا کیا۔  
 اس کے شرفدار اباجان نے تیار کر دیا کہ وہ بڑی سے آ  
 لیے ہیں لیکن سلسلے زندہ انسان ہی کو انھیں اپنا گھر کرنا چاہیے ان  
 کی زندگی کا بڑا حصہ جہاں خود ہی میں گزارا ہے یہ اتفاق ہے کہ  
 جیسا کہ پہلی بار کا ہوا ہے اور وہاں انھوں نے سنا تھا کہ راست کی  
 وہی شان و شوکت انھوں نے دیکھی۔ ان کا جی چاہتا ہے کہ وہ اپنی  
 باقی زندگی میں جہاں گزارا وہ اباجان کی شانگلی سے نواب کو شرف  
 برادر کرنے کا مفروضہ راست میرا ہوا ہے جو شرف حاصل ہو  
 شرف کے لیے اباجان کے گھر کا ہے لہذا انھیں یہاں سے نکلنے  
 کی پوری رائی ہوگی۔ اباجان نے کہا کہ اسے نیک انھیں یہی توقع ہے  
 اور بدلے کو دے دے جی جہاں ان کے لئے خود مع کرنے کے شوق  
 کیلئے نہایت موزوں جگہ ہے یہاں ہر طرف انہیں مدد و دلالت ملے گی  
 کہتے ہیں۔ نواب کے ذکر پر نواب نے پہلی مرتبہ دلچسپی ظاہر کی اور  
 غمتیں سے پرچھا کہ اس قسم کے فوائد؟ اباجان نے شرفی کی  
 جس کے ایک فرمایا کہ اباجان کے لئے نواب کے سامنے پیش کر دیں نواب  
 نے بھیجے تھے اسے کیا کام کی انھیں تیرہ ہجرتیں۔ دیکھائی شرف  
 غرض میں ایک نہایت خوب صورت پرانے کا تھا۔ نواب سبکی انھوں  
 سے آئے آتی باوجود یہ ہیں مفروضہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ دیکھا کہ  
 بہت سی جگہ چھوٹے چھوٹے گھر تھے۔ لکھی کے بیان کے بعد  
 نواب نے بہت جگہ پر حیرت کا عالم ظاہر کیا تھا۔ وہ کسی اباجان کو  
 دیکھا کہ کسی بہت کم کسی شادی کو از میں ہوا۔ یہ واقعہ کہ اور بہت  
 سے کیا آپ ۔۔۔ مگر اباجان نے تیزی سے کہ: آپ کو کیا آہ؟  
 لہذا انھیں نواب نے سامنے سے کہا: بلاشبہ میں نے اپنی زندگی  
 میں ایسے عرصہ چھڑک دیا ہے۔  
 اباجان صاحب نے فرمایا: اباجان نے کہا: مجھے خوشی ہے کہ  
 آپ کے لئے یہ گھر لیا۔  
 نواب نے اپنا دیکھا پہلا بڑا گھر اور چلتی گھر سے دیکھ دیکھا اور  
 لئے لیے میں ہوا۔ ہم اس کی قیمت جانتا پسند کر دی گئے  
 اباجان نے سزا کے کہ: آپ کو کچھ لگا۔ میں اس کی قیمت  
 ہے کسی نواب چیر کی اس سے بڑی قیمت کیا ہو سکتی ہے کہ وہ چھ  
 افسر میں بیچ چکے ہیں وہ بچے تو چھری ہیں۔ انھوں نے نواب کے کار  
 اس کی خدمت ہے۔  
 نواب کو نفیس نہیں آیا، میرانی سے ہوا۔ یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟  
 اباجان نے نہانت سے کہا کہ وہ میرا ہی اسے سے بیان  
 لائے ہیں ایک نیاز زندگی کا مناسبت سے اسے قبول کیا ہے۔  
 نواب نے کچھ پسند کیا نہایت خوب تھا۔ وہ دھشت سے

اباجان کو کچھ لگا۔ ایک ایسا شخص ہے سے پہلی بار ملاقات ہوئی  
 آخر یہ خلوت کہنے پر کہیں غصہ ہے؟ اس کے دل میں بڑا شہ  
 لیے ہیں کہ بڑے ہیں سے تعلق شور و دہشتیں خود سری وقت  
 اباجان کی وضع قطع ان کے سامنے بنے وہ غفلت ان کی نشست و  
 برخاست بھی اس کے پیشانی پر ہوگئی۔ اباجان میں اس کے سر میں  
 میں ہلنے والے فطری خدشات کے برعکس تھے۔ انھوں نے  
 صاف گوئی سے کہا: اباجان نے یہ ذکر کچھ نابل از وقت ہے۔ کسی قدر  
 غیر مناسب ماسلم ہوتا ہے انھیں اندازہ ہے کہ کسی نہیں کی سہی  
 پہنچ کر کسی پر نواب بھی دل میں بہت کچھ سوچ سکتا ہے تاہم مناسب  
 ہوگا کہ کسی پر نواب سے پہلے نواب ان کی ہر کمال فطرت کے اور اسے  
 ایک علامت ہی تصور کیا جائے اور اس کے ان کی غرض غایت  
 اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ نواب تخت جگہ جیسے شرف سے رفاقت  
 کے طالب ہیں ایک ذی فقاہ و دست سے میرا ہوا میں اپنے قیام  
 کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں۔  
 اباجان نے اپنے خزانے سے کوئی سیاحی ہیر منتخب کیا۔  
 جس کی بدلت اور دھت میں کوئی کام نہ ہو۔ ہیر کے گھر سے نکلے  
 بعد انھیں ہیر کی خوب بچان ہو گئی ہر گئی ہر گئی لاتی ہوئی  
 جو ہر کی پہلی وہ آدھ سال تک یہی بیچ کے تخت میں دفن کرنے  
 کے بعد خدات کو کہتے تھے۔ اس دوران میں ہیر سے ہیر سے  
 نکلے والے قریب کے لوگ کا بھی تجربہ ہوا ہوگا۔ انھیں کوئی ایسا ہی  
 ہیرا تھا کہ لانا چاہیے تھا کہ نواب تخت جگہ کے ہیرے سے  
 نواب کی پہلی اپنی مدد تھی۔ وہ ایسے طرح ان کے خدشہ کو  
 ہیرا قبول کر سکتا تھا، اس کے معذرت کی کہ وہ ہمیشہ سے اس  
 کرنا چاہتا تھا۔ اباجان کی یہ کہ وہ اپنی اسے پیش کرتے ہیں کہ  
 تیس کو ان سے رفاقت کیلئے ہیں ایک معیار ہشت چھانے وہ جس  
 کے بتائیں کہ وہ ان کی کیا خدمت کر سکتا ہے۔  
 رانی نے نواب کو بتایا تھا کہ نواب کی فطرت بہت پرندہ  
 رہی تھیں اباجان نے اسے بڑے نہیں آٹھا بلکہ اور نہ قیمت بتائی  
 انھوں نے کہا کہ نواب کے ہیرے کا ذکر کر کے وہ اختلاف جو طرح کرے جو  
 وہ وہن کے وہ بیان لازم ہے اس میں نواب کی سبکی کا بھی کوئی ہر  
 منفر تھیں ہے انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ نواب کو فطری  
 حیثیت سے نواز رہے اس کے باوجود نواب کو قیمت کی ادائی پر  
 مار رہے تھے اس کیلئے آئندہ بہت وقت چاہیے۔ انھوں نے اشارہ  
 کیا کہ صاحب دوستان بھی صاحب دلیں کا ایک شیوہ سلک ہے نہ وہ  
 بچے پڑتے ہیں ہوتے ایسا ہی ہے تو وہ کسی اور طرح نواب کے اس کی  
 قیمت وصول کر لیں گے۔ فی الحال تو ان کی یہ خواہش ہے کہ وہ

معذرتوں کے کسی علاقے میں بلکہ بہتر ہے کہ نواب کے قریب کہیں  
 کسی بھی کوئی نہ ہو۔ یاد ہو جائے ان کے پاس خدا کا کیا بہت  
 کہ ہے، سو وہ اپنا باقی وقت عزت و سکون سے بسر کرنا چاہتے ہیں  
 نواب اس سلسلے میں ان سے کوئی اعانت کر سکتا ہے تو وہ نصیحت  
 ان سے درخواست کرتا ہیں۔  
 نواب نے اباجان کی درخواست پر غور و خوض کیا کہ وہ نواب کے گھر  
 ہی آپ کی یہ خواہش ہو کر ہی جائے۔  
 چلے آج ہی جی نہیں نواب، مگر کوہل کے کے دہشت کی کہ  
 وہ دوست کرے میں اپنے معزز ممالک کے ساتھ چلنے کوئی کہے گا۔  
 اس دوران میں اباجان سے ان کے کیا کہے جیسے میں پرچھا یا  
 جان نے نہیں چھپا یا کہ وہ کسی دن سے دیکھی ہرل میں خیر سے  
 میں انھوں نے نواب کو بتایا کہ ان کا خاندان تین لوگوں اور تین  
 لڑکیوں پر مشتمل ہے۔ وہ انھیں دیکھنا نہیں لہذا ہر کمال تھا  
 آجی جرنیات اباجان نے اسے نواب کے گوش گزار کی ہر ل کے تاکہ  
 ان کے لئے میں نواب کے ذہن پر چھلنے آئے نہ تھے زیادہ سے  
 زیادہ بحث کیسے جیہذا اباجان کے سبب بڑے بڑے دیکھی میں کیا  
 بھی ان کی گفتگو اور اس کے اٹھانے سے ملاقات رکھنا تھا۔  
 ہر کمرے میں جہاں نواب کی نشست پر انھیں نے بنا گیا  
 تھا، وہاں انھیں خزانے کے کمانے کی لمبی نیزگی تھی اور اس پر نواز  
 تمام کی چیر کی ہر ل میں چل خدشات، بچے گشت کے بلکہ  
 چلے وہ وہاں میں ہر کمرے کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ دنیا  
 جہاں کی باتیں کہتے تھے، بیشتر اباجان ہی بولتے تھے۔ انھوں  
 نے میرا ہوا اور مختلف یا ستر اور عورتوں کے لئے میں اپنے شفا  
 اور کرات کا تھا۔ ان میں اباجان کا مقصد اس فریوٹی  
 گفتگو سے اپنے باسے میں کوئی لے نام کو لائی ہوگا، کوئی خیرت کا  
 نوسال تک وہ سفر ہی کرتے تھے۔ انھوں نے بہت کا ذکر  
 نہیں کیا۔ نواب اشتیاق و اسکا سے سب کچھ نہ سنا۔ اباجان نے  
 اس کی جانب سے اپنے لیے کوئی اطمینان ہی محسوس کیا ہوگا۔ انھیں نصرت  
 کی اعانت چاہی۔ نواب نے اس سے کہہ دیا وہ اپنے کچھ کوشش  
 کیا ہو جائے نہ کہا۔ یہ ان کی عزت افزائی ہے مگر انھیں احساس  
 ہے کہ نواب کو لگ لگ کر کوئی کی عزت میں شریک کر رہے جواب  
 میں نواب ہر لاکہ ایک معزز حاکم کیلئے وہاں ناچنے بھی جاسکتا  
 ہے کہ نہ لگا۔ کی ہی مناسب ہوگا اباجان رات کو کھانا کھا کر نصرت  
 میں ملوچ نواب ہر لاکہ ہر لاکہ اور رات کے کھانے میں صاحب  
 ہی کشتی وہ باقی ہے۔ وہ لگ کر کوئی کی عزت میں اپنی حرکت سے  
 معذرت کیلئے نصرت میں لگتا تھا اباجان نے اس سے معذرت



مجھے نافرمانی ہے، انھیں یہاں کوئی بے آراہی نہیں ہے چند منور  
 اہل سے فراغت ہوتے ہی وہ کسی دن خود آباہیں گے بہتر ہے  
 فہم اسرار کو کہ انھیں آزمائش میں نہ ڈالے۔

تھمے لوہے کو یقین آنا تھا کہ اسے یقین دلاؤ کسی طرح بہتر نہ تھا کہ  
اُن کے پاس تو صندوقِ حبس میں تھے۔ انھوں نے لوہے کو کہا کہ  
اگر تیرا شہس ہے اگر بادیاں کا کرنی دیکھیں پتا ہو جائے تو وہ چند لوہے  
مفتورِ ظلم کی خدمت میں پیش کرنے کی جرات کریں۔ انھیں  
فوراً کچھ خیال آیا کہ اگر کوئی مانتا کہ خیال اس لیے دیکھ رہی تھی  
انھوں نے لوہے سے کہا بادیاں کا اسکا نظریہ اتنے ہی وہ بندازِ مبدلہ  
یہ نوادرِ سال لے آئیں گے۔ پہلی تیرہ بادیاں متعلقِ قیام کی صورت  
میں کبھی تینوں لوہے پہلے آ رہی ہے۔

زنجبٹ بھڑو وقت مارنی کے بموجب نواب کی انھیں چھپ رہی تھیں اور وہ بہت سے غداروں اور آقا خاں، اباباجان کو تھیلی کے ماس بندوانے تک چھوڑنے آیا اور ان سے بغل گیر ہو کر بلا کر وہ انھیں جلد ہی زحمت سے گا۔

اباباجان کوئی آٹھ سو کے قریب بڑوں کو اپنے پیچھے لئے اور رات کے تقریباً ساڑھے دس بجے ہوں گے، بڑوں کے ایک ملازم نے اُس کے اقلان دہی کو نواب شہمت جنگ بڑوں میں موجود ہے اور اباباجان سے ملنے کا خواہش مند ہے، ساری اور زوردار اباباجان کا منہ دیکھنے لگا اور اباباجان کا چہرہ پر سکون رہا، یہ سنتے ہی وہ کہنے لگے اور نواب کو لیے ہوئے کہ میں داخل ہونے کروا دوں گی اور میں کیلے لیا گیا تھا، بڑا ایک گھر تھا، نشست گاہ کے علیحدہ حصے میں، اباباجان نے اسے بھاجا اور اس کی بے خوفانہ آہ پرانی خوشی کا اظہار کیا۔ نواب اس بے وقت کی زحمت پر معذرت چاہی اور کہنے لگا کہ وہ جنگ کوئی کی دعوت سے واپس آ رہا تھا، بس یہ بڑوں کی نہایت نزو کے لئے من سے ملاقات کرنا چاہیں۔

ایمان نے کہا، اُن کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ اپنے معتمدان کا کس طرح شکریہ ادا کریں۔

نواب نے خوش اخواری سے جواب دیا کہ مہمان تو آیا جان مہربان  
 اُن کے ماننے کے بعد اُسے احساس ہوا کہ اُس نے پہل سے اپنے  
 غریب خاندان پر غفلت برتنے کی درخواست کی تھی اُن سے نہیں کہہ کر  
 میں یہی پشیمانی اُسے بیان کیجی لاتی ہے۔ وہ آیا جان سے التماس  
 کرتے آیا ہے کہ اُسے اپنی معافی کے شرف سے نوازیں نہ دروازہ کمرے  
 انکار نہ کریں۔

[illegible]

مجھے نافرمانی ہے، انھیں یہاں کوئی جہ آرا نہیں ہے نہ ضروری اور نہ فراغت پاتے ہی وہ کسی دن خود آجائیں گے بہتر ہے فاب احمد کو کرے انھیں آزمائش میں نہ ڈالے۔

نواب بھی اُن کا ہندو متخل سے رستا اور کہنے لگا، ہمارے لیے اپنے والا مرتبت بزرگ کی ترغیب دہی ضرورت مقدم ہے، ہندی واسطے وہ فطام جمع رکھیں، ہم نے محض ہندو است کی بے مکرور سرچھے یہ کیسی عجیب بات ہے، کوئی شخص ہم پر ایسی غیبات کرے، ہماری نفاقت کا ایسا بڑا ثبوت ہی ہمارا اس شہر میں ہمارے جمیع وہ بھول میں قیام کرنے چھ خود ہی بولا، اگر یہاں قیوم سے مقصود شافل اور افس کے آراؤی ہے تو وہ یقین دلاؤ، جسے حویلی میں بھی انھیں کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ وہ جا میں تو اُس کی اقامت گاہ کے نزدیک پیاز کی کے اُس طرف دوسری حویلی میں قیام کریں، جہاں اُس نے زندگی کے بیس سال گزارے ہیں اور اُس نے بنایا کوئی حویلی میں وہ کوئی تین سال بنے، متخل ہمارے یہاں حویلی میں اب اُس کے دوسری سلمان قیام کرتے ہیں جو گھر کے دورتی دکھ دکھاؤ اسے گھبرانے ہیں اُس نے تیریش کش کی کہ گلا کامیان نہ کریں تو متخل وہ ہیں قیام کریں صیبا کہ وہ اپا جان کی گفتگو سے بچا ہے حویلی میں وہ تمام لازم دنیا میں جن کی کامیان کو کسی مکان میں تلاش ہو سکتی ہے، گزشتہ دنوں یہاں کے ایک نواب نے اس سلسلے میں بات کی تھی مگر اُس کا جی آدھ نہ ہو کہ وہ اپنے مرحوم باپ کی نشانی فروخت کرنے پر توجہ سے اسے والد مرحوم نے تعبیر گرایا تھا البتہ کامیان کی بات دوسری ہے فروخت کرنے کے بجائے وہ حویلی اپنے کسی شخص کے حوالے کرنا پسند کیے گا جس کا ذوق مستند ہو اور وہ اُس کی نگہ بانی اسی طرح کر سکے جس طرح سابق کہیں کر سکتے ہے ہیں۔ کوئی نگہ ترک کرنے کے بعد اُس سے وابستہ کی یہ نمیش بھی عجیب ہے، بلکہ ہے ایسا یہ شاید وہ ذوقی طور پر ابھی تک بانی حویلی میں مقیم ہے۔

ابوہان نے قطع کھا کی معذرت چاہتے ہوئے کہا کہ عربی کو اپنا مستقل مسکن بنانا ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ نواب اُن سے اس کی قیمت لینا پسند نہیں کرے گا اور یہ ایک طرح اُن کے لیے ایک ناموش گور معذرت ہو گی کیا وہاں اُن کے سینے میں مسلسل خلقِ غرض نہیں کرتی ہے؟ اگر انھوں نے اسے کسی ملے میں کسی چیز کے تھامنے میں حاصل کیا ہے نواب خلیفہ عیسیٰ مرتضیٰ علی گاہی نے کہا کہ کسی آسودگی کا سبب بن سکے اُن کے لیے نہیں بلکہ عربی کا نوکر ہی چھوڑ دیا جائے اور کسی ایسے مکان کی بات کی جائے جس کا نواب سے کوئی تعلق نہ ہو۔







دایم ہی بازار کی پناہ بھی ننگ برہا جاتی ہے۔..... یہی کچھ مدت کہ  
 اس کے ملازمے پردہ دونوں خودارہے۔ جہاں بھی گئے یہی نام گزرتا رہا  
 جہاں لی ماہا کسی چور سے نہیں تھا اور تمام لوگوں سے بر حال ہی ہوئی  
 دیکھنے کی خواہش مند مقلعہ گھر کی کیفیت کا دوسرا جلوہ خانہ کے لیے  
 بڑا سونپھا کہ اس کو درجہ اس سے پھر جانے کا باب جھل کے پاس  
 ایک ہی راستہ تھا کہ وہ خانہ سے بھی ساتھ چلنے کو کہے جان کے بغیر  
 اس کی زندگی خالی نہ رہی ہو جاتی۔ کوئی اور مدت سامنے موقوف نہ تھی  
 کبھی ایسی ہی پیش کش نہ کرنا ہو جاتی اور عورت بھی اس طرح نہیں رہے  
 ساتھ چلنے پر آمادہ نہ ہوتی۔ چھل نے اسے کہا تھا کہ وہ مالدار و  
 چھوٹے ہوں ہی چپکے سے نکل جائے لیکن مالدار مقلعہ تھی اسے  
 لیے تھا، بھی نہیں بلایتیہ خانہ سے روز داری کی پوری کوشش  
 کی تھی مگر خانہ کی امتی بازار کی سبک فزاری عورت کی زندگی  
 کیسے ہوتی تھی نواب عالم کاب کو بھی علم ہوگا، اس نے خاصہ بھیج  
 کے خانہ کو برہا کی طلب کیا مگر خانہ کوئی فیصلہ نہ کر سکی تھی  
 تاہم وہ بارہا ہی کرا بڑا جوامر اور لمبوسات سے بھرے غمراں کے  
 ساتھ نواب کا اشارہ واضح تھا، خانہ نے اسے پھر جان کر دیا۔  
 چھل نے خاصہ کو برہا کا وعدہ کیا مگر ان کو نہیں سنا یا اور کہہ کر تمام  
 دنیا کے بارہو آخری طرح میں جب وہ اٹھیں رہے۔ نواب عالم  
 نواب اپنے ساتھ آئے آدمیوں کا قافلہ لیے سامنے آگیا، اس نے  
 خانہ سے مالدار کا کردہ واپس چلی چلے۔ چھل کو دربان میں ہونا  
 پڑا اس نے دور بکھرے ہوئے نواب کے ساتھ آئے دل آویز اور ان  
 کے ہونے دیکھ لیے تھے۔ نواب کہہ رہا تھا کہ ان کے ارادے میں اس کی  
 مرضی کو اتنا دل نہیں ہے جتنا جرمی کر۔ انہیں یہ کسی بگڑا لائی  
 سے بچنے اور نواب کا دہرہ دور کرنے کیلئے چھل کے تجویز پیش کر  
 دے۔ اہاں کے دربار سے برہا تھا ہے۔ خانہ اپنی زبانی اپنے فیصلے سے  
 نواب کو مطلع کر دے یعنی اس بھی موقع بنے وہ چلے پورے نواب عالم  
 نواب کے ساتھ اپس جا سکتی ہے۔ خانہ سے اپنے دربار میں اس کی مرضی  
 سے نواب کو اس زندگی جوئی تھی کہ ان اس کے کوئی فیصلہ نہ کر  
 مگر خانہ نے عذرت کر لی۔ پھر نواب نے ہی کوئی بہت نہیں کی وہ  
 بہت آرزو ہو گیا تھا، خانہ کی زبان سے انکار اس کے گلگ کھڑا  
 اور واپس چلا گیا، اس کے بعد خانہ سے نواب کا رابطہ ممکن نہ رہا۔  
 یہاں کسی کو مطلع نہیں تھا کہ وہ کہاں گئی ہے۔ خانہ کے ہاں چار  
 پانچ روزہ قیام، اس کے ملازمے کو گھر لے جانے کے لیے کہتے  
 بھی طرح دیکھتے تھے لیکن وہ دار و دربار نہیں جانتے تھے۔  
 اور نے چائے سنگرائی تھی اور چایاں بنا کے ان کے سامنے  
 کھڑی تھیں۔ چھل بڑک کے چائے پیئے تھا۔ آجہاں کا مٹکھا جوا

[illegible]







ہیں آگے تھے میں دلوں ان کی آمد اس کیلئے سکون کا باعث بھی ہو گی کہ ان لوگوں کا تعلق غلام کے کوٹھ ملنے والوں سے ہے اب وہ نہیں کئی آدمی سامنے ہیں اور لازم نہیں کہ سبھی باہر اوروں پر کسی طرح موقوفی کھال کے بدلہ دیکھ نہیں تو پولیس کی توقع ہی ان سب کی جانب مبذول کرانی جا سکتی ہے۔ پولیس کیلئے ایک اشارے کا جواز بہت بڑا ہے اور وہ لوگ جن کا تعلق آٹے سے ہو ان کیلئے جواز بڑا تر ہے۔ میں پولیس کو کتنی دیر مگتی ہے سب سے بڑا جواز تو ان کا اس شرم میں ابھنی چڑا تھا شاید اجماعیت کا یہی احساس ملنے کیلئے قبل نے اپنے گرد جمع لگا رکھا تھا اس کی اسے اپنے لیے اتنی ضرورت نہیں تھی جتنی دوسروں کیلئے تھی۔ دوسروں کو یہ جواز لازم تھا کہ یہ بھی کسی ایسے احساس کے شکار نہیں ہیں اس سلسلے کے شے نواب کے دماغ میں کچھ اور سامنے آئے غلام کی آمد کے سلسلے میں غم کی دنیا سب تھا مگر وہ بھی بہت سی باتیں ادا تو اسے ملنے والی خبریں نواب کو کسی بیوانی اٹھا اسے باز رکھنے کیلئے کافی ہوتی چاہیے تھیں۔

بھلے اور کالنے کیلئے نواب کی دایس تھا سنا بیا دشوار نہیں تھا وہ تو جلی میں پھنسے لڑوں کا بڑا بڑا دیکھ کے آئے تھے جو بعد میں اور بھٹا دیا گیا اور کچھ مگر بھلے ادا کالنے ملے کریتے تو جلی میں داخل ہو کر ہی دیکھتے اس طرح کوئی مثبت خبر برآمد ہونے کا امکان ہوتا تو وہ ایک بول کی تاثیر نہ کرتے وہ نہ ان کی ڈرا سی برک انہیں بہت پیچھے دھکیل سکتی تھی۔ وقت کی طوالت انہیں کبھی نہ آتی۔ بھلے نے لفظوں میں آج جان سے کنا چاہا تھا کہ ان کے وہ آدمی ان کے پاس نہیں ہیں اور وہ ان سے مزید دوسرے کیے جاسکتے ہیں وہ دہی کی وسعت سے آج جان خراب آٹا بھلے گئے۔ بڑے نواب کو بھی یقیناً جلی سے چلتے وقت بھلے کے لئے لفظ یاد ہیں گے مزید کسی چیز کی کیا خیال بھلے سے زیادہ اسے ہوا چاہیے تھا کہ جگہ ہنسائی کا خیال ہی تو ہو گا لیکن آدمی کا کچھ شک نہیں ہے نہ بھروسہ نہ کچھ مانا ہے کسی ہی وقت کوئی ایسا ہوتا تھا کہ آدمی اپنا ہی آٹا نہ چھوڑے اپنے آپ کو بھجور ڈالے۔ نواب تو نہیں تو اس کے صاحب اسے ایسے کسی سرکشی دشمن نے سے سو جا کر رکھتے تھے۔

کانٹے کی انھوں میں جیسے اس کی پیناٹی دایس آ رہی تھی لیکن غلام اس کے سامنے واضح ہوتا جا رہا تھا۔ آٹا ہی اس کی گھن میں اندھیرا بڑھ رہا تھا۔ بلکہ اسے ایسا لگتا تھا جیسے کوئی پیچھے سے اس کی جانب بڑھ رہا ہو وہ اپنی ہی آہستہ پرچو تھکے لگا تھا۔ بار بار اس کے دماغ میں سب کچھ گزرتا رہتا تھا۔ پولیس کسی وقت بھی وہاں سے کتنی ہے کسی وقت بھی کسی بھی طرف سے ہیں گیسے ہیں یا باکسٹا

ہے۔ غلام کی آمد سے کوئی نتیجہ نہ نکلا تو اس کے باوجود نواب اثر انگیزی رہا اگر غلام ہی نہیں آتی یا اس کے کٹے میں دیر ہو گئی ہے اور اس درمیان بھلے نواب کو کہیں کچھ ہو گیا تو اس کا جانی بڑا نواب تو۔ اور وہ دونوں لڑے اور پیر دادا معلوم نہیں کسی مال میں ہوں گے۔ کاتے جتنا سوسنا تھا اس کے جسم میں غم جتنے گھٹتا تھا۔ بیا عسوس جتنا چاہیے وقت بڑھ سے کھلے ہوا۔ رات کو کھانے کے بعد اسی سامن نہیں گیا تھا کتنی پرہیز دلے چلے گئے تھے کہ کالے دادا نے بھلے سے کہا۔ آکا کے پاس آؤ آؤ آؤ۔ وہ آٹا سے ملنے کیلئے منکر کر رہا ہے کالے دادا نے بلند آواز میں بھلے کو بتایا تھا۔ ابھی نے سنا تھا۔ بھلے کا جواب سننے کیلئے عمارت میں کچھ مٹا چھ گیا۔ بھلے نے فرار جواب نہیں دیا کچھ ترقف کے بعد تک کے ہوا۔ اس کو ایسی کیا تکلیف ہے؟ آدمی بولتا ہے اور دوسرے ہی زبان لگاتے رہتے ہیں۔ کالے دادا نے غلام کی آواز میں کہا۔

بھلے دو کالے آٹا ایک نامیہ کے مذبح کے بعد بھلے کا گوری سے بولا۔ بھگت میں سکوت ہی جاری رہا۔ سب چلے گئے ہیں۔ سب سب سے بڑے بیٹھے گئے تھے۔ کاتے کو معلوم تھا کہ آکا کالے سے قریب کسی مکان میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ اسے کچھ جاننے کی ہے۔ جیسی جیسی تھی جس مال میں کاتے نے آخری بار آکا کو دیکھا تھا اس کے کالے اسے سنبھلنے کیلئے بہت وقت درکار تھا اور اس کے بعد اس کا شمشیر دکھائی دینے یا بولنے کے کاتے کوئی امکان نہیں تھا۔ کاتے کو گزشتہ رات آکا کے پاس کچھ معلوم ہوا تھا اور یہ جان کے تڑوہ برا تھا کہ وہ ابھی تک شرم میں ہے۔ بھگت نے خود کو دیکھ کر بھلے کے چپ بڑا کر بھلے نے اس حالت میں آکا کا باز رکھا۔ بڑا بھی ہو گا۔ ہو سکتا ہے آکا کی موجودی میں اس کی موجودی سے زیادہ بھلے کی مرضی کو فیل ہو جائے۔ بعض دوری و ترہ سے بھی اسے دیکھ رہا ہو گا۔ کسی نعمت محبت کیلئے آکا کی ضرورت پر سکتی تھی۔ آٹے کا وہ دادا آدمی ہو گا جس سے بڑے نواب یا اس کے مال کا زمانہ صاحب نے رابطہ قائم کر رکھا تھا۔ ان بانی کے بولنے بھی انہی کی دایت پر میرا اور ہر دو کا تعلق کیا تھا۔ آٹے کے آدمیوں کا غم گرم رکھنے کیلئے بھی اس کی موجودی ضروری تھی اس کے قیام کی خبریں کہ ان کی آگ ایسی فروزاں زندگی جیسی اس کے ہونے پر تھی۔ نواب کے سلسلے میں مزید معلومات کیلئے بھی اسے قریب ہی رہنا چاہیے تھا۔

مگر اب آکا بھلے سے کیوں ملنا چاہتا ہے؟ کاتے کی طرح سبھی یہ جاننے کیلئے ہے اب تھے۔ بھلے اور کالے دادا نے آکا



کے آدمی کی واپسی کے بعد ملاقات میں بھائی بھائی اصرار اب مزید  
 خاموشی ٹوٹنے کی کوشش کی لیکن اب سب بہت سے مل بیٹھے تھے۔  
 ان کی کاواوا سا جی جی گم سم سم تھا اور جمل کے سوالات کے جواب  
 کھنکھنے لگے انداز میں نے ہر بھائی سب کی نگاہیں بار بار دھار  
 کی طرف جاری تھیں وہ ٹنٹ ٹنٹ گونے میں گے کہ وہ دھار سے  
 آئیں گویں اور ایک ساتھ ہی آدمی اندر داخل ہوئے ان کے پیچ  
 میں کاغذ پر ماری پاد میں لٹا ہوا برسر پتی بیٹھی ہوئی، لنگہ لنگہ پٹی  
 اور ٹھوڑی پر چھاپے تھے۔ وہ ملاقات میں سب کی ہر جڑی سے  
 گویا بے خبر سیر ہوا چوکی کی طرف بڑھا۔ اس کا سر ہلکا ہوا تھا، لوگ  
 آئے راستہ میں کھیلے اور اچھوٹ گئے تھے جمل نے اسے اتنے  
 دیکھا اور چوکی کے پاس اسے کا کونک گیا پھر ایک دم سامنے بیٹھے چہ  
 بہت سے لوگ اچھل گئے سب کا کانے چوکی پر چڑھنے کیلئے قدم  
 بڑھائے جانے انھوں نے کیا بھی ہوا ایک ہٹلے کے تذبذب کے  
 بعد کانے اوپر چڑھ کر تیزی سے چھل کے پیچ کھیلے کانے چوکی  
 پر چھل کے نزدیک ہی بیٹھا تھا۔ آجکل کے پیچ کے دو ہی کواڑ  
 میں گڑ گڑاؤ تھا کہ اسے عادت کرنا پڑے۔ زندگی میں ہی اس سے  
 اتنا بڑا دھوکا نہیں ہوا تھا اب اسے اس وقت تک پہنچا نہیں آئے گا  
 یہ سب تک جمل اسے معاف کرے۔  
 "اپنے کھڑے کوئی ہیر نہیں ہے۔ یہ ہے۔ جمل نے جی ہوا  
 میں گما اور پھلو بٹے لگے۔  
 ملاقات میں سو فی صدی بھی گرتی تو آواز آتی سب سے جس حرکت  
 بیٹھے تھے ان کی نظریں جمل اور آکا پر جمی ہوئی تھیں۔ آکا نے لگا لگا کر  
 وہ ایک بچی کہنے آلی ہے جس کا اسے کوئی حق نہیں چھینا مگر جمل  
 نے جمل اس کا آنا خیال کیا ہے ایک اسٹیل اور کرے اسے آہستہ  
 دیکھا جلتے۔  
 "کیا بولتا ہے تو؟" جمل نے تشریح سے کہا۔  
 "اے کوپا پتے سے الگ مت کو۔ وہ دیکھتی آواز میں بولا۔  
 اگ سے لگا کہ وہ اب کہیں نہیں جائے گا، زندگی بھر جمل کی خدمت  
 میں رہنا چاہتا ہے۔  
 "وہ بیان کر کے پھر کبھی اپنے سے بات کرنا۔ جمل نے نرمی  
 سے کہا کیا آنا ہی بولنے کو آتا تھا؟  
 "اور اپنے پاس بولنے کو کہا رہ گیا ہے وادہ؟ وہ ترہ پتے  
 دینے لگے میں بولا۔ اسے لگا۔ اسے نہیں دلا جائے کہ جمل نے اس  
 کی درخواست قبول کر لی ہے۔ یہ وہی زندگی کے جمل کی وجہ سے  
 ملی ہے اور اسے وہ کسی کی جھانوں میں گزار دینا چاہتا ہے اب اسے

اس کے جانے کے بعد ملاقات پر سب سب اس کا رخ کرنا لگا۔  
 آکا کا لہجہ بڑا جرات تھا۔ اس میں کوئی کھٹ کھٹ نہیں آتی تھی۔  
 کانے کو اپنا سینہ چھٹ کھٹ سمس بڑا اس کے کبھی کسی وادہ کو اپنے کواڑ  
 کے درمیان ٹوٹ کے اس طرف آئے تھے وہ بھی تھے بولنے سے لے  
 بس ٹوٹ ہونا تھا، بڑا کلا سا جمل نے بات سمجھ لی۔  
 "اپنے کونچ پر چھو کر دوا۔ کوئی دکھ نہیں ہے۔ تم سے بہت  
 غرضی ہے کہ اپنے کو ایک آدمی مل گیا۔ وہ کبھی آواز میں بولا اس  
 کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں کہ تم کو کچھ نہیں وادہ! ان  
 متھار میں تلاش میں کدھر کدھر گھم کے ادھر کے کتا تھا پھر تم کو ایسے  
 ملی تھا؟  
 "جاکے آؤ کرنا زیادہ مت بول۔  
 "تم سب تک کچھ بول نہیں دو گے۔ آؤ اپنے کو نہیں ملے گا۔  
 "اپنے ساتھ تو نہیں چلنے کو ہے۔  
 "تم کوئی حکم کر کے دیکھو وادہ! ابھی کہ چلا کا کر چکا ہے۔ وہ  
 سو کر اور ادا بہت چھوڑا تھا۔ وہ کتا وادہ! اس کا ایک دم ہر  
 جی ہوا تھا، اس کا قبول وادہ۔ یہ سب کچھ سے نیا کا بول رہا ہے  
 اس نے ملتی نفلوں سے کانے کی طرف دیکھا جیسے کہ بڑا بڑا  
 جمل سے سزا کرش کرے۔  
 "کیا جانتا ہے تو؟" جمل نے سختی سے کہا۔  
 "تھوڑا سا لگتا ہے۔ لگے ہیں اپنا پتا دل۔ وہ جب تک  
 سامنے نہیں آئے، ستم سے تھاری چھٹ سے بل کے سے جاندار تو  
 اپنی ماں کا جنا نہیں۔ اہن اور کچھ نہیں مانگا۔  
 "وہ جیسے گھر سے جمل نے جمل سے بولا کہ۔  
 "نہیں وادہ! اپنی دینے باطن میں ملتا کہ ستم سے جان سے  
 کر کے آیا ہے۔ یہ سب تک ہم میں کر دو گے۔ اور جی تھلے پہل  
 پر پڑا ہے گا۔ کچھ اور تھلے سے پاس اپنے لیے نہیں سے نوازیں کی ایک  
 بات تم ضرور پوری کر سکتے ہو۔ ان کو اپنے انھوں سے ستم کر دو وادہ!  
 تھاری دی ہوئی موت کے پانچ کو اور بھی۔  
 "جاکے آؤ کرنا۔ جمل نے جمل سے بڑا ہی سے کہا مگر وہ جمل کے  
 پیس سے لپٹ گیا۔ جمل نے اس کی گردن پھرنے کی کس کا پیر وادہ؟  
 آغا اور پلے اسے ٹھیک نظر سے گھوڑا ہوا پھر جیسے اس کے  
 ہونٹوں میں نہیں ہوئی۔ وہ بڑا باقی آواز میں بولا۔ ابھی جاکے پنا  
 حال تو خور ڈانٹ کر  
 آکا کو جمل کی آنکھیں کی طرف ہی لگا تھا، وہ بے تحاشا  
 سسکتے لگا جمل نے اس کا سر اپنی غرض میں کھینچ لیا۔



نہ کہ کو چاہیے چاہئے تقسیم کی بادی قحی۔ ملامت میں تو میں  
 لی بڑی تعدد اور مفرغی، معذور ہمارے سے کہتے ہیں لیکن اہمیت  
 سے بجا نہیں کہے ہیں۔ اس نے مرگوشاہن آئے تیار دادا زابہ  
 نے کیا خارج آئے۔ کوئے کو کا تھا۔ بھیل جی چند لکھوں  
 کیے تھیں۔ بیاہر اس کے لکھ دینے والے سے پوچھا۔ کیا ہے؟

- آدمی پر کون سے حلیم ہوتے ہو؟  
 - آپ بھی اپنے کو نہ سمجھتے ہیں گئے؟  
 - کہاں کے کہتے ہو؟  
 - جھل سہس ہزار نے آدمی ہو کے آپ ایسا ہی سمجھتے ہزار  
 باقی کا جواب ہم ٹھہر نہیں دیتے تو بعد میں بھی آدمی دیکھ کے کہتے ہیں۔

• کھائی منے لئے ہیں تو چاہے وہ روزہ....  
 • آگے میں بولتے ہو مہربان! جملے نے میری سے کہا: اپنی  
 جیب سے ایک نوٹی ہے، چلی اور آفری اس کو کچھ اور دست کھانا، اپنی  
 طرف دھڑک رہا ہے سچے چہرے پر، جیسے کہ نہایت بھولنا اس میں  
 ہا کچی حوصلہ ہے اپنا، ابھی چٹلے دکھ دے سڑ کر موت وقت خراب

تعماد ویسے پریس میں بھی اپنا کارکردہ کر کے بڑے بڑے لکھنویوں سے ملتا تھا۔ وہ زمان پر حجازی کہتا رہا کہ اس نے جس کی جیتا بھی دیکھی کہ کوئی دن جگمگے گرنے کے منتظر نہ ملے اسے اپنے دھڑ سے ترننگیٹ لکھنے کے مشاغلے ہیں۔ وہاں بھی دینی دھنٹ باہر کی سفارش پر آتے ہیں جہاں جگمگے پھر خود کو خیال آیا، اس کی لکھی جلی گیتا تم بھی اس



بھل کے نہیں معلوم ہوتے گناہ ہماری بھی ایسی آخری ہوتی نہیں ہے اور کون تو کچھ اور بھی تجھے متعلق....

اندھی بیٹھے دل صاحب! بھلنے سے جلدی سے کیا کیوں جاگ اُٹھتا کرتے ہو۔ آپ بولنا اپنے لیے کیا حکم ہے؟ اور صرف ہم کو دیکھتے ہو؟ تو لانا آگے مجھ کو۔

”نہیں نہیں، تیرے بھلکے کے بولنا۔ ہم یہاں ٹھیک ہیں۔“

”کچھ اور نہیں ہے تو صاحب! اندھی بیٹھے۔“

”تم سے کچھ نہیں کہنا تعین ہر حال پر سستی۔“

”وہ تو صاحب! بوقتِ روز کی گئی اس وقت تو آپ تھوڑی دیر... بھلنے سے چھپنے لیے میں کیا اسے دروازے سے ٹوٹ چلنے کو اپنے ہاں چھپا نہیں جھانکنا۔“

”وہ کچھ ناہیب میں پڑ گیا۔ بھلنے سے بڑھ کے اس کی کر پڑا۔“

”رکھ دیا۔“ انجارج کا چہرہ ایک لمحے کے لیے گھبراہٹ سے چھوڑ دیتا ہے۔

”کانتے دشا اور وہ اور کالے دادا دیکھتے رہتے۔ انجارج نے اندھیلانے کے لیے قدم بڑھا دیا۔“

”کالے دادا اس پہلے جگال کے اندھیلانے لگا تھا۔ دروازے کے قریب بھٹک کر مار کھول دیا گیا۔ آگے سے کئی آدمیوں نے جلدی جلدی دیاں پر کی دیاں لٹائی ڈال دیں اور دادا کو دھکیل گنا اور اساری کھو گیا اور کھول دیں۔ جتنی دیر میں انھوں نے یہ انشاک کیا۔ انجارج! اور کھڑا صحن اور دالان میں بیٹھے بیٹھے لوگوں کو دیکھنا دلا۔ جگہ تو بڑی ہے۔ وہ اندھیلانے پر بیٹھے ہوئے بیٹھے لیے ہیں بولا۔“

”میں وقت گزر رہا ہے۔“

”دستاہے تین دواں ہے۔“

”چراغ بھی ہے ایک پر اسے ہم نے بھی ابھی نہیں دیکھا اور شاید دیکھنے کی ضرورت ہو۔ پڑے۔“

”مخترم نے ایک غلام لٹا ہوا گناہ راستہ دم کی طرف جاتے ہیں۔ جارا بھی کچھ ہی ہے۔ ہنسنا ہم ملاتے ہیں میں یہاں بیٹھے دھلے دم راستے پر ہم تک پہنچتے ہیں۔“

”بھلنے کوئی جواب نہیں دیا۔ کالے دادا اور آگے کے دوسرے آدمیوں نے یہ جگہ نہ تھا کی اور چلنے و رفتہ کا اہم خرچ کر دیا تھا۔ مشن میں انھوں نے جو کی کے وسط میں بیٹھ کر چلیں کا انا رکھا۔“

”گناہ جگہ اندھ اس کے پیچھے گیا تھا اور پہلے کی نسبت کچھ صاف اور بھلا ہوا نظر آتا تھا۔ یہ کسی کی آنکھوں کی دھج اور گری ہوئی تھی کانتے کو وہ پہلے سے زیادہ بڑا سرور لگا۔ ہوا تھا۔ جو کی پر وہ اس طرح جسم جھلا کے بیٹھا تھا جیسے یہاں پہلے بھی کسی بات پر کچھ ہوا اور میرے برائی

میں ہے؟“

”نشاہ تو صاحب! ایسے کا ہوتا ہے۔“

”تم نے بڑی مناسب بات کہی۔ وہ ہے اختیار بولا۔“

”ہم اپنے بھلنے میں سب ٹھیک ہی بول رہے ہیں پر سمجھنے والا بھی آپ میں ہوتا ہے۔ بھلنے سے نہیں کہہ سکتے۔“

”مگر انجارج نے یہ جملہ غرض دلی سے نہیں سنا تھا۔ اس کی چٹائی پر سوئیں پڑ گئیں۔ بول رہے وہ کچھ کھانا بنا تھا مگر کھا گیا اور سر ہلاتے تھے معنی یہ انجارج میں بولا۔ ہم تو اب کچھ بے ہیں اور انھیں جاننا کہ نشاہ انجارج کی مری ہو گیا ہے۔“

”کانتے میں بول رہا ہے پر کچھ کھانا جو کالے میں تیری سے نشاہ کبھی کوٹ کے بھی آگیا ہے صاحب۔“

”داں ہاں! وہ لگتے بیٹے بولا۔ تمہیں اندھا ہے۔ اس کی آواز میں غصے کی لڑائی تھی مگر اس نے ملدی خود پر قابو لیا اور کہنے لگا۔“

”میرا دل نہیں یہ تسلیم کرنے میں کرتی ہاں میں کہہ جائے لیے ایک اضافہ ہو۔“

”ہم زبان کھولیں گے تو آپ کو گے۔ آپ کا بولنا تو دلا پڑے۔“

”یقین کو صاحب! اپنے کو بھی آپ میں نہیں جلا۔“

”یہ پڑ پڑی دھجک درست کہہ رہے ہو اس کے قلم سے کما کی بڑے تھے۔ ایک بات کی وضاحت کریں۔ جان انجارج! ہماری وردی اور غصے سے مت جائیگا۔ وہ اس سے کہیں بڑا ہیں ہم چاہیں تو تعین کوئی دیر یا کسی بغیر ایسی ملے یہاں سے بے جا کہتے ہیں۔“

”آپ ایسا کر سکتے ہو پھر آپ کرو گے نہیں۔“

”کیوں؟“

”تیرا آپ اپنے آپ سے پوچھو۔“

”تمہیں ہر دم سے پوچھنا چاہیے؟“

”اپنے کہتے ہے۔ آپ دھجک کے سر کا گنگ نہیں مل رہے ہیں۔ بھلنے سے کہنا۔ آپ کو صرف یہی کرنا تھا تاں میں کھانا تو میری جرم رکھتا ہے۔ دوسرے سے کچھ زیادہ ہو۔“

”ہر دم سے اس نے بیسی سانس کھینچی اور کہیں کھو گیا۔“

”چھر کچھ کھانا آواز میں بولا۔ آکا کانا ہے۔“

”بھل کر اب میں دیر کی۔ انجارج پہلے سے زیادہ آڑی آواز میں بولا۔ تمہیں سنا نہیں تم کیا پوچھتے ہیں؟“

”سن لیا صاحب! اسے چاہیے کہ جواب میں دھجک پر کھلے دیکھ کے آپ بولتے ہو کہ آکا کھ رہے۔“

”یہ جانے سوال کا جواب نہیں ہے۔“

”تو تم کی کریں صاحب! بھل کی آواز بھلنے کی تھی۔“

”تم تو نہیں جانتے۔“

”ایسا وہ آپ کا سا گنگا ہے تو بھلنے میں یہ کب کو صاحب؟“

”تم نہیں جانتے۔“ انجارج نے دوبارہ بھیجی تھی آواز میں کار۔

”جانتے ہیں میں تو سمجھا رہی ہوں نا۔“

”نشاہ اور وہ تو صاحب! لیے بہت مشکل ہو گیا ہے۔“

”بہت دلوں سے آگے پر پھینچتے ہیں صاحب! آپ کی قیادہ پریس کی عمر بھی اتنی نہ ہو۔“

”تم کیا جتنا جانتے ہو؟“

”لہ تھی سے بولا۔“

”مے تو صاحب! بولنے کو کیا جانتا۔“

”ہماری آواز بھلنے سے تھکے بہت آج بھی نہیں ہیں میں۔“

”جھکی کی آواز میں سرس ہو رہا ہے۔ تاہم ہمارا صواب کی کوئی آواز نہیں کہہ رہے ہو مگر یہ انجارج میں ہے۔“

”سیٹی بولی آپ کو کوئی گتھی ہے تو یہی بولنا ہے۔ ہم ہاں بند کر لیں اپنا انجارج بڑا آپ سے زیادہ سمجھتے ہیں گے صاحب! آپ کی آواز کوئی خفا کی دھج نہیں ہے جس کو لہجہ لگا کر ہماری محنت کی کریں آپ کو کچھ بڑا لگا ہے تو اس سے خوف دوسرے لگے والیں سے یہی سنا ہے کہ کما کما کر ہمیں کی آواز کی پڑ نہیں بولے۔“

”ہم نے وہ دیاں دینا جانے لگا۔ اٹلے کھڑے ہوئے کچھ بڑا جانے۔“

”مگر تو تڑا لڑ رہا ہے صاحب! اس کو کانا دادا اور گنگ کی کھار سے فوج نہیں پڑنا۔ چیز ایسی کہیں لگے سے ہی پڑا ہے۔ کچھ اور صوف ملانے کے انجارج کے دل میں آئے تو آپ کو باہر سے سنا۔ ککے ٹولہ تھے آپ کچھ مایاں کے ہی تھے۔ زبان کھلی تھی۔“

”قائم قانون کا چکر آپ لوگوں کے ساتھ لیتے رہتے بڑا بھلا آدمی۔“

”کھجی ہو گیا ہے اور آپ اختیار کی بات کرتے ہو تو ہم کو کہیں جے آنکھوں میں آپ کو رعایت نہیں ہوگا۔“

”کانتے سر جھپٹے ہوئے کٹ رٹ تھا۔ دالان میں وہ بھل کے پاس جاتے جاتے۔ آگے دھکے دھکے رہا تھا۔ اس کی توقع کے عین انجارج آٹھ جاتے اور پاس میں کون انشاہ کہنے کے بجائے کڑی تھی آٹھوں سے بھل کر گھڑا دلا۔ بہت پر بعد کا کانتے نے سنا تھا۔ انجارج کا مستطاب اندھ منتظر ہو اس کے سامنے تھا۔ یہی لگے کانتے کے اندھ سے دلی داغ میں روشنی سی جھوٹ پڑی۔ اپنی دیر میں چل باڑا کی کچھ میں آکا کہ سب کچھ ہے وہ نہیں ہے بھل کی لگام اس کے ہاتھ ہی میں ہے کانتے کے جی میں آکا کہ وہ بڑھ کے کھاتا



کام نہ چم لے آئے سینے میں جھنجھلے چڑا سے پلے کر باہر نکلی  
 کہ جھنجھلے اٹھتے لیٹے میں کام نہ چم لے پلے پلے کر باہر نکلی  
 ہاتھ نہ خود ہیں۔ ہوس تو آپ کا لگا ہوا زور دے، پناہ سے۔ آپ  
 سر پہ ایسے تھوڑے کپڑے کی رائے کو رکھیں کہ جتنی بہت ہے پروا  
 کرنے میں نہیں کرنا ضرور سے صاحب! اپنے رنگ بھادوں کی ماحوری  
 میں۔ آج بھی سفید بوجھلے کو پر اپنے مطلب بھی ہی ہے کہ  
 آپ آگے پر جھنجھلے والے پلے لوگوں کے چمکنے میں اپنے کو مست  
 رکھو۔ جھنجھلے سے منہ ہٹنے کا۔ اور اس حرا کے ہٹنے آکا کر  
 قبول ماز۔ اب وہ دھر سے چلا گیا ہے۔ آگے سے جانے والا جات  
 کے نہیں آتا۔ آج سے لڑکا کچھ اور ڈر لگنے کے خیال سے ہی آتا  
 ہے اور اس کو یہ پٹنے ہیں ابھی بہت پر لگے گی۔ آدوں کی یہی  
 دیت ہے کوئی اس کا لٹنے والا آپ کے پاس آئے تو بھانے  
 کے کمانے میں صبح کروا دینا اور زور دینا پلے تو ہم پر ہلکے سے تھل  
 کر لیتا ہے میاں ہم سے بولا ہے کوئی کچھ کہنے کے پلے ابھی طرح  
 بچل سے بچل ملا کے کچھ لیتا۔ جھنجھلے فائل پر ہر گز  
 خاصی دیر بعد انچاد کے چھاری ہم میں جھنجھلے ہوئی، وہ  
 بوجھل آواز میں بولا۔ چپ کیوں ہو گئے؟  
 - اپنے کو اتنا ہی بولنا تھا۔ آپ باتو۔ آتے وقت آپ کہہ  
 لیتے تھے، بہت بات کہتے تھے؟  
 - اب شاید اس کی ضرورت نہیں رہی۔  
 - آپ کو مرض صاحب! جھنجھلے سے مسئلہ نہ ملے گا۔  
 - نہ مانے کیوں کہو یا عموں زور دے جیسے نہیں پلے  
 جی کہیں ابھی چھانچا۔ چھانچا جس سے ہمیں بولے۔  
 - اپنے کو بھی کچھ گستاخے پوٹا شاید یا نہیں ہے ابھر پہنچے  
 دیکھ بھی اپنے کو نہ بولتے۔  
 - جھنجھلے اس نے بھکاری بھری تیرے پر حال تم سے مل کے  
 خوش ہوئی۔ اس کی آواز میں غمزہ صاف نمایاں تھا۔ ہم نے سب  
 کچھ ایک آہ کے طور پر سنا۔ اور ہم سے اسی طرح ہر تنے کی  
 کرشمش کر لیں گے۔ ہر تجربہ سے ہمیں کسی قسم کی لذت ملتی ہے۔  
 یقیناً تم نے نہیں اپنے آپ سے شکا کر کے اسے فراخ دل کا اعتبار  
 کیا ہے جس کو شک ہے ہم پر اور اب ہے اتنا کچھ سمجھتے ہو جھنجھلے میں  
 ہے شک نہیں وہ بگڑتی۔ آئندہ ہمیں اس سے بہت مدد ملے گی۔  
 غداری کا جیسی کہ ہو جب ہماری کرشمش ہوگی تو ہم سے تمھارا  
 مراتب کے تناسب سے تعلق قائم نہ ہو آئندہ ہے تمھیں اس سلسلے  
 میں ہم سے کوئی شکارت نہ ہوگی۔

.. آپ کا شکریہ صاحب! آجکل نے جیسے اس کا تلخ و ترقی اچھ  
 عموں ہی نہیں کیا۔  
 انچاد کا ایک چوک سے آگے لکے والے ملانے ہو کھلانے  
 ہٹے ملاز میں اس سے کچھ پروا دھونے کی درخواست کرنی چاہی  
 مگر جھنجھل کی جانب دیکھ کے ہنسنے لگا، چنانچہ وہ ہنسنے لگا  
 بھل اس کے ساتھ دوڑا لے نکلا گیا۔ اچھا چارے نے دروازہ  
 مہور نہیں کیا تھا کوئی گنا اور جھنجھل کی طرف رخ کر کے بولا۔ شاید  
 جہاں ملاقات ہو۔  
 - سب آپ پر ہے۔ جھنجھل نے کہا۔ پر شاید ہمدی نہ ہو۔  
 - ملان صرف ہی پر نہیں یہ تم پر بھی مخصوص ہے۔  
 - آج سے مناسب بھی تو ہے سلام کرنے اور خود آج نہیں گے  
 صاحب! آتے نہ کر رہی گئے۔  
 - بشرطیکہ ارادہ بھی اسی خبر کا ہو۔  
 - ایسا ہی ہوگا صاحب!  
 - میں خوش ہوگی۔ نہ جھنجھل کے میں تعادل نظر تھا۔ دونوں  
 کے درمیان ایک فٹ سے زیادہ کی فاصلہ نہیں ہوگی یہ کسی دوری  
 صورت حال سے ہیں یقیناً زیادہ خوش ہوگی اور دروازہ کی تمام  
 میں بھی نیچے نہیں پاؤں کے مگر فاصلوں کا فائدہ ہے۔ کبھی ایسا ہوا  
 نہیں تھا۔ میں طرح ہر زمانہ پاس ہے یا ہوتا ہے اس کے ہم قائل  
 نہیں ہیں۔  
 - اتنا اذکار ہم بھی کر سکتے ہیں۔  
 - ہر حال۔ وہ ٹھنڈی سانس جس کے ہوا۔ خود کو زور دینا  
 میں دکھانا۔ اور یہ یقین ہماری طرف سے اپنے لیے شہت دینے  
 کی پل بھنا۔ جلی رطوبت میں بھی ہمارا اصل ہے ہم کاد کچھ  
 اور اپنے اذکار کے انچاد کے فیکر بھی متنبہ نہیں تھے۔ شکاڑوں  
 ایک تہہ ہم سے ایک سے غور حرا پر گولی مل گئی تھی غریب ہماری  
 بھی قاتی میں گلا ہو گیا مگر کیا بتائیں نہ دلت میں ہوں ہی  
 آہیں بند نہیں آئی غمیر وقتہ و مرا ہے۔ وہ بھی خود کو ڈرتے  
 ہٹے بولا۔ تم سے کہنا ہے کہ یہاں آگے کی تبدیلی کی ضرورت اس  
 ملائے تک محدود نہیں رہی ہے۔ جہاں آواز کے بعد ملائے کے  
 انچاد کے اندل کی کوئی بار آور ہے۔ ہمارے آواز کے آگے کی طرف کی جاتی  
 کی ہی ہے۔ ہمارے پلے کیلئے ایسی کوئی بات نہیں کہ وہاں کے متنازع ہے  
 حکام ہلاک ہو کر نہ رہا ہے۔ چھانچا انھوں نے اس مقصد سے اس  
 راجست میں ہیں ہلا ہوا ہے اور اس شخص سے بطور فاس اس ملائے  
 میں تعینات کیا ہے ہم سے ملائے کی صورت حال پر کوئی مشورہ

اور غمگن کے بغیر۔ بات جیسے سے ملا دی ہو سکتی ہے کہ میں ہم  
 غفلت کے تحت تو نہیں ہوئے ہیں ہماری بیانی اور سامعت  
 پر جلی تو نہیں ہو گئی ہے۔ حکام ہلا کا یہ دیر ہوئے نے نہایت  
 آزار کا سبب ہے ہم پر ان کے اعتماد کی کوئی شک ہے۔ مگر وہیں  
 اپنی جگہ ہے۔ حق ہلا کو کوئی بھی بات جیسے کو اعتبار ہے۔ فکر  
 ہے کہ یہ بات جیسے سے ہو نہیں۔ ہم پر ہے۔ فیصل میں دروازہ ہمارے  
 لیے یہاں راست میں پھر نہ تھلک ہو جائے۔ اس کے علاوہ ہم سمجھتے  
 ہیں کہ حکام کی شورش و اضطراب کو کوئی اور حرا بھی ہو سکتا ہے  
 کہ لوگوں نے ہر دروازے کے ملاتے ہیں آکا کو ہر زور دینے کے خواہش مند  
 تھے۔ انھوں نے ان کی طرف اس جانب مہذب کرانی ہوگی۔ ہر صورت  
 اس سے یقین حالات کی شکایت کا اندازہ ہو جائے یا جیتے۔ ہماری  
 اخلاعات کے مطابق راست کے کسی با اثر اور فائدہ لوگوں سے  
 آگے کے مراسم تھے۔ انچاد کی آواز میں تنبیہ کے ساتھ ساتھ شہید کی  
 اور ساتھی بھی تھی۔ سمجھو ہے کہ؟ اس نے جھل کے کندھے پر  
 ہاتھ رکھ کے کہا۔  
 - ہاں صاحب! جھنجھل کو جب کے بولا تو سمجھنے میں پر آئے  
 اتنا بولا ہے تو ہم بھی کچھ.....  
 اس نے جھل کی بات چوری ہٹنے سے پہلے کہا۔ ہم نے اپنے  
 متعلق تمھیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ اور ہماری طرف سے ہر گز کسی  
 ضمانت کی ضرورت نہیں رہتی۔ چاروں طرف دیکھ کے کوئی  
 قدم اٹھنا اور خیال رکھنا کہ ملائے کا انچاد کو ناراضی خاں ہے۔ نالہ  
 علی اپنے لیے کوئی.....  
 - آپ جن سے آواز کے پیچھے جس نے تیری سے کہا۔ کچھ  
 لوگ ایسے بھی ہوں گے جو آکا کو اور دیکھنا نہیں چاہتے۔ مگر اس اور  
 کہنے میں وہ آکا کے رکھو اس سے آواز بھی ہر سکتے ہیں۔ ہم بھی کسی  
 کوئے نے ہر بیان کے پیچھے ہوں گے۔ ہم نے ہر تجربہ سے شکاڑوں کی  
 ہے۔ ہماری بات کی بات تو اس آپ کو اس کے آگے بھی آ  
 سکتی ہے۔  
 انچاد کا ہم ایک نالیہ کیلئے مل کھا گیا۔  
 - کانتے تار ہاتھ کا چمکنے وقت انچاد کا جو دھواں دھواں  
 تھا۔ اس کی نگاہوں کی کات کا کانتے نے اپنے دل کے لیے غمگین  
 کی جی جی اس اذیت میں کیسا سکھ بھانچا، یہ کانتے ہی جانت  
 تھا۔ اسے اذیتیں ہر ہاتھ کا دھواں میں دن ہی کی نہیں کوئی اور مارا  
 دیش نہ لگتا۔ آواز میں دن کی گھلت بھی نہیں مل سکتی ہے۔ ہر

یہ ایک منہ زور و ترقی کا انچاد کے گھر میں گھر میں لانی ہی تھا۔  
 ہاں کوئی فیصلہ کرنے کے امکانات نہ تھے اس کے لیے نہیں رہیں۔  
 تار کے کسی تعین کیلئے اسے کشش تڑا دے کہ اس کے  
 نمکنا اور بھلا اور انھیں بہت زیادہ وقت دے کر کھانا تھا، صرف  
 اتنا کہ انھیں شہر میں آجائے۔ اس کی آمد کی اطلاع باہر بھی  
 تھی۔ اور اس کے بدلے کوئی اور شخص ہونا تو شاید جلیں کو ہر ایشا  
 میرے نہ پڑتا۔  
 کانتے، شام زور دینے لگے۔ وہ ایک مسک اور نہ شام تھی  
 سبھی کو ایک گٹ ملنا جیسے کوئی ہر تجربہ سے آگے کہ ایسے ایک ایک  
 ہوا مل گئی ہو۔ انچاد کے جانے ہی آگے کے اسے جھل کے  
 گرد و پیش ہر گئے تھے۔ انھوں نے نہ جھل سے کچھ ہو چھانچا۔ جس نے ان  
 سے کچھ، مگر جھل کا کھانا کھانا ہم کچھ کے ان کے فاصلہ کو خود  
 قرار دیا۔  
 رات کو کانتے کانتے کانتے گئے۔ انہیں کیا نیت  
 کی طرف سے کچھ رعایت مل جانے کی یقین وہ باقی کے اور کانتے  
 کی پل کی ہر جی ہمارے تھی۔ زور کے انتظار میں ابراہیم کی نگاہوں  
 دروازے کی طرف آمدنی یقین وہ دیکھ کے ایک اندیشہ کے متنازع  
 تھا اور وہ یہ کہ اگر کوئی چیز آواز آئے تو ہمارا نہ ہوں لگا ہوگا۔ ایسے  
 انچاد تو نہیں کرنا چاہیے کہ کچھ نہ جھل کے نام سے کاپے ہو کر تو  
 ہوا۔ آواز کا ہم بھی اس کے گھر گئی ہوگی۔ اس شہر میں یہی ہر آواز  
 ہو جائے اس کے لیے انسان میں سے تار دیکھ کے اس کے دل میں کھینچے  
 کیے ہوں گے ہوں گے۔ زور کی کوئی اس کے لیے کسی نیت سے  
 کہیں سے کانتے نہ جھل سے ہلے اور کچھ اتنا ہی بھانچا کہ  
 وہ تیر کی کوئی غور ہے۔ وہ زور کی تیری میں اس ملزم ہوتی تھی  
 کانتے سے کسی نہ کسی ماند تیری میں راج کرتے تھا۔ اس کے  
 نے کے بعد کانتے کو اس ہوا تھا کہ کوئی اس کی کتنی کتنی کانتے  
 کیلئے یہ شکاڑ بہت جیوں کی تھا کہ اس کو اس کے اعلق بازار  
 سے تھا۔  
 فام کو اپنے اپنے میں فیصلہ کرنے کا بھی کوئی حق ہے۔  
 وہ یہاں واپسی پر ہر گز کسی کو نہ بولے گی۔ تار میں سے ہر فیصلہ  
 نہیں کسی جاسکتی تھی کہ اس کا پاس تار خود ہی ہے۔ کانتے کو  
 یہی وہ کاد لگا ہوا تھا۔ عذرات کے بارے میں زور آواز سے ہر خود اور  
 ہو گیا۔ کانتے نے اسے جھل کے نزدیک جانے سے منع کر دیا۔  
 زور کے پاس خانہ کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔ اندیشہ نے بتایا کہ  
 آج وہ ہر گز کے جانے کوئی سے آواز ہے۔ وہ ہر گز شہت







میں یہاں آؤ تو کیا غائب نہیں ہوجھتا ہے ایک لمحے کی بھی سیال  
بیٹھا نہیں جاؤ تھا کہ کہنے اور دوا دے دیتے ہیں سب کچھ تھلنے  
لے تھے لیکن شاید آوازوں کا اصل شور لوگوں کی بارگشت میں ہوتا  
سہا، اظہار لفظ بیٹے کے جسم میں پرست ہو گیا تھا، پھر گھر پہ  
میں گئے رہا غائب نہ کبھی ہیں آقا کا کہنا ہے جہاں کے کہیں  
چھپ جاتوں کسی کسی کہیں بند ہو جاتوں اور کسی کا پتہ نہ ملے وہی گول  
کہتے تھے آؤ تھا گرفت ایک دن کا رہ گیا تھا جہاں ایک رات کا  
ایک رات کے لیے میں اور بہر وعل کر رہتے تو نہیں راج لی جانا  
تھا، غرا تھا ہوا کہ مجھ نے وہاں سے نکلے گا ارادہ کر لیا۔ کہتے تھے  
اندیشہ راج نکلے تو جہاں پھر کیا ہوتا، غرا مے کہنے کے بعد اگر  
واقعی نواب انکار کر دیتا تو؟ اسے ہم نے کوئی عوض نہیں تھی لیکن  
ہم اسے بے کسی ایک ہمتو لا علی کا اہلدار نے کے بعد اگر اس کے دل  
میں اپنے قول پر ہے سینہ کی کوئی نیزہ نہ آتی تو ہم نے اسے  
کوئی رعایت نہیں ہوتی تھی سو ہمیں آزاد کر دینے کا فیصلہ کرنا اس  
کے لیے اتنا آسان نہیں تھا۔ بہت سے دُور دراز کے حصے اس کے  
ذہن میں گھر کر سکتے تھے چاہے وہ کہنے ہی بے سہرا ہو جتے مگر نواب  
کے شہر میں سماجی ناگہماری ریائی سے زیادہ ہماری قید یا ہمیں ہمیشہ  
کے لیے خاص کر دینے میں ہتتری ہے تو وہ کوئی پیش وہیں نہ کرنا۔

ادا کرنا سانشیب تھا۔ وہی دولت بڑی ہی بادشاہت  
 نواب کی جہیز کی فہمیلیوں۔ پارس میں ہمارے نواب کو ہم بتانے سے  
 چلتے چل کر کوئی صبح آئی کہ جو تہ پیش کرنا ہوا وہ جہیز کی  
 فہمیلیوں پر ہو کر نہ سے مراد ہم تک پہنچا نہیں تھی مگر وہیں پہنچ  
 کو اپنے منصب کی فہمیت آتی اور مشق وہیں چل کر لوگ تھے فہمیلوں  
 سے حملے نہ دل نہ کر کا واسطہ نہ کرنے میں کو صیاب تھے، آئے  
 میں ہلا کر ہوا میں جیسے کہ منہ دیا جاتا ایک راستہ آجانی تھے  
 ہو کر آیا تھا گو وہ ایسا نہ معتقد نہیں تھا مگر ہم دونوں کے زبانی  
 کے انہی سے مستحق نہیں تھا، ان سب کو بعد میں کوئی ہی نہ سب  
 تھا۔ بعد میں ہمیں نہیں چلنے کے ہم دونوں کے غلوں کا کیا کیا تھا  
 تھا جو کچھ بھی ہو جو وہ نواب کے دھم دھاک سے کہیں سو ہو جو کچھ  
 نواب کو راستہ نہ دیا تھا کہ جو صورت ہو جو کچھ نہیں ہو سکتا ہے  
 اس کی جگہ کوئی بھی نہ دیا تھا کہ کچھ نہ کر کے اس کے بعد نواب  
 نے ان فہمیلیوں کے وہی مضمین لیے ہوں گے جو چلنے کے کیا جاتا تھا مگر  
 اس کی کوئی شہرت نہ تھا بعد میں انہی کے لیے ہمارے آگے پر  
 چلنے کی ضرورت ہی کوئی تھی اور چل اس سے کہ نہیں کیا جاتا وہ آگے  
 سے چلنے والی تھوڑا سا سے نواب کہتے کوں گیا ہو جو چل آئے  
 پر وہ کہ گیا ہے مسل ہی کچھ نہ دیا تھا۔ اس نے نواب سے چلے میں  
 اسی لیے فہمیت کی تھی کہ وہ اس کے پیہ آجادی تھے کہ میرے کہ کسی  
 زمین میں چلتا نہ ہو بلکہ بہتر ہے کہ اس سے چلتے آئے اپنی شہرت کا  
 وہی نہ چلے چل میں وہیں جہیز میں کہ چان کے اور دیکھ کے چلتی تھا۔  
 جہیز کی فہمیلیوں فہمیلیوں کی واپار میں منع اور ہوا اور خدمت کو اس  
 کی ایک فرق نہیں ہے اس نے وہیں میں سب کے گھڑوں اور فہمیلوں  
 کے فہمیلوں کی چلتا ہو سکتی ہو فہمیلیوں سال میں بھی ہوا تھے آگے  
 خدمت صیاب ہوئی تھی اور یہ سب چل کر کوئی نہیں آیا یہ ہو سکتا  
 اس کی انھوں کہنے کیا نہیں تھا تو بھی اس کے سامنے ایک شخص تھا  
 جس کے اور چلتے دوڑا چل کر کوئی ساری دنیا کی کچھ ہوتے تھے مگر  
 واقعہ اور لے اس کے کہ چلتے وہاں کی کوئی فہمیلیوں کی کہہ کر نہ  
 اور کوں دروازے پر چھا کے ٹوڑا جاسکتے ہیں۔ ان کے نہ ہوں کی زبانی  
 اس کی کوئی ہی نہ سکتی ہے کہ نہ تھے نہ فہمیلیوں کی ہو مگر چلنے کے نہ ہو  
 ان کی تھا، اس کی کہ نہ نواب کہ میرے اور پر کے اس کے فہمیلوں کہنے

[illegible]

جیسے کوئی میسٹ انڈر ہوجا یا میسٹ نوجوان اس کی مجلس  
ہی بن کر برے نواب کی جانب سے قتل کو کچھ نہیں ہے مگر  
چرند کوڑوں سے اعتبار یہاں میچلے گیا رشتہ ان کی آتی تھی  
اب ایک گھنٹے سے اوپر ہو چکا ہوگا کہنے اور زور بولہ لیتے بل  
ابوخلیل کو دفن دیتے تھے گاؤں کی مجلسیں کہ بہت ہی آتی  
تھی لیکن ہمارے ہی تھے کسی کے نہیں فارغ قتل نے  
کسی سے گاؤں کی دولت کے متعلق کوہانے کی کشش کی جو وہیں  
نے سوچا کہ جس ہی آتے کو ان کا شادی بیری بات کا اثر اور میری زبان  
اہل کے رہتی دو چور کا نام سب سے میں تو انکے انکے











بھڑکیں۔ اس کے بیٹھوں پر باری باری میں کئی قیاسی اس کا نسخ  
 باری ہی طرف تھا میری ملی نے غلط نہیں کیا تھا غلام باری نہیں جا  
 رہی تھی۔ بڑی بڑی جوتی پہنی تھیں جس کے سادی مری ہوئی۔  
 مجھے دیکھ کے اس کے ملازم میں مری تھیں اور اس کے منہ  
 کھینکے گئے وہ بے آواز میری طرف تڑپ کر بیٹھ گیا مجھے بے اختیار  
 چپکے گئے۔ میں اسے قتل کرنے آیا تھا کہیں مجھے اپنی ہی سوجھ بوجھ  
 رہی۔ غلام نے مجھے بازوؤں میں چھپایا۔ اُن کی بہت تڑپ اور  
 غصہ تھا۔ میرا ہنہ ہنہ فوٹے لگا۔ ایسا غصہ ہوا کہ میں جھک کر گرا پڑا  
 گویا بیٹھ کر ہر کسی کی مدد کی قوت دھیر ہو گئی ہوا غلام کا قد بہت  
 بڑا تھا اور اس کا سینہ کوئی سترہ سولہ اور پیٹ میں اسے پانی باری دیکھ  
 رہا تھا۔ چل رہا تھا۔ اس کی ہوا کہ اس کے اسنے قریب کے کسی  
 اس سے گستاخو اور آقا اس کے بیٹھ کر نہ تھا وہ گدا گدا اس کی  
 بے قرار تھیں ایک بار میری گردن اور کمر پر لڑاں پڑیں میری  
 آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری ہو گئے۔ مجھے نہیں معلوم کتنا دھیر  
 گویا میری تڑپ میری کمر پر چپک دی اور میرا شانہ چڑک کر چھینڑا تو میں  
 بولنا لگا۔ "اے باریاں! کیا میں اس سے تم سے اس لیے تو ہیں  
 لئے کر تھیں کیا تھا؟ میری تڑپ کی بجائی ہوئی آواز بیٹھ کر لوں میں  
 گویا۔ انھوں نے مجھے اس سے نہ کرا کر یاد پڑا دیکھ کر کہ وہیں  
 کر کے باہر تڑپ کر رہی تھی کہ اس نے اسے غلام بھی اس کے بیٹھ کر باہر  
 بھیج کر میری نظر اس کے چہرے پر پڑی میری آنکھیں اور دھڑلانے  
 گئیں غلام کو چہرہ جھپکا ہوا تھا۔ ہم دونوں دیکھ کر ہلکے نیچے  
 بیٹھ کر میری جگہ پر بیٹھ کر پھر تھوڑی دیر گئے۔ یہ خیال ہے۔  
 باریاں! اب مجھے چلے غلام چلتا تھا میری اپنا حال دیکھ کر سب  
 لگ بیٹھ بیٹھ بیٹھ بیٹھ اور میری جگہ پر بیٹھ کر ان گروں کے لیے تھیں  
 کچھ انتظار دیکھ کر کرنا ہے۔  
 "تھوڑی دیر انھیں میں اپنے دیکھ کر غلام نے شکل زبان  
 کھولی اور وہی ہوئی آواز میں بڑھ گیا۔  
 یہ اب میں ہیں اور اب تو سب میں ہیں۔ میری تڑپ گری  
 سامنے جھک کر بولے۔ "میں انھیں بیان کر رہی تھیں جو تڑپا ہوا تھا۔  
 مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ دونوں اسنے لالہ برادر تم بھی آخر تو بہت  
 سوئے والی ہو۔ تو میری باریاں سے ہی کہہ رہا تھا۔ "وہ چھپ چھپ  
 ہی نہ تھی کہ میں نے تم سے راتے میں کیا کیا تھا کہ اسنے چاہا  
 تو سب خیریت ہو گئی گھولنے کی کوئی بات نہیں۔ میری تڑپ نرم آواز  
 میں بولے۔ "باریہاں سے پھر وہ اب ایسی کوئی آواز نہیں دیتی تھی۔  
 "ہاں آئی۔ میں نے اسنے کہہ میں کہ اب سب خیریت

ہی ہے۔  
 "مگر غلام غلام دینی زبان میں بولی۔  
 میں نے اس کی بات چوری چورت سے پہلے کہا۔ "غلام! اب  
 بہت کچھ ہانکے گئے۔ بے آواز میں اس کی گلاب سب کچھ تڑپ کر  
 ہے۔ اب اسے وہاں سے کچھ مائل میں۔ اب انسان رکھیے۔  
 "میں ان قیاسی دیکھ کر ہی ہو گیا مجھے کچھ تباہ کر رہی تھی۔  
 کوئی ہی بات ہے جو آپ لوگ مجھے چھپا رہے ہیں؟"  
 "مجھ کو ایک معاملہ میں بخاری ضرورت پڑی تھی۔ میری تڑپ  
 دینی میں بولے۔ "تھیں اب سب دوست ہو چکے ہیں۔  
 کیا معاملہ تھا؟" غلام غلام بے بولی۔  
 "کچھ میری بات تھی جی اب میری وجہ سے آپ کی ضرورت پڑی تھی۔  
 غلام نے میرے چہرہ دیکھ کر اس کے ہونٹ کھینکے  
 چڑک کر دھڑکے۔ میں نے پھر بھائی آواز میں کہا۔ "آپ کا شام  
 ضروری ہو گیا تھا۔ میرا بہت مجھے کچھ ہوتے ہوئے چل جاتی آپ  
 سب کچھ بتا دیں گے۔ سب کو اس کی فکر کہ اس کی قدر پریشان ہو  
 جائیں گی لیکن میں..... اب کچھ بھی نہیں ہے۔ آقا ہوا کہ آپ  
 آئیں اور انھیں کہیں میں نے نہیں چل جاتی ہے آپ کو چاہا تھا،  
 مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔  
 "مگر میں آپ کی کہہ رہی ہوں۔ وہ آواز دینی سے بولی۔  
 "میں آپ سے بالکل سچ کہہ رہا ہوں مجھے شہرہ کیا کیا تو  
 میں شاید منع کر دیتا میرے ذہن میں خود وہ دوسرا نہیں تھا کہ آپ  
 کو تازہ دیکھنے کے لئے آئے ہو۔ میری تڑپ میں اس کے پاس اور کوئی چارہ  
 بھی نہیں رہا تھا چارہ قور و سرا بھی خدائیں نہ تھیں کہ انھیں نہیں خدائے  
 ایسا ہی تھا۔  
 "مجھے صاف صاف کہیں میں نہیں بتاتے۔ وہ اتنا ہی ہے میں بولی۔  
 "یقین کر دو سوچی سوچی کے میرا گھٹا چارہ ہے۔  
 "میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ کچھ تو سچ ہے۔ آپ کی اذیت  
 کچھ خوب انداز ہے لیکن بیٹھ کر میں کچھ نہیں تھا بلکہ اس کے  
 میں ہی میں.....  
 "کوئی ایسی بات ہے تو چل جاتی ہے بالکل خیریت کیا۔ چہرہ  
 اذیت تو میرے لیے میں اذیت ہے۔ اس کی آواز دہن گئی۔ یہ کہنے  
 اس سے بڑی خوش نصیبی کہ ہر سچی ہے کہ میں تھا کہ چل جاتی کے  
 کسی کام تو میں میں بھوں کی کمری زندگی کا بھی کوئی قصہ ہے۔  
 یہ تو آپ دوڑیں سے کہہ دیکھیں کہ آپ کی ذات ہی ایک قصہ  
 ہے۔ قصہ صرف اپنے لیے تو نہیں ہوتا۔ میں نے غلامی سے کہہ کر چل جاتی

نے جو مجھ کو دیکھ کر اس کا مجھے یہ سب کہ اس طرح انجان میں گنا تھا۔  
 کیا انجان میں لگتا تھا؟"  
 "ہی کہ..... میں آپ کو دوبارہ دوبارہ کسی بیڑہ ملک میں  
 شہر میں..... لفظ بیٹھ کر میں میں شہر ہو گئے۔ میری بھوں میں ایک  
 میں اس سے کہہ کر اپنا ہاتھ ہوں میں نے اسے اور تھیں میں شہر کا پتہ  
 نہ کہ کہیں گئے۔ وہ غلامی انداز میں بولی۔ میں نے  
 دیکھی میں بہت مدد سے ہیں لیکن شاید یہ مدد نہ سنا دیکھ کر  
 تمہاری آئی کسی کے لئے شہر ہو گئے۔ یہ سارا تڑپ نے اور چل  
 جاتی ہے وہاں سے میرے تھیں کو جو وہ چھپے کہے کی تھوڑی  
 سکتی ہے بلکہ اگر اگر غلامی غلام میں..... مجھ سے کوئی غلام.....  
 اس نے اپنے ہونٹ کھینکے۔  
 "معلوم نہیں ہے آپ کی بھری ہیں ایسی بات مت کیجیے۔  
 دیکھ کر کوئی کسی کیسے ہی دیتا ہے۔ آخر تو میرے کے لائق گروں کی جو  
 قلم ہے یہ یقین ہے کہ آپ سے غلام بھی ہو ہی نہیں سکتی ہے۔  
 دوسری بہت دل سے کمال بیٹھ کر بیٹھ کر میری تڑپ میں تھیں تھیں  
 میں نے اس سے کہہ کہ کسی ہی پر ہی تو آپ کو اطلاع دی گئی تھی وہ  
 وقت اب نہ کیا ہے۔ کوئی ایسی بات میں میں ہے۔ غلامی ہی تو اب  
 بالکل میں رہی ہے۔  
 "مجھے معلوم تھا کہ میری کوئی بات اسے غلام میں کر کے گی۔ یہ  
 باری میں آئی کہ اسے سب کچھ پتا نہ ہو۔ اس کی جگہ کر بھی تو میں  
 طرح مضطرب ہوتا۔ اسے جانے کیلئے وہ اسٹاٹ تار سے گئے تھے  
 اور وہ کھلی تھا میری تڑپ اور جگہ میں جگہ آباد کے کوئی گنا تھا کہ  
 اس نے ایک عرصہ گزرا تھا۔ میں اس کے بعد بھاری دیکھ کر اس کے  
 بہت اذیت میں ہو گیا۔ ہلکے کیسے کیسے شہر اس کے دل میں چپ رہا  
 ہلکے کے عرصے اسے بتا دیا میری زبان سے شاید کچھ بھی نہ تھیں  
 نے اس کی کشت کی۔ مجھ سے کچھ تو پھر بھی آئی شاید بیٹھ کر  
 آپ کو بتانا مناسب نہ ہو۔  
 اس کا چہرہ دھڑک رہا تھا۔ انھیں اٹکے جیسے چوری تھیں  
 ہونٹوں کے گئے کہ لڑنا آئے تھے غلام نے چہرے سے کچھ نہیں کہا۔  
 میری تڑپ اس سے آجہ کے چوکی پر آگے آگے گئے۔ "تمہاری باریاں  
 کہیں چوری چوری ہیں۔ باریاں واقعی خیریت کہہ رہی ہیں اب اسے  
 دیکھ کر مجھے یہ بہت خیال ہے۔ یہ جلد ہی میں سچے میں ہوں گے۔  
 لکھ رہے ہیں۔ "میں نے اسے غلام میں بولی انھوں نے اس کے منہ  
 دھڑک کر ہلکے سے کہہ میں میں غلام اب کی جگہ میں اور غلام  
 مجھے نہ دیکھ کر میری کوئی تکرار نہ کر دیکھ کر تو مانگی؟" غلام

نے ڈھبانی نظروں سے تباہی کی طرف دیکھا میری ملی نے  
 بیٹھنے سے لگا لگا اور اس کی پیشانی کو سوجھ دیکھا نہ سکتے تھے۔ اپنا ہاتھ  
 کمر لٹا کر میری کمر کی بہت ہوئی۔ وہاں جاتے تھے۔ ہاتھ سے  
 چوہ چھپا لیا اور کمر سے ملی گئی۔ "ابا جان میں آواز دیتے ہیں  
 تھے حکم دونوں کے بہت دیکھ کر کچھ کے ٹھٹھک گئے بیٹھ انھوں نے  
 میری تڑپ کو فرست دیکھا پھر مجھے زبان سے کچھ نہیں کہا۔  
 "ہم چپے آئی بیٹھ تھے جاتی صاحب آتھیں ملی نے زور سے  
 کہا اور ابا جان کا ہاتھ دیکھ کے آہستہ آہستہ میری تڑپ سے لگا  
 سوجھ کر اب ہو کر کھانڈ کر کچھ کا بڑا کوس دھڑک رہا  
 گیا تھا اور ساری دنیا لہجہ نور دینی ہوئی تھی وہیں کانٹے اور دھڑلے  
 دھڑلے بیٹھ کر کھانڈ کر کھانڈ کر کھانڈ کر کھانڈ کر کھانڈ کر کھانڈ کر  
 اور اسٹاٹ۔ دو دھڑلے اس کے دھڑلے کے دھڑلے تھے۔ بال بے  
 سے کمرے تھیں میں ہی ایک اٹکے کچھ کچھ پڑا تھا۔ دونوں تھیں  
 گھٹے تھے کہہ کا حال میں ایسی تھا۔ غلامی میں نہیں رہا تھا  
 کہ وہ کانٹے اور تڑپ ہیں۔ مجھے دیکھ کر دونوں سڑکنے لگے۔ کانٹے نے  
 اڑنے سے میری تڑپ اسٹاٹ کی گواہی سے صاف کی مجھے بھی تڑپ تھی۔  
 اتنی دیر میں شام اور زور بھی تھیں۔ مجھ پر ہوا دھڑلے سب کچھ  
 تو تازہ لہجہ تھیں نظر آتے تھے۔ سب ایک ایک تھوڑا تھوڑا  
 بیٹھ کر ابا جان کے کان میں اس کے کہہ کہ ابا جان آگے آگے انھوں  
 نے سب کا کچھ جاننے کا اشارہ کیا۔ "میں بھی کی بڑی میں گول کرے  
 کمر کے دام داری کا چند تھیں نا صلیطے کرتے تھے ایک داستان  
 کہہ میں لگے۔ "میں ایک ہی چوڑی میری تڑپ میری تڑپ میری تڑپ  
 پڑی ہوئی تھیں چائے دوسرے مشروبات چل رہے تھے۔ چھپا لیا اور  
 کئی طرح کی دیکھ کر میری کھانے کا اہتمام بھی اس سے بڑھ کر ہو گیا۔  
 میں نے دھڑلے کیا تھا، زلیاں چلا تھا۔ "مجھے آگے میری ملی نے کہ  
 لیا تھا کچھ نہ تیار ہے۔ اب اتنے دھڑلے سے کمرے کی میان میں  
 کر دات کہ کھانے میں ہی اب کتنا وقت رہ گیا تھا کہیں کمرے  
 سوا سب نے خوب میری کہہ کہ اس نے صوف ایک پائی ملی اور  
 تھوڑی سی آگ کی جات کے سوا کچھ نہیں لیا۔ بھل بیٹھ ہی آپ اس  
 لگا دیکھتی تھیں وہاں بیٹھ وہ وہاں موجود یہ زور شاید دور کرنے  
 خیال نہ کیا ہو میں نے چل کی عیوبت کچھ شیک میں لگا دی تھی۔  
 اس کی آنکھیں جھپک جھپک تھیں چہرہ دھڑلے ہوا تھا اور مانے پر  
 انکھوں کی جالی چھپا ہوا تھا۔ دل میں ایک وہ تھوڑا سا جگہ گائی رہا  
 تھا جس سے یہ حال تھیں کی وجہ سے ہر اسے گری میں تھیں کہ تھیں  
 بھڑکے آئے کے بعد شروع مشرت میں تو میراں کی تھیں







ان دونوں میں زریں کو یہ چیز کی کھٹی کہنے کا موقع مل گیا ہرگز ہائی  
ایک ایک چیز امتیاط سے نکال کے بچے دکھا رہا تھا۔ یہاں کے جانور  
کا کھانا ہوا زلال تھی جو جب میں چلا تھا، یہاں سے یہ احرار زلال  
بچے دکھا تھا اور پھر سے بچا تھا کہ چوہل اس نے کیا بنا لیا ہے۔  
سارا کام زریں ہی نے اُسے سکھا دیا۔ اسی نے یہاں کو مشہور کیا  
ہوگا کہ خیرہ رمل کے کوٹے پر سفید بنا کر کسی سے بچل بنایا جائے تو زلال  
زیادہ نہیں اور یہ نرسب ہو جائے گا یہ نفاست اسی کو اتنی کھٹی  
پر کھلے ہیں خود کو بھول گیا۔ زریں جیسے میرے سامنے سرخ کاکڑی کھڑی  
تھی سفید لباس میں جلوں کی عجم کی طرح میری چہرہ تجھیں اُسی کو  
دیکھ رہی تھیں ہارنی نے بچے چوہا کیا اور پٹنے لگا۔ ابھی کہ وہ چلا  
گیا رہا ہے۔

بچے اس کے سامنے خفقت سی ہوئی۔ میں نے جلدی سے ایک  
بوزا نکال کے ٹپک دکھا۔ ہارنی نے شرفانی میں نکالی تھی اس کی  
نماز تھی کہیں آج میں ماس نہیں جید آباد میں شرفانی کا مزارع  
تھا مگر میں نے شرفانی سے کہیں میں واپس دھو دی اور دلا سکھ  
نکال کے سب جا مٹل نکلے میں آگیا۔ مجھ سے ٹھیک طرح میں بھی نہیں  
کیا گیا گرم پانی موجود تھا مگر وہ آٹا گرم تھا کہ خندا پانی ملا کے متلی  
کہنے میں دیر لگتی۔ میں نے غصہ سے پانی پانی پر اُٹھا لیا دیا جانے میں  
کو نہ چڑا ہوا تھا کہ نہ نہیلے میں اندر سرک جانے کے خیال سے گرو  
بھی لگا دی گئی تھی جاہر وادی بلر نہ تھا میں اندر سے تیار ہو کے نکلا  
تھا۔ اُس نے لگا کہ میں تو کھٹی میں کرنی بازی کرانے پر تھی

میری نظریں ٹپک پر پھری ہوئی تھیں۔ دونوں اطراف حویلیوں کے  
تیرجوں شیشیوں اور چوکوں میں درختاں جمل ملا دی تھیں ہر چوکوں  
چھایا ہوا تھا۔ غم غم میں دود آتے کے بعد ہی شہر کے گھان علاقے  
میں داخل نہیں ہوئی تو مجھے سہل سہل گئی۔ میں نے کچھ دیر بعد انتظار کیا  
پھر سڑک کے باہر نکلا۔ دوسرے ایک امنی علاقہ ہی انتظار کیا تھا اور ان  
تینوں کو سمٹ کر کوئی نوکریں معلوم ہوئی تھی۔ مجھے شبہ نہیں ہوا میں  
نے اپنے پاس بیٹھے کچھ سے پھر سے ٹھیک کے پوچھا۔ دادا! یہ یہ کہاں  
جدا ہے؟

پہلے نہ اُٹھ کے میری طرف دیکھا اور کسی حد حیرت آ رہی تھی  
میں ہلکے کچھ کر نہیں جانتا تھا؟  
"ہم ہم پہنچی جا رہے ہیں؟" میں نے اگلی زبان سے کہا۔  
اُس نے اپنے پیچھے سے میری گلاں دھجی لی اور میرے سر کو  
چھو دیتے تھے۔ ہلا! ابھی کیوں ہے؟  
"پھر پھر کماں جا رہے ہو؟"  
"بڑے توڑ کے ہاں۔ وہ اب کھلے سے ہلا۔  
مجھے کچھ نہ جھٹکا سا لگا۔ میں جتنی جیتی آنکھوں سے اُسے  
دیکھا کیا۔

میں جانی! این اور ری جا رہا ہے۔ پھر پہنچی ہوئی آواز میں  
ہلا۔ میرا دم میں ہو گیا تھا۔ مجھے کچھ نہیں لگا گیا۔ ابھی جمل جھاتی میں  
لگا ہے کہ این ٹپک کو اور چلنا چاہیے پوچھا ہے کہ اور فام کا نور ہو رہا ہے۔

"ہر کیا دو کس گھرے نہیں جا سکتے؟"  
"تم تو کیا کہہ رہے ہو دادا؟"  
"ابن ٹھیک ہی ہل رہا ہے۔"  
"دادا! مجھے جمل جھاتی سے بات کرنا دے دو۔ میں نے زیادہ کی۔"

کاٹنے اور دوا بڑے نواب کو لیل کے آیا ہے کہ ہر گز بھی  
فام کے ساتھ آؤداتا ہے۔  
"نہیں میں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ دادا! خود ہی تھیں کچھ بھائی کو  
فیصلہ دست ہو۔ مجھے اُس سے بات کرنا دے۔ ایسا کوئی نام اُٹھانے  
سے ملے ہر پہلو پر سوچ کر لینا چاہیے۔" نواب ٹپک میں نہ تھا  
خوب دیکھ لیا ہے اُن کے دل چھک کے ہیں اپنی طرف سے کراہیں کچھ  
نظر نہیں آتا۔ وہ دو آویسوں کر ہاں فووں کی در تید رکھ سکے ہیں تھانوں  
کو اٹھیں میں گھوڑوں کے ساتھ یا نہ دھڑلے ہیں ایسا ہی ہے تو اُس  
کرنی یا نہ بات کیے بغیر۔ اور یہ سب کچھ تو بعد میں ہی ہو سکتا  
ہے۔ فی الحال میں یہاں سے نکلتے پھر تو رہی جا چیسے۔ میں نے ہارنی  
سے کہا۔ اور فام! دادا! وہ اب انتظار ہی ہے اور وہ نہ ہر پہلے  
جی جی سے کسی طرح تم نہیں ہے۔

"پہ وہ استاد کا بھی تو کچھ جانتا ہے۔ پھر نے جواب میں تھی سے  
کہ اُس نے فام سے بات کر لیا ہے۔  
"فام اُن کے سامنے کیا بولی سکتی ہے تو ہمارے ہر پہلے کا کام



”اے کوڑے پہ پرہیزانی... وہ کھسکا کے رہ گیا۔

”پر کیا کیا؟“ میں نے دشت سے کہا۔ تم کچھ کیوں نہیں رہے ہو؟  
اس وقت کی بات دوسری تھی جب ہم نواب کے قلعے میں تھے اور وہ  
تھی تھے جس نے غلام کا پتہ چرانے سے انکار کر دیا تھا اور بدلے میں  
صلاحوں سے بدتر قید کر لی تھی جھیل بجائی کو کوئی اور راستہ دیکھ  
کے اُسے بلانا پڑ گیا، ٹھیک ہے مگر اب تو ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے۔  
اب کیا بات ہے؟ یہاں رہنے سے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ پہلے ہی کیا حکم ہوا ہے۔  
سرم دادا! میری بات ذرا دھیان سے سن لو۔ ہم کون ہیں نواب کون ہے  
غلام کون ہے۔ آدمی کے حوالے مشکل سے بنتے ہیں غلام نواب وادنا ہے  
ملا اعلق آدے ہے۔ وہ ہیں کبھی اس طرح کی حیثیت... میری آواز  
بائپ رہی تھی نہ غلام کو... مگر تھا جسے اور جھیل بجائی کے اندازے غلط  
ہو گئے، غلط تو ہو سکتے ہیں، تو پھر ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے  
اس کام کے لیے یہ وقت کسی طرز موزوں نہیں۔ چوکی بے جی سے دیکھ کے  
میرے ہمراہی کھول ہی ہونے لگی۔ گولڈی اپنی رفتار سے چل رہی تھی۔  
لکھنا اور زوارا بھی مجھے جھیل کا واسطہ دے کے خاموش رہنے کی تلقینیں  
کرتے گئے۔ وہ میری بات سننے کی کوشش کر رہے تھے نہ سمجھنے کی  
بھٹے نہ رہا گیا۔ میں پیر سے بلو پھچکا کے نیچے اتارنے کیلے لپکا۔  
تم ڈکی رفتار اپنی تیز نہیں تھی کہ میں تاثر نہ سکتا۔ آگے کچھ ہی غلطے پر  
دوسری طرف چل رہی تھی میں تیز رفتاری سے دو میاں کی واسطہ بردار کے  
آگے آسانی سے چڑھ سکتا تھا۔ مجھے ہر حال جھیل سے بات کرنی چاہیے تھی  
میں اس سے کہنا چاہتا تھا کہ اگر اس کی یہی منشا ہے تو نواب پاس  
جانے کا یہ طریقہ مناسب نہیں ہے۔ مگر تم میں آجانا اور میری بھی  
بیٹھے تھے۔ غلام بھی تھیں۔ مجھ کو بچان واسطہ دے رہی تھا اس کے ہوا  
کوئی بار بار نہیں رہا تھا۔ مجھے نواب کی حوصلے سے پہلے آگے  
رہک لیتا چاہیے مگر آجانا اور میری مل کے سامنے کچھ کہنا مناسب نہیں  
تھا تو میں جھیل سے چند لمحے نیچا اترنے کی درخواست کر سکتا تھا۔  
یقیناً اس نے فیصلہ کرنے میں عجلت کی ہے مجھے اس سے اتنا ہی کہنا  
تھا اس کے بعد اس کی جو مرضی تھیں میں نے پامان پر قدم ہی رکھا  
تھا کہ کتنے سے جہت کے پیر کی کہیں بائو ڈال دیا۔ مگر تم زور زور  
ہو گئی تھی پیر نے پیر بار بار کھینچنے کے بجائے پھر نشست پر دھکا دے  
دیا۔ دادا! میری بات سنو۔ میں نے لونی ہوئی رہا ہوں سے کہا۔ جو  
ختم ہو گیا ہے اُسے دوبارہ کر دیا اور چھوڑا۔ کون سی ہوش مندی ہے  
چھو کوئی بھڑا ہو سکتا ہے اور یہاں کوئی ایک آگاہ نہیں ہے۔ ابھی کسی کسی  
طرح غارت ہو جاتے ہیں وہ دوست لوگ ہیں دادا! تم تو انھیں بہت  
توجہ دیکھتے تھے۔ جو جھیل بجائی جانے لگا تھا۔ میں نواب غلام نواب

کا یہ وقت کسی کسی طرح گزر جانے کا محسوس کے لیے...  
”استاد اس کو دیکھ کے آیا ہے جانی، اور تو جو لہجہ اور  
نواب کا بگم اور ہمیں آگے کیا بولتا تھا؟“

”مجھے یاد ہے یقیناً وہ جلدی یا دیر میں ٹھیک ہو جائے گا۔ اب  
تک بھی وہ زندہ ہی ہے۔“

”اس کو ایسے ٹھیک ہونا ہوتا تو کبھی کا ہو جاتا یا جاتا؟“ پیر  
زیر خند سے بولا۔ اس کی آنکھوں میں گہری جھلک آئی تھی۔ غلام بھی تھیں  
اپنی آنکھ کوئی جاگیر نہیں جہاں رہے سلا۔ بعد کو ہم بھی ایسا ہی رہے  
کبھی آدمی ایسے ٹھیک نہیں ہوتا اور تو کو بھی ایسا ہوتا ہے۔ ابھی  
شیشہ دیکھ کے نہیں آیا ہے وقت کی کیا بات کرتا ہے سالہا بھی جہاں  
ہے تو انسانی اچھو کے آجاتا ہے۔ ابھی بچے جھاکے پانے سے بول  
وقت تو لٹو گئے بھی تمہیں لیا ہے۔ اس کی نگاہیں مجھے اپنے ہاتھ پر  
پڑتی تھیں۔ میری تھیں میں گنگ بیٹھا اُسے دیکھ رہا تھا۔ پیر نے  
پیر سے جھک کر کہا اور تھکی ہوئی آواز میں بولا۔ اپنی زبان میں نہیں کھٹکا کیا؟  
پیر کا ایک ایک لفظ میرے سینے میں کسی نیچر کی طرح  
اُترتا تھا۔ بول رہے تھے۔ وہ مجھے جھیل کے بولا۔ چپ کیوں ہو گیا؟“

میں نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔ جواب دہنے یا نہ دینے  
تھا۔ اب گنگ رہا تھا جیسے میں اس کے سامنے نہنگ ہو گیا ہوں۔ پیر  
نے میرا سراپے سینے سے لگا لیا اور مجھ سے ملنے لگا کیا کیا کہتا رہا۔ میں نے  
شاید کچھ بھی نہیں سنا۔ میں اس کے آگے لٹھ بڑھاتا تھا۔ لیکن مجھ  
سے یہ بھی نہ ہو سکا میرا سارا جسم پسینے میں ڈوب گیا تھا۔

مجھے نہیں معلوم کہ تم کتنی دیر تک ملتی رہی۔ جب کہ تم قلعے  
نے میرے گھٹنے پر تھپکی دے کے مجھے اُٹھنے کا اشارہ کیا۔ مگر میں نہ  
لٹھ لٹھ کے پھر چل پڑی۔ وہ بڑے نواب کی حوصلے کا دروازہ تھا۔ ہم  
نے کل رات ہی اُسے جھوکا تھا۔ دروازے کے احواث و دشمنیاں مل  
ہوئی تھیں۔ کل کے مقابلے میں بہت زیادہ۔ بڑا دروازہ فوراً کھول دیا گیا  
تھا۔ باہر کئی آدمی جہاں سے انتظار ہی میں کھڑے تھے اور ان کی آوازیں  
سے باہر آیا ہوا کوٹ ٹھوڑی دیر کے لیے وہ ہم پر ہم ہو گیا تھا۔ دروازے  
سے نکلتے لوگ روشوں کے درمیان گزر گاہ میں آ جھلے غلطے سے  
مجھے کئی آدمی متعجب کھڑے نظر آئے۔ مگر میں اس کا ریموڈ میں جا کے  
ٹھوڑی اور میں نے نکلتے کی سیر جھول پڑے نواب کی جھلک آئی  
وہ مگر چھڑتے ہی جہاں میں جانب لپکا۔ میرے پیر بار بار بڑے زور  
سے تھا رکھا تھا۔ اس نے مجھے کھینچنے کے آگے آیا، میں بڑھاتا ہوا  
نیچا آگیا تھا اور میں نے خود کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی لیکن پیر  
دل اندازی انداز سے کٹ رہا تھا۔ نہیں ہے کہ آگے چلنے کے ایک باہر ہی



جانب پھیلنے کی تحکیموں سے دیکھ کر تیار اور ہوا کرنے لگا۔ اس کی  
تکجہ میں اس کی حققت اور بایست کی آئین علی صبیحہ اس کے سب غلط  
کہا تھا اور اس میں غلط سنا تھا۔ یہی میں آئی کہ میں وہیں پہنچا  
توں یا اس کے پاس کے پاس کے اس کا توں۔ وہاں اس کے چارے تھے جو چارے سزا  
تھے وہ کھڑے میں کسی کشش اور دگر دگر کا لائیں میں میں اپنے سیرا  
واقعی کسی کو نہیں پہچانتا ہے سیرا میں سے کہیے توں اور چلے نہ کھتا  
میں میں بہت دھنی ہوں بھٹے میری وفات ہی کے بعد میں سکنا  
کو دگر سزا اس سے بڑی دولت کی میں ہوئی کوئی ایسی ہی نہ توں  
میں اور اس کے چارے تھے کہ میں ہوا نہ توں آگے بڑھ گیا وہاں  
آگے دلی میں توں ہی، یہ توں کہ میں نے کھینے گھینے کی ضرورت میں توں  
آب میرے توں کے لاکوئی گوشہ پہنچا تھا توں میں خام توں توں  
کے توں خود توں کے جانوں۔ ہر توں اب اس سے ہی کیا توں توں توں  
بڑو توں بہت توں آتا بہت توں توں۔

ابھی انعامت برلو غائب صاحب! تجھ نے مجھ سے بھی کیا کیا۔  
 - غلام کو ادا نہ ملے جاؤ۔  
 غائب ایک فیلے کے من سا مرگا بن گیا جس سے لے کر دریا میں اناڑ  
 آگئی ہو اس کے پوچھنے سے دنیا ناز میں آگئے ہر طرح کے غلام کے سر پر  
 ہاتھ رکھا۔ اپنے بھرپور ہاتھ پر لڑکے اس گھر پر آج سے بہت احسان  
 کیا۔ اسی نے ہر مشکل نام نہان ٹھکانے کے بے اختیار غلام کے برقع کچھ جو کر  
 پورس دیے۔

[illegible]



غالباً اس لیے کہ میں ہم کوئی مطالبہ نہ کر سکتی تھی۔

سب اندر چلے گئے تھے۔ اندر سے سب پٹاتے قدموں اور ہڑبڑاتی سرگوشیوں کا شور کچھ دیر سنا لیکن دوبارہ پھر خاموشی چھا گئی وہ ہم سے اور دور چلے گئے تھے ہمارا خیال تھا کہ اندر سے کوئی نہ کہ ہمیں پوچھے گا کہ کیسے گئے گھر گئے اور کوئی نہیں آیا تو میری نے دلہی کا ارادہ کیا کہ میرے کا دروازہ کھول کر کہے ہم اس کی کشادہ ہال میں بیٹے دیوان میں آگئے جہاں سے گھر جیسے متعذر راستے نکلتے تھے۔ وہاں میں داخل ہوئے ہمیں یہی نظر سب سے پہلے خال صاحب پر پڑی تو ہی شخص جو تھا نے میں ہمارا حجاب دہندہ بن کر کیا تھا اور جس نے ہمیں ایک زلزلہ سے نکال کر دوسرے زلزلہ میں ڈال دیا تھا۔ یہاں تو ہی میں قدم رکھتے ہیں اس کا رنگ گڑبگڑ کی طرح بدل گیا تھا مجھے دیکھ کر بیٹھ تو خال صاحب کا جسم بڑا سا گھبرا گیا دوسرے ہی بل دے دیے تالی میری طرف پڑتے ہیں آپت بہت شرمندہ ہوں وہ بدحواس سے بولے۔

صرف اتنی سی بات تھی۔ تجھ کے بقول کتنی سمانی سے تارے ابھریا گیا تھا۔ میرے میں اتنی کو اٹھ باندھ کا طہا پھر سید کروں گھر کو کبھی تو واپس آجائے۔ اس کی عاجزی پر میرے سینے میں تلک سی جھلک اٹھی تھی۔ میرے اور میرے گھر میرا بھی تلک ان دیوان کے نشانات ہوں گے جو یہاں تو ہی میں ہم پر برساتے گئے تھے۔ ہمیں صلیبی کی لفظ کو کھڑی میں رکھا گیا تھا۔ میری بل کی کھڑے تھے۔ میں نے بہت ضبط کیا اور چونکہ جیسے چپ کھڑا رہا۔

”میں۔ میں آپ سے کیا کہوں؟ خال صاحب اضطرابی ہے میں بولے دیوان مجھے کہ ایک غلام نے بعض اپنے آقا کے کھوکھیل کی تھی۔ اس میں غلام کی کوئی طرف شاں نہ تھی اور آقا بھی اپنی جنگ بہت ہے جس سے“

میں نے اس سے نہیں کہا کہ وہ آدمی سے اپنا کھوکھیل ہی گیا تھا۔ اس نے ہماری کوئی بات سنی تو انہیں کی تھی۔ ہم نے اس کے پاس سے دیکھے تھے کسی نے فریاد کی تھی۔

”جلے ہی دیکھو؟“ منیر علی نے اضطراب سے کہا: ”یقیناً آپ کا کوئی قصور نہیں تھا۔ قصور شاید کسی کا بھی نہیں تھا۔ جو وقت اٹھنے

کیا سب کچھ سمجھ رہے ہیں۔ لیکن۔۔۔ لیکن سب کچھ بہت غلط اور شرمناک جنگ نادر تھا۔ میری درخواست ہے کہ آپ اس پر مجرم کے لیے ضرور کوئی سزا جو بڑی فریادیں تاکہ اس کی نجات کی کوئی عیت بن سکے“

”یعنی اب آپ اب آپ۔۔۔“ منظر میرے حق میں گھٹ گئے۔

”چھوڑیے بھی بات گئی بات گئی، بڑی گھڑیاں یاد رکھنے سے اذیت اور ہوا ہوتی ہے؟“ منیر علی نے ان کی کمر چھیننے ہوئے کہا: ”آئیے اندر بیٹھیں ہیں میں خوشگوار پائتا ہوں“

”فرزاد حضور! خال صاحب متعدی سے بولے دھیرے ساتھ تشریف لائے۔ دھیرے دھیرے انھوں نے مجھے گنگائی کی کوشش کی میں نے اختیار چھینے سے انکار کیا۔ خال صاحب نے میرے ہاتھ پر طرے اور انھیں سینے پر رکھتے ہوئے بولے: ”ہو سکے تو اپنے گناہ کا کوئی بدلہ دیکھو“ ان کی آواز بھر پور تھی میں سر جھکا کر کہہ گیا اور منیر علی کو دیکھیں چھوڑ کے آگے بڑھ گیا۔

سارا دلان روشن تھا۔ غلام کو نے کہ ابھی میں یہاں سے گزرا تھا لیکن اب مجھے اپنا کچھ بوش نہیں تھا۔ انداز سے میں نکلے دروازے کے ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ آج اپنا بھل کھاتے زور اور پیرو میں موجود تھے۔ سب کھوئے کھوئے، ایک دوسرے سے باز تھیں صوفوں میں دھیسے ہوئے تھے۔ میرے آنے پر سبھی نے چوک کر مجھے دیکھا۔ بھلنے باندھ بڑھا کے مجھے اپنے پاس بلایا: ”دھواں کیوں دے رہا ہے رے؟“ اس نے بوجھل آواز میں مجھ سے پوچھا۔

”کچھ نہیں، بس وہ اوجھڑا اوجھڑا۔۔۔“ مجھے بر وقت اس میں ہو گیا۔ اُسے پریشان نہ کرنے کے خیال سے میں نے خال صاحب کا نام نہیں لیا۔

”اور کھوکھیل کی صورت تھارت ہے؟“

”نہیں! میرے سر سے نکل گیا۔“ اس طرف کیے کھلی تھیں وہ سیدھا ہو گیا اور اس کی گھوڑی نظروں میں مجھ پر مرکوز ہو گیا ”کیا ہے لاڈلے؟“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے میں نے ترشی سے کہا۔

میرے ہاتھ میں بھی خوشبو رہ گئی تھی جیسے ہوائیں گلاب گھول دینے کے ہوں۔ ساری گھڑیاں کھول دی تھیں جن میں اور ان پر رے دشمنی پر رے ہوا کے جھونکوں سے سرسراہے تھے۔ ملازموں نے کمرے کا پڑا قالین روشن کر دیا تھا اور درمیان میں بڑے مختلف قسم کے شیشے فکھتے مول کی شیشیاں اور چیلوں کے ٹکٹے کے علاوہ ایک بڑا خاص دان بھی لاکے بجا دیا تھا۔ پیر دے دان خاص دان کھول کے دیکھا وہ ہانڈی کے اوراق میں لپیٹی ہوئی گوریوں سے بھرا تھا۔ پیر دے ایک گھوڑی اٹھا کے مندر میں رکھ لی اور اس کی نگاہیں مجھے لگتی تھیں ”مخل بھائی! وہ خاص دان اٹھا لے لیکن اب بھول کے پاس آیا؟ ابھی ذرا اس کو تھکے داکہ دیکھو، قسم سے ایک سال ملا چھوٹا مالک مڑ نہیں گئی کیا ہے؟“

بھلنے نے بھی گھوڑی مندر میں رکھ لی۔ پیر دے اس طرح خاص دان بڑھانے ہوئے تھا جیسے کوئی محبوب ہاتھ آگیا ہو۔ وہ زور کا تھنے اور آج اپنا کو گویاں کھلا تا میرے پاس بھی آگیا۔ میرا ہی ڈرا ڈرا سا تھا۔ میں بھل کے کتنے پرنا کر اور اندر پہنچا آیا تھا لیکن میری سچھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ طرف طرف کے سوال میرے ذہن میں بھٹک رہے تھے۔ یہاں سے واپس کے بارے میں، غلام کے بارے میں، آج اپنا کی غوری کی کوئی حلی کے بارے میں، یہ شیک اب پولیس کی گرفت اور آفیس کے کسی آدمی کے سبب راویں رکاوٹ پڑنے کا امکان نہیں رہا تھا۔ میں شخص کی وجہ سے پولیس کے حرکت میں آجائے گا اندیشہ یا آفیس کے آدمیوں کے ہنگامے کا احتمال تھا، ہم اس کے گھر میں بیٹھے تھے اب اپنے ہر کوئی گھر یا نہیں رہی تھی لیکن راستے صاف ہونے سے شرواس شہر سے راویں تو نہیں ہیں۔ ممکن ہے بھل نے دعا کی ہے یا سب سے اپنے طور پر کچھ کر کے رکھا ہو۔ میں نے اس کا چہرہ پر پڑنے کی کوشش کی مگر اس پر کبھی ہوتی آڑی ترچھی گزروں کے ساتھ کچھ کھنکھناتے ہیں۔ اس کی نیم اور انھیں ٹوٹی ہوئی تھیں کئی ٹکڑوں سے وہ ہمارے ہاتھ اور سب دروازوں کے درمیان بندھا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب صوفے پر اس کا جسم گر گیا، بھلا بھلا تھا۔ شاید اسے بھی اس کے کوئی اندازہ نہیں تھا اور ان میں سے کسی اور کو ان کے چھوڑ پڑا اضطراب میں سکون چھایا ہوا تھا۔ وہی سکون جو کوئی منزل تمام کر لینے کے بعد ممکن ہوتا ہے۔ اور وہی اضطراب جو کوئی منزل طے کر لینے کی بے یقینی سے ہوتا ہے۔ وہ جو ٹکٹے کے انداز میں بار بار ایک دوسرے کے چہرے دیکھتے تھے اور اپنے آپ میں کہہ جاتے تھے: ”یہ کونسی کسی کو کوئی بدلتی معلوم نہیں ہوئی تھی۔ نہ پیر دے کو اپنی

بیوی اور بیٹی سے شل کوئی جلدی تھی، نہ آج اپنا کو فرخ، ذوالا قادیہ اور اکبر کو دیکھنے کی دوسری میں ایک انہی کے گھر جانے کہ سے ان کی راہ تک سنے ہوں گے۔ پھر میری جلدی کیا ہے؟ وہ بھی اس کشتی میں سوار ہیں۔ ایک بھی پر یہ وحشت کیوں طاری ہے۔ کیا میں ان سے زور دیکھتا اور سنا ہوں یا مجھے ان سے کم دیکھتا اور سنا آتا ہے؟ انھوں نے تو مجھے نہیں لگا تھا لیکن میں خود اپنے سامنے تو موجود تھا۔ یہ شیک کبھی ایسے مجھے لگے تھے کہ میں اپنی اپنی ہی نظروں سے دھبھل ہوا تھا۔ آج اپنا کب کا یہ سکوت، اکیلائی ان کی کوئی کیفیت تھی کہ اب انھیں مہربان ٹھہری بنا ہے۔ سویر سویر سے کوئی بات چلتا ہے۔ مجھے فرخ، ذوالا، قادیہ اور اکبر سے دور ہونے کو نہیں ہے۔ سویر سویر سے متھرتے ہوں گے۔ انھوں نے تو اپنی دولت میں کب کی اپنے بھائی پر پڑی ڈال دی تھی شروں کا انتظار رکھنا کہ ہے اور ابھی غلام کو اس گھر میں آئے درمی کتنی ہوئی ہے۔ جو مجھے راویں کی بے گلی شروں ہو گئی۔ اچھا ہی ہوا ہو میرا دیوان مجھے تک کھلا دیا اور بڑا بھل مجھ پر بہت ملاص ہو رہا ہے کیسے ممکن ہے کہ خال کو یہاں چھوڑ دینے کے بعد ہم اپنے ساتھ بھل پڑیں۔ نہ کہ میرے، اب حال اب جلد ٹھیک ہو جائے۔ غلام کے آنے کا کوئی نتیجہ نکلے۔ اس کی اس کا اتنا ہی طلب گار ہو سکتا ہے۔ کسی کے لیے اتنا ہی ویران میں بھول گیا؟ ابھی راستے میں پیر دے مجھے کیا بھنڈو دیا تھا کہ میری نہیں اپنے سو اس کو کیوں نہیں دیکھیں۔ ابھی راستے میں اس نے میرے منہ پر ہلکا پنہ ملا تھا۔

پیر دے خاص دان میری طرف بڑھا یا تو ایک گھوڑی میں نے بھی اٹھالی۔ اس نے ہلکا پنہ کیا تھا۔ مجھے ایسا کیسے مڑ نہیں چھوٹا کس اٹھے ہوں لوہ کے چھوٹے۔ میں نے زندگی بھر ایسا پان نہیں کیا تھا۔ نہ یہ نہ گھر میں پان دان کا خاص اہتمام کیا تھا پان کا شوق، وہاں کوئی نہیں تھا لیکن زبردستی کا کتا تھا کہ پان دان کے بغیر گھر ٹھکانا محسوس ہوتا ہے۔ وہ بھی بہت انہیں پان نہاتی تھی مگر اس پان کی لذت تھی کہ ابھی۔ نہ اسے تیر خوشبو کی بو لگے جاتے نہ اس کی کم محسوس ہی نہ ہو معلوم ہوتا تھا کہ سب چیزیں آپ تولی کے ڈال گئی ہیں۔ وہ قالین کی بھی اپنی تاثیر ہوتی ہے۔ مجھے اپنا سینہ اگھٹا سا محسوس ہوا۔ اگر ایسی میں بید سے بغض آباد جانا ہوتا تو میں یہاں کی ایک گھوڑی زری کے لیے ضرور لے جاتا۔ وہ بیٹھ خوب سے خوب تر کی سبقت میں رہتی ہے۔







تھے مگر ہم آپ سے عرض کریں، ہم آپ کی طرف سے غافل نہیں تھے، ہمیں اپنی اس کوتاہی کا اعتراف ہے کہ ہم نے آپ کی باتیں زور و قنا نہیں سمجھیں تھیں۔ ہم نے آپ سے اپنی عبوری کا اظہار کر دیا تھا لیکن اس کا سبب اگر ایک طرف آپ کے دل میں اس نرم گوشت کی توقع تھی تو دوسری جانب اس صفت میں پائین دست میں بیٹنا بھی مقصود تھا کہ آپ کے دونوں آدمی اس وقت تک ہماری تحویل میں رہیں جب تک کہ ۔۔۔

”ہم نے ایسا ہی مانا تھا، بھلے میں کہا۔“  
 ”اور اربازار کے علاقے میں آپ کے ہر قدم سے باخبر ہونے کے باوجود ہمیں اعتماد تھا کہ آخر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ ہمیں خلق اس کی پرفانی نہیں تھی کہ آپ اس اور حرف وادری کے لیے جانتے ہیں اور اس لیے اگر داروں کا گشت ہماری جوبی کی جانب ہو سکتا ہے، ہمیں اپنے ذرائع اور وسائل پر یقین تھا، ابلی امتیاز تک رسائی کا شرف ہمیں اور بہت سے اعزاز و امتیاز کے ساتھ ورثہ میں ملا ہے۔ ہمارے علم و ذرا و فواید سمیت جنگ تو ان دونوں راستی اختیار میں ملازمین پر فائز ہیں؟“

نواب سمیت جنگ کے نام پر اباجان سید نے بیٹھے رہ سکے، انھوں نے انتظار ہی انداز میں بھل کی طرف دیکھا، بھل نے انھیں یہ بھی لیں اور اباجان کی زبان پر پھوٹے آتے آتے رہ گیا۔

نواب نے ان ہی بات جاری رکھی، ہمیں علم ہو گیا تھا کہ آپ نے اس طرف بازار کے علاقے میں آگاہی مشہور مرنے کو کیا رسوا کیا ہے، اس طرف سے آنے والی اخلاعات ہمارے لیے بہت جبران تھی اور کسی حد تک کنوشوش ان کی تھیں، ہم یہاں دور بیٹھے تھے آپ کے ایک ایک لمحے کے شاہد تھے اور میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ آپ کو مال کا ریلٹ کے ہماری طرف آتے ہیں، ہمیں اطمینان رکھنا چاہیے کہ آپ کو اپنے دو آدمی ہم سے زیادہ مطلوب ہوں گے اور اگر آپ نے کسی دوسرے ادارے سے اس چار دیواری میں قدم رکھا تو۔۔۔ نواب پلکیں پٹ پٹانے لگا اور مگر سانس کے سے بولا

”ہم نے انھیں کو جو کر دیا تھا اور کس تھا کہ ممکن ہے، اب تک زمانے کا وقت آجائے، ہم نے امتیاطاً فطری بیڑی صادی تھی، ہر شے کہ اس کی ضرورت نہیں تھی، ہم آپ سے سچ کہتے ہیں، ہمارے عزم میں کوئی لچک نہیں تھی، انتہائی کی صورت میں ہم اس دور شریف انفس صاحبان کے لیے کسی دم کوئی بھی فیصلہ کر سکتے تھے، کوئی بھی آخری فیصلہ اور سیال تک کہ کسی کی نگاہ واز ہونے

ہوتے ہر شہادت و مشاہدہ پر درستی تھی۔  
 ہم سب ٹھیک باہمیہ است دیکھ رہے تھے، بھل پیر وادار اباجان سب خاموشی سے سنتے رہے، فیصلے میں ہر راہیں ایک۔۔۔ لے کر دیر ہو جاتی تھی، نواب نے خضر جھڑی کے کمانے ہم نے اپنے طور پر اپنی صبر و ضبط بہت کیا تھا، آپ نے ہمیں نتائج سے مستزاد کرنے اور کسی مذہم فیصلے سے باز رکھنے کے لیے ایک برہمن اور پٹنہ کنوشش کی تھی۔ ہم نے تمہیں لیا تھا اور بعد میں بازار کے علاقے سے ملنے والی اخلاعات میں ہمیں کسی آپ کا مشورہ آڑتے ہر راہیں ہم کرتی تھیں لیکن ہمارے بزرگ غالباً ہمیں ایک درجہ دینا چاہتے تھے یا وہ خود اس کا درجہ مینوں رکھتے تھے، ہم سوچتے ہیں، جب آپ یہاں آئے تھے کاش ہم اس وقت آپ کی بات مان لیتے اور ان دونوں کو آپ کے ساتھ ہی کر دیتے، اس وقت نہیں تو ایک پیر اور کر دیتے مگر اس اقدام میں ہمیں کبھی شکوک ہوئی تھی یا پھر ایسا تھا کہ ہمیں آپ کی جانب سے کسی بھی ملازمت کی توقع نہیں تھی، ہمیں آپ کے بارے میں شاید بہت کچھ دیا گیا تھا۔“

”آپ کو کو بولنا کہ ہو گا نواب صاحب!“ بھل کی سپاہ آواز کرے میں کوئی۔“

”یقیناً یقیناً نواب نے شانہ شکی سے کہا، ہماری مراد اخلاعات سے ہے، ہمیں یقیناً اس اخلاعات پہنچائی تھی تھیں جو تصور کا ایک ہی رخ پیش کرتی تھیں اور یہ ہماری گرل گوشتی ہی تھی کہ ہم نے انھیں جوں کا توں قبول کر لیا، رات صرف کوئی رات ہمارے بزرگ، اس نے ہر دو کی طرف مرنے کے کمانے کل رات ہمارے بزرگ نے ہمیں زندگی کا وہ مشاہدہ کرا تھا جس سے ہم کسی شبہ میں نہیں ہوتے تھے، کل رات ہم نے اپنے آپ کو کو بھی تھا ہم پر اپنی بیعتی شش منکشف ہوئی تھی، اور کل رات ہم باہل ہوں ہو گئے تھے، ہم نے اپنے بھائی کو گند کے حوالے کر دیا تھا اور اپنے چارہ گروں سے کہہ کر دیا تھا کہ اب ہمیں بازار کے علاقے کی طرف سے کوئی خبر نہ پہنچانی جائے، حالانکہ ہمیں مشورہ دیا گیا تھا۔۔۔

ہمارے غیر اندیشوں نے ہمیں مشورہ دیا تھا کہ ہمارے دونوں قیدی بازار کے علاقے میں موجود ہیں، ہم ایک آخری تدبیر کے طور پر یہاں اپنے وسائل حرکت میں لائیں، ہم راست کے راستوں پر ہر راہیہ کرتے ہیں، دربار سے ہمارے آبا کی رفاقت پرانی ہے، اس کے عظمت و جلال اور دیار و چشم میں کچھ ہمارے آبا کا خون بھی شامل ہے، ہم ہر جگہ ہر راہیہ کر سکتے تھے کہ ایک رعایت میں ہر

سے اپنی قدم و قیاداری کے صلے میں ضروری جائے گی، ہم یہاں کوئی کھڑی کر سکتے تھے اور ہمیں خوب اندازہ تھا کہ اس کے نتائج کتنے سنگین ہو سکتے ہیں، ان چند نونوں میں کہ ازم نہیں ہو احساس ہو چلا تھا کہ ہم کہ لوگوں کی طرف انکی انتہائیں گے، وہ لوگ بھجوں نے ہمیں مخاطب رہنے کی طرح طرح متنبہ کی ہے، انھوں نے بازار کے علاقے کا گشت جان بوجھ کے کیا ہوگا، وہاں بیٹھے بیٹھے انھوں نے ہمیں کچھ یاد کرانے کی کوشش کی ہے، بلاشبہ ایک نذرناہیں اپنی رسوائی کا بھی تھا لیکن جہاں اس نونے کی کوئی صورت حال پیدا ہو چکی ہو وہاں رسوائی کیا اہمیت رکھتی ہے، ہمیں خوش گمانی تھی کہ اس شرکے لوگ بازار کے علاقے سے وابستہ لوگوں کے مقابلے میں ہماری بات پر یقین کرنا چاہیں گے کیونکہ ہم یہاں ایک زمانے سے شرافت اور اعتبار کا دربار کو رہتے ہیں، کوئی عجب نہیں کہ کسی آن ہم اپنے نظروں کے فرمودے پر آمادہ ہو جائے مگر اس نے اپنے بزرگ کو دیکھ لیا تھا، نواب کا اشارہ ہر دو کی طرف تھا، کہنے لگا، ہم ایک شکست خوردہ کی حیثیت سے کوئی مجبوراً قدم اٹھا لیتے لیکن ایک حقیقت ہے ہر جہاں ہو چکی تھی کہ ہمارے طلب ہم سے بڑا رکھتے ہیں، ان کی ضد ہم سے قوی ہے اور جو یہ سب نہیں ہوگی، اس نونے کے مقابلے میں کوئی ذرا یقین مضرب کسی ہرے سچ، کسی جسے انوں کا یقین اور چاہے، ہم کچھ بھی کریں ان کی مرضی کے بغیر اس سے کچھ نہیں جان سکتے، ہمیں خوشی ہے کہ وہ بہ نجات لکھیں آیا، ہم نے ہر سے اس پر غور ہی نہیں کیا۔“

”آپ نے اٹھا کیا نواب صاحب،“ بھل نے کہا۔  
 ”مگر فرماؤ بڑی طرف سے، بہر حال، ہم نے یہ کم و کاست صاحب کچھ بیان کر دیا ہے، نواب شکست آواز میں بولا، اس دودا سے ہماری عرض و قیادت اپنی تک دلی کوتاہ فطری کا اظہار ہے، ہم سے کچھ بھی امید نہ تھا اور ہم نے کل رات کے سوا سب مائید اپنے سینے میں چھپ رکھا تھا، ہم نے اپنا قصص اس لیے کیا ہے کہ آپ ہمارے لیے کسی بہتر سزا کا یقین کر سکیں اور ہم سے کوئی رعایت روانہ کریں۔“

”آپ، آپ یہ کیا فرماتے ہیں؟“ اباجان نے بے صبری سے کہا۔  
 ”اپن لوگ کیا بھی ایدرست، اٹھ جائے نواب صاحب؟“  
 ”مگر اندر سے مجھے ہی بولا۔“

”نہیں، نہیں، پھر سے نواب نے چھائی انداز میں کہا، آپ ہمارے سر اٹھوں پر مگر ہم آپ کو کیا بتائیں، ہمارا سہنہ سب کوئی

دھک رہا ہے۔۔۔ سچ نہیں، نہ یہ زبان ہے، ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے تھے لیکن یہ سب بے اختیار زبان پر آگیا، آپ کو حشر و درگاہ گزرا ہوا ہوگا، خدا کے لیے ہماری عرض حال اس انداز میں بیان کی گئی کہ ہم خود ہوتے ہیں، وہ خضر خوش فطرتی سے آپ کو یہیں لگے جو ہم نے ہانے کتنی اڑانے لگے تھے، ہماری درخواست سنا کر ہمیں سزا سننا کرنے کا حکم کر دیا، ہمارے لیے کوئی سزا گزیر نہ کیجیے، کوئی موت ناک۔۔۔

”ابھی آپ اپ کیسا بولتے ہو نواب صاحب،“ بڑے اُلٹی آواز میں کہا۔  
 ”میں احساس ہے کہ ہم کہیں لوگ سے کسی قسم کا رابطہ کر رہے ہیں، ان لوگوں نے جن کے دل مند ہیں۔ آپ نے ہم سے بہت سوک کیے ہیں، اب ایک سوک اور کر دیکھیں میں کوئی کم دیکھیں، بھلا ہم نظریات کے لیے نہیں کہیں گے، مہینہ ہے ہم سے یہ اقبال ہی چھین لیجیے جو میں صرف اپنا جود دکھاتا ہے، جس نے اپنے سوا میں سب سے دور رکھا تھا۔“

”معلوم نہیں، دیکھ کر رہنا، شاید اسے خود بھی معلوم نہیں تھا، مگر اس کی آواز فزونی تھی۔“ انہیں کوٹ ہو تو مرنے نظر آ جاتی ہے، مجھے وہ نواب یاد آ رہا تھا، وہی بارہم سے یہاں پہنچنے کے لیے تھا، چھپرہ ہمارے نڈال میں ہمیں حکم دینے آ تھا، وہ کوئی وہ شخص تھا اس شخص کو کوئی ہر دوپ و مگر اس وقت بھی اس میں کوئی آواز نہ تھی تھی، سب بارہم ہی بھل کی طرف دیکھتے تھے، ابھی اس کی طرف بھل دم بھڑکا ہوا تھا نواب اٹھو رہا تھا، کرے میں بیٹے فافو کی رو شیاں میں سے چھپ گئی تھیں، ابھی یہی نڈر ہنڈی معلوم ہوئی تھی، نواب کے قب میں خال صاحب سر جھکے بے حس و حرکت بیٹھے تھے۔

”ہمیں اپنا سامان بندھا کر چلا ہوا۔۔۔“ چند نونوں کے توفیق کے بعد نواب کچھ بھڑکے ہوئے آواز دیا، وہاں سے کوئی بھل ایک کٹ موٹے سے اٹھ گیا، ہم لوگ بھی تھوڑا دھیان کر دو نواب اپنا ہی بوجھنا سنا جس کے بھل کا اشارہ دیکھ کر نواب بھی بے قراری سے کھڑا ہو کر چند قدم کا فاصلہ بھل اس کے سامنے جا کے ٹھہر گیا اور اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے، نواب کا جسم لٹکا ہوا تھا لیکن دوسرے ہی نے بھل کے سینے میں یہ جوت ہو کر، آپ کیا کہتے ہیں، بھل نے بھروسے سے جوتے پہنیں مگر ہم کو جا کر باہر تھی، ابھر ہم آپ سے جوتے پہن گئے



تھے، وہی آپ نے اپنے سے نہیں سمجھ کر ہم کو سب پر تھاکہ ادھر آپ کہتے پتھار رکھتے ہو اور خون آپ کا کشت گرم ہے۔ دادا نے ابھی ٹھیکہ بولا تھا، آپ ہم کے لیے ضرور سنیں، آپ ہمارے لیے نہیں ہو، ہم کو ایسے جیوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ آپ نہیں جانتے تھے تو کیا ہوا تو اپنے لئے لاشائے کو بھی کچھ پہچانتا ہے؟

سبھی اپنی لاشوں سے اٹھ کر ان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ نواب کا قد بھل سے خاصا کم تھا تاہم بھل کے شانے سے اوپر اس کا چہرہ دیر سے سامنے تھا۔ کہتے ہیں کہ چہرہ اندرونی کیفیت کا عکاس ہوتا ہے۔ نواب کی بھی بولی انکھیں، نرترے بھڑکتے ہوئے اور چہرے پر برہن بدلنے والی کیوں بھٹ نہیں بول رہی ہوں گی۔ بھل نے اپنا علاقہ اور رنگ کر لیا اور نرم آواز میں بولا ہم لوگ تو سزا پانے کے لیے ہیں، سزا دینے والے دوسرے ہیں۔ پر آپ کا ایسا بولنا ہی اپنے لیے بہت ہے۔ ہم ادھر لوٹ کے یوں ہی نہیں آئے ہیں۔ آپ کا اور جوئے صاحب کو دیکھ کے گئے تھے اس لیے اپنے کو دکھائی پڑتا تو پھر دوسری طرح ہی آتے، بھل نے اسے غصہ چھپا کر بولے کہ تم ایک چھوٹا اور ت بولنا نواب اچھرم ہمارے نہیں بھڑکیں گے۔ سمجھیں گے تم اپنا ہی پلو ہماری لکنا چاہتے ہو؟

نواب میں نواب نے زور سے بھل کو پہنچایا اور اپنے سستے ہونٹوں پر قابو پانے کی کام کوشش کرتا رہا۔

بھل نے کچھ دیر بعد نواب جانے کی اجازت کے لیے کہا تھا۔ کہا تھا کہ رات بہت ہو گئی ہے، سب کچھ جمع ہوا نہیں ہے۔ اس نے غام کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ غام نہیں رہے گی مگر بھل کی زبان سے جانے کا ذکر کسی کے نواب اور مطلب ہو گیا، آخری عزت دے کر آپ ایسے چلے جائیں گے؟ اس نے کچھ سننے سے انکار کر دیا اور شکایتیں کیجے بولا کہ جیسا کہ ہمارا خیال ہے، آپ سب حضرات اس شہر میں مسافر ہیں۔ یقیناً کسی جگہ ٹھہرے ہوں گے مگر آپ کہیں اور جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جیلا پر کیے ممکن ہے کہ یہ گھر ہوئے ہوئے ہمارے عزیز ہمارے محسن کیوں اور قیام فرمائیں؟ اس نے بھی انداز میں فیصلہ صادر کیا کہ اب ہر جگہ سب اس شہر میں رہیں گے، میں کسی قیام کریں گے۔

اباجان نے اس سے نہیں چھپایا کہ وہ کسی بوٹوں میں مقیم نہیں ہیں، اس علاقہ میں کچھ فاصلے پر انھوں نے دہلی ہی میں ایک قریبی خریدی ہے، سب اسی میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہاں

کچھ اور لوگ بھی ہماری واپسی کے منتظر ہوں گے مگر نواب کے پاس پہلے سے ہر بات کا جواب موجود تھا کہنے لگا سب کو میں دیا گیا ہے گا دروازہ نہیں اٹھانے کا خیال ہے۔ گناہ کا سزا اور ذرا اب تک خاموش بیٹھ رہے تھے۔ انھوں نے بھی دیکھ لیے جو میں نواب سے منت کی کہ میری دوست انھیں جانے ہی دیا جائے مگر نواب نے جیسے سنا ہی نہیں، اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر اس کے انکار کو آسان نہیں تھا۔ بھل کے لیے وہ پیش کردہ وہی سزا سے کہنے لگا تو پھر ہم یہ سمجھیں کہ ہم اپنے محسنوں کے دل میں اعتبار قائم کرنے میں ناکام رہے ہیں؟

اسی آٹھائیں غام صاحب بکٹے ہوئے باہر گئے تھے، وہ دُور واپس آگئے اور اس کے محسنوں نے ٹوٹ پڑا ہوا جانے کی اطلاع دی۔ کسی کو بھی بھوک نہیں لگ رہی ہو گی لیکن جب نواب نے بھل سے دوسرے کمرے میں بھلنے کی درخواست کی تو اس نے کوئی بد و تراب بھی نہیں کی۔ دوسرے کمرے میں روشنی بکھری ہوئی تھی ہر جانب رنگ رنگے شے شے جڑی درواریں سے روشنی جیسے چھوٹی بڑی شے قالین کے فرش پر وسط میں وسیع سترخان بچھا تھا اور ہر طرف کی خوشبو اسی بوئی تھی۔ بڑے نواب اور غام صاحب سمیت ہم گلی دس افراد تھے لیکن دسرخون اور اس پر رہے ہوئے غام صاحب کے کھانے دیکھ کے کسی عزت کے کھانے کا گمان ہوتا تھا۔ کئی دُور بے وقار قدوں سے لڑا دھڑ دھڑے دوڑے پھر رہے تھے۔ ایک طرف آفتابے ہاتھوں میں اٹھائے وہ خادماں بھی موجود تھیں۔

وہیں پیچیدال بھی تھیں۔ اور غام صاحب سرگوشیوں میں کام دینے میں مصروف تھے۔ دسرخون پر نواب کی دکانیں ہم پر گلی بولی تھیں۔ کچھ تو اس کی ترغیب اور دُور واری اور کچھ کھانوں کی لذت خواہش نہ ہونے کے باوجود جیسی کہ کچھ کچھ کھا یا پھر شہر کی قاضیوں کے ہاتھ کیوں میری نظروں وہ علوہ دھونڈنے لگی تھیں جو بھلے نواب کی نگاہ اور سن نے پیچے سے میں نندل میں بھجوا تھا۔ پیرو بھی اس کا لائق نہیں بھولا ہوگا۔ میں نے ان انھیں سے ادھر ادھر نظر دوڑائی لیکن وہاں صوفے کی قلاب نہیں تھی۔

کھانے کے بعد ہم دو بارے تھے ہوئی آرام کرسیوں پر اور پیرو گئے تین نوجوان لڑکیاں ایک جیسے لباس میں نمودار ہوئیں۔ ان کے ہاتھوں میں چل۔ فغان اور چانے دباؤں کے طشت تھے۔ تینوں کے سر دیکھے ہوئے تھے اور چھوٹا سا گھوٹ لٹکا ہوا تھا۔ لیے لیے کہتے چھوٹی مہری کے ہاتھ اور چادرنا دو بچوں میں ان کا سارا بدن

بچھا ہوا تھا۔ تینوں کی رنگت بھی تقریباً ایک جیسی تھی۔ جیسے مانولے رنگ میں جیسی رنگ کی آئینہ ہو گئی ہو۔ ان کا رنگ ٹوپ دیکھ کر کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ خادماں ہیں۔ گلی کی دُور دُور سہمی سی گلی لگائی بھی جی۔ انھوں نے انفسات سے طشت ہمارے سامنے کی بیڑوں پر رکھ دینے اور جب تک نواب نے انھیں جانے کا اشارہ نہیں کر دیا، ہاتھ باندھ سر جھکا کر کھڑی رہیں۔ نواب نے اپنے ہاتھوں سے فغانا میں قومہ انداز۔ یہ تنکرے ایڑیاں جانے والے ان قومہ ہاتھوں نے ایک بارہن میں کرشنا جی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ پھیل کر کے کی لبت یہاں کی فضا کی سردی بولی ہوئی تھی۔ نواب کی ہاتھ پھر انھیں لگ رہا تھا، اس کے سب وجوہات بھی مشکلی لوٹ آئی تھی۔ سبھی کا کچھ میں حال تھا، میرا بھی۔ کچھ میں اپنی اپنے دست و بازو کھلے کھلے محسوس ہو رہے تھے۔ نواب نے اب تک ہمارے بارے میں کچھ جاننے کی جستجوئیں کی تھی۔ یہ کیسی عجیب بات تھی کہ آئے اپنے ان سوالوں کے ہم بھی ٹھیک طرح معلوم نہیں تھے جن کی خوشنودی غام والی کے لیے وہ بہت مستعد اور نواب نے نظر آتا تھا۔ غام صاحب نے یہ دگرزری والستہ ہو گی اور قصد ہماری دل وری کے ہو گیا ہو سکتا تھا۔ ایسے ہر سوال و جواب سے اجتناب ہی مناسب تھا جس میں میں ملنے کے لیے سرگراں کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ یہ تمام اس سے ہی پرہیز کر دی تھی مگر ایسا کوئی موقع آتا تو جانے میں سمجھ کیسے ایک دوسرے کا تعارف کراتے۔ اباجان اور ذریعہ ملی بات دوسری تھی لیکن بھل پیرو کا کتے، زورا اور خود میرے بارے میں کیا سب کچھ بتاتا چاہیے تھا کہ ہمارا تعلق با عہدہ آؤں سے ہے اور اب آؤں پر پہچانے جانے والے ہم ہی ہمارے ہم ہیں۔ تاہم نواب کی گفتگو میں معارف کا تاثر نہ تھا۔ ہم نہیں تھا۔ وہ ہمارے ساتھ ہی بیٹھا رہا حالانکہ غام کی کہ کہ بعد اسے اپنے چھوٹے بھائی کا حال جاننے کی لیے بھیجی ہوئی چاہیے تھی۔

بارہ سے اوپر ہو گئے ہوں گے۔ نواب غام کی اتفاق سے ہاں میں آجائے گا۔ کسی سوال کا جواب دے رہا تھا کہ اسے خیال آیا اور وہ معذرت خواہانہ جیسے میں بولا۔ آخری رات ہو گئی ہے، ہمیں آپ کی خدمت کا حیاں ہی نہیں رہا۔ پیرو نے سکڑا کے کہا کہ اس کے اپنے لیے دن رات کی بندش نہیں ہے۔ وہی بات ہماری کہے لیکن نواب اسے پیرو کا گفتگو سمجھا اور رمانت سے بولا۔ ہم ایک گناہ کرنا چاہتے ہیں، سب اس کی جانب میں مدد کر گئے۔ نواب نے شائستگی سے کہا کہ غام میں سوالوں کے لیے ہمارا خانہ الگ موجود ہے لیکن

ہماری خواہش ہے کہ آپ حضرات غام کی کمراٹ میں ہمارے ساتھ قیام فرمائیں۔ اس نے خود ہی جھپکے ہوئے وضاحت کی کہ اس کی نظر میں ہماری حیثیت دیگر معائنات سے مختلف ہے۔ اسے سختی ہو گی کہ ہم غام میں اس کے عزیز ہیں۔ ہمارے عزیز ہیں۔ اباجان کے کہ یہ ہماری گھر ہے، اس گھر کی ہر چیز ہمیں نقصان حاصل ہے۔ وہ دُور دُور آواز میں کہنے لگا کہ حرم لوگ اس گھر کے لکھ کا اس قدر خیال ہے، ان کی قدر و منزلت کے لیے نہ ہمارے پاس لفظ ہیں، نہ ان کی خدمت و خاطر کے لیے جرأت و ہمت۔ ہم آج خود کو بہت بے کیہ محسوس کر رہے ہیں۔ ہماری ذراست ہے کہ یہ ہماری غامی کلی ہے، جہاں آپ ہائیں، جب تک چاہیں ہیں۔ غام میں سے کہہ دیا گیا ہے کہ سبھی بارہا یہاں آئے ہیں کہ میرے ان کے آقا سے ملنے ہے۔ وہ لوگ نے اس شخصوں نے اس گھر کی شادمانی کے لیے بہت ایثار کیے ہیں۔ میں نے دوسروں کے دُور کا ایسا احساس ہے، نواب کی آواز نہ ملنے لگی۔ نہ ایک اور موجود خادماں اور غاموں کا بھی اسے لگاؤ نہیں رہا تھا۔ لگنے لگے ہم نے اس گھر کی غامیوں سے کہہ دیا ہے کہ زورادہ سوالوں کے لیے ان غام کی کوئی بندش نہیں ہونی چاہیے۔ حرم لوگ اسے اس گھر کو زندگی کی نوید دی ہے، جہاں گھر کی آبرو، غامی کو میلاں آگئے ہیں، کسی بڑی قدر کے لیے اسے ایسی ناکام موت حال سے دوچار ہونے پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔ انھوں نے ایک رائے ہوئے، اباجان کو مانے اور ایک رنگتہ شخص کی نشاط خاطر کے لیے اتنا بڑا جو مل گیا ہے۔ وہ اس گھر کے ہر فرد کے لیے واجب و حرم ہیں۔ ان کے سامنے کسی چلمس سے معافیت کا گمان ہو سکتا ہے، ہمیں اندازہ ہے کہ غام غامی نے کن لوگوں کے ہاں ہاں کے پناہ لی ہے۔ وہ گھر کی عزت مند خادماں کے لائق ہو گا کہ اس کے پاس ان ایسے بول جھپکیں دشمن کی زبان آئی آتی ہو اور جو اپنے صدمہ کے کسی شخص سے کیسے گندے لیے آتی دو رنگ ہاں کھتے ہوں۔ ہمیں اندازہ ہے کہ غام غامی کی بیٹی کی بیٹی کے گھر سے آتی ہیں؟

کسی نے اسے نہیں ٹوکا اس لیے کہ ٹوکنے پر اس کے کچھ نہ پھر جانے کا خدشہ تھا۔ اسے خود ہی احساس ہوا اور اس نے جیسے سے ادھر ادھر دیکھے ہوئے خاموشی اختیار کر لی۔ یہاں سے پھر کچھ یاد آئی، ایک زمانے کے تہذیب کے بعد وہ بھل کی آواز میں بولا۔ ماں و زرا آپ نے ٹھکرا دیا ہے، زورادہ گھر میں نواب دینا رہا۔ ہم سوچتے ہیں ہمارے پاس باقی کچھ ہاں ہے؟



بہت ہے بہت ہے نواب صاحب اپنی طرف سے بہت سے  
 کما اور بھل کی جانب دیکھتے ہوئے بولا آپ ایک جیسے ہوا آنا ہی  
 اپنی کے لیے زیادہ ہے  
 ابھی نواب اور میرزا نگران صاحب نے بروقت مداخلت  
 کی اور موقوفہ کیا بلالائی منزل پر مسالوں کی غوث کا اہتمام کر دیا گیا  
 "ہاں ہاں" بے شک وہ نواب نے سعادت سے کم از کم بہت بھول  
 ہی گئے اس دوران رات اور نکل گئی۔ بلالائی منزل نسبتاً ہوا دار اور  
 پرسکون ہے۔ ہم سب پوچھا جانا تو ہم بھی وہی جگہ پر کھڑے رہے۔ شاید  
 آپ حضرت کو بھی پسند آئے۔ راجپوت دگر کوئی کھف نہ کیجیے گا  
 وہ آگیا اس کی کیفیت میں بھی کچھ سے نکل آئے۔  
 اس ہی میں دارمیز تھا۔ چھوٹی چھوٹی بیروں کا روشنی زینہ۔ دونوں  
 طرف دیوار پر لٹا کھڑکی کی گئی تھی اور پورے سرخ قالیں بچھا ہوا  
 تھا۔ نواب نے کچھ دھڑکن سے بیڑھیال سے کھڑے ہو کر کھانے میز  
 پہلو پہنچا تھا۔ جس کے خیال میں تھا، اور پیرائے کے اس نے  
 زور سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور پراگے واقعی ایسا معلوم  
 ہوا تھا جیسے ہم کسی اور عمارت میں آگئے ہوں۔ بلالائی منزل کا  
 نقشہ ہی کچھ اور تھا۔ ہمارے سامنے صحن کے بیچ میں فرش سے ایک  
 بانٹ بلند و بلند و عریض بیرونی چوڑے پیریزوار تھا۔ ہوا دار  
 پھولوں کے تختے تھے۔ ہمزہ دار کے وسط میں ایک حوض تھا اس  
 میں ایک بڑا بھتر نصب تھا۔ چار منوں سے چار نوجوان لڑکیاں  
 عراقی ہوتی ہر ایک قبا میں پہنے یہ نیا ناز و صراحتوں سے پانی انگو  
 رہی تھیں اور جیسے ان کے گھٹنوں تک آتے دو زانو بیٹھے ہوئے متذکر  
 موزائی کے لیے ترماں تھے۔ چوتھے سے پورے سب گھر کے  
 ہماری ہماری سونوں کو لڑا دل تھا اور دور والوں میں ناقص فیصلے  
 سے بنے ہوئے چھروں کی دھڑکن کے پیچھے کھڑے تھے۔ ان  
 کے سارے فرش پر اس طرح نقاشی کی گئی تھی جیسے پھول گھر سے  
 ہوں۔ سب مجسمہ دیکھنے کے لیے لگ گئے، مجسمہ دو دو دھاروں میں  
 ہنایا ہوا تھا۔ رگیوں کے پانی اڑنے کا انداز اسیا نہیں تھا کہ ہر  
 آدمی کو ہی چاہے کران کے گرد بیٹھے ہوئے پیاسے مردوں میں شامل  
 ہو جانا چاہیے۔ جیسے کہ شہر تو اس کے سفید رنگ سے ہوا تھا ورنہ  
 ایسا لگتا تھا جیسے اس میں بھی نہیں پتھر کر دیا گیا ہے اور ایک ایک  
 میں یہ حرکت ہو جائیگی گئے۔ آج جان حیرت زعفران سے آگے دیکھ رہے  
 تھے۔ وہ نواب ضرور کچھ پوچھنا چاہتے تھے لیکن نواب آگے بڑھ کر  
 تھا۔ دالان موز کے ہم چھروں کے پیچھے آگئے اور نواب سامنے

کے ایک بڑے دروازے میں داخل ہو گیا جو پہلی پر دہلی اور قریبی  
 ساز و سامان سے مزین تھا۔ کسی راجا کی غوث کا گودا منظر بھی اس سے  
 زیادہ کیا ہو سکتا تھا۔  
 "میں نے کچھ عرصہ سے ذوق کے بغیر یہ غصہ نامنک بنانا شروع  
 کیا ہے۔ یہ ذوق نہ ہے اور نہ ہی ہے۔ لیکن ہونے لگا ہے۔ یہ بھی  
 کے دل کتنا خوش ہوتا ہے۔ سب کسی معذور کسی شاعر کا خواب معلوم  
 ہوتا ہے۔  
 "اب نے درست فرمایا۔ نواب بابت سے بولا یہ سب  
 ہمارے کسی مریاں نصیب بھائی کی کراستانی ہے۔ تعمیر کی ابتدا  
 کہ گھر گھر اس نے اپنے ہاتھ سے تراشا ہے۔ نقشہ بنا ہوا ان میں  
 رنگ بھرنا پھر ان میں مشورہ کرنا اور اسے زور سے پھر مرتبہ دہ  
 یو رہیں تعلیم کے دوران اسے شاہی عمارت غور سے دیکھنے کا موقع  
 مل گیا تھا لیکن وہ تو عموماً یو رہ جانے والے دیکھ کے آتے ہی ہیں۔  
 اصل چیز تو شاہد ہے کہ وہ کوئی کتا انداز کرے کوئی بیروں انھیں  
 عمل رکھنے پر کچھ حاصل نہیں کر پاتا کسی کے لیے ایک جھک بہت  
 ہوتی ہے۔ انہیں ہی سے اس کی حیات کا عالم دیکھتا ہے۔ یہ سب  
 یاد ہے اس وقت اس کی عمر بارہ سال ہوئی انھوں میں زبردستی  
 ایک روز میں اس کے ذوق شغور کی خاطر ہر روز ہمارے پاس کی  
 ایک شمع نظر میں کے ہم سب حیران رہ گئے تھے۔ چھپے پھپھے رنگ  
 لیکن سب کچھ اپنے آپ تک محدود رکھا۔ اسی زمانے میں معذوری کا  
 شوق ہوا اور صرف معذوری کے معاملے اور تصویر پر دیکھ دیکھ کر اس  
 بڑے تصویر پر مانی شوق میں کروگ لپٹیں نہیں کرتے تھے بلکہ  
 میں تصویر کی غافل گاہیں دیکھ کر یہ شوق اور فزول ہوا۔ آپ  
 کو شاید عجیب ہو کہ یہاں نقاشی کا جتنا کام نظر آ رہا ہے۔ سب اس  
 کے بنائے ہوئے فنوں کا گھر ہے۔ جتنا کڑھا ہی بھی ہو سکتی کے  
 باب میں بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ ہمارے خاندان کو متوش سے ایک شخص  
 شغف ہے۔ والد مرحوم کی حیات ایک بھال نامی گڑھی است و ان دن  
 جمع ہوتے تھے۔ ان کے بعد اس نے یہ روایت زور رکھی۔  
 اس نے اتنی جلد جانے کہاں سے ایسا دور کا عمل کر لیا تھا کہ یہاں  
 پھر وہی جھگڑا ہونے لگا۔ ہم آپ سے کیا عرض کروں کہ ہمارا بھائی  
 کن گونا گوں محلات کا مالک ہے ہم پانچ بھائی تھے۔ ہر طرف ایک  
 تھی۔ اب ہم صرف دورہ گئے ہیں اور بھائی میں سعادت ہے۔  
 عالم تاب ہمارا بھائی ہے لیکن یقین کیجیے، ہم نے اسے اولاد کی

بہت سے کیا ہے۔  
 "نواب ابھی تک رکا ہوا تھا۔ چھوٹے نواب کے ذکر میں وہ  
 ایسا کھو گیا تھا کہ اسے اپنے ارد گرد ہمارے کھڑے رہنے کا اس  
 بھی ذرا بھائی کے نام پر اس کی کوڑ لگنے لگی تھی۔ سب گھر گھر  
 کھڑے تھے۔ نواب کی انھیں جیسے گلیں تو آجائے اس سے لطف  
 ہانے کی درخواست کی۔ آجائے کہ دفن انداز پر اس کے چھپے ہوئے  
 نے سے بھڑکے ہوئے اور وہ پشیمانی سے بولا۔ ہمیں وقت کا پھر  
 خیال نہیں رہا۔ آئیے ہم آپ کو آپ کے کروں تک پہنچا آئیں۔ باقی  
 آپی فضا اندر صبح ہوں گی۔  
 وہ ٹوٹ کر کے وسط میں ایک کھٹے دروازے کی طرف  
 بڑھ گیا تھا کہ آجائے اس کا شان و ختام کیا؟ نواب صاحب  
 آپ رحمت فرمائیے۔ ہم خود کر کے تلاش کریں گے اور یہ  
 حق صاحب قبلہ تو وہ بری کے لیے موجود ہیں ہی قطع کا می  
 سے مراد ہی تھی کہ آپ تشریف رکھیں۔ ہماری فکر نہ کیجیے۔ ہم میں  
 سے کسی کو بھی ہیند نہیں آ رہی ہے۔ البتہ آپ کی بے کراہی کا۔۔۔  
 "اب کیا آرام؟ نواب شگشی سے بولا۔ ہم تو اب غلامی  
 ہو گئے ہیں۔ ہمیں اپنی خیند سے تو دن گزر گئے لیکن، لیکن آج  
 ضرور سکون سے سو سکیں گے۔  
 آجائے اس کا بازو تھا۔ تھا سے اسے کمرے میں ایک  
 جانب پڑی ہوئی بڑی بڑی کرسیوں کی طرف لے آئے۔ جب  
 ملک ہم سب بیٹھیں گئے۔ نواب کھڑا رہا۔ اسی آنا میں غلام متا  
 نے ہم سے مشروبات وغیرہ کے لیے پوچھا لیکن سب نے تڑو  
 سے منع کر دیا۔ کسی پر بیٹھے بیٹھے نواب صاحب کا سینہ ہاپ ہاتھ  
 ٹکڑے سب چھوٹے نواب صاحب کی سول حرازی ہے۔ "میر علی  
 نے اتفاق سے کہا۔  
 "جی۔ نواب اکھڑی ہوئی سامنوں سے بولے "سب اسی  
 کا دفن و خیال پر داری ہے۔ اس کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا اور ہم  
 سے تو واقعی ممکن نہ تھا۔ یوں میں چار سال گزرا ہے کاموقع میں  
 بھی ہے اور یہ سیاحت ہم نے بھی خوب کی ہے مگر ہم وہاں تک  
 نکلنے پہنچے ہیں بہت نہیں کر سکے جو عالم تاب نے محفوظ کیے  
 تھے یہاں دوا لیں آگے ہمارے مشاغل بھی مختلف رہے، شکار  
 ملاحد اور جائیداد وغیرہ کے انتظامات۔ عالم تاب کو جائیداد کی  
 کے بھی مکر و تدبیر رہا لیکن اپنے خاندان کی انفرادیت قائم رکھنے  
 اندام روشن کرنے میں جو کچھ عالم تاب نے کیا ہے۔ ہم سے اس کا

عزیز عزیز بھی نہ ہو سکا۔ اس کے لیے وزارت کی کوئی بھی حیثیت نہ تھی  
 تھی گری میں جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ جب مکمل ہو تو دور دور  
 ملک شہر ہوا۔ کئی نواہوں نے عاقل سے اپنی نواہوں کی نوعیت کے  
 لیے مشورہ کی درخواست کی۔ ہمارے ہم زاد نواب شہت جنگ  
 تو گویا عالم تاب کو باقاعدہ گرفتار کر کے لے گئے۔ ان کی بھی بھی خوب  
 ہے۔ ابھی آپ کو کون کون گئے۔ اب نے آجائے کی طرف دیکھا  
 وہ خاموش ہی رہے انھوں نے تو نہیں کہا کہ مذکورہ حوالی  
 دیکھ چکے ہیں۔ پھر سلسلہ دربار ہر ملک چاہے جانا تو ہے بات  
 ہادی رکھی "نئے محلات کے لیے ماہاب کے پاس سوراں آگے  
 "اس عمارت کو بھی عمل ہونا چاہیے۔ یہاں نے قدرت  
 انہی آوازیں کمانا کی عمل بھی اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔  
 "ہاں اگر آپ کو کچھ بھی متاثر نہ ہو تو اب سمجھنے کے لیے میں بولا  
 آپ تو یہ سب میں کھنڈ نظر آتا ہے۔ اسے ان دور میں روح کوئی  
 کھینچ کے لے گیا ہو۔ عرصے سے کہ ان کی آرا کی تھی۔ ایک وقت  
 تھا کہ یہاں آئے دن کوئی نہ کوئی قریب برپا ہوتی تھی۔ ہر  
 وقت ایک جشن سارا رہتا تھا۔ حال اب کی حالت بہت بگڑی ہے  
 حوالی کے لیکن گوشت خیز سے ہو گئے ہیں۔ کوگوں کا دور وقت بھی  
 کم ہو گئی ہے۔ اب یہاں یکم ذکر کرتے ہیں، چند بات کرنے  
 والے یہاں کے خاویز ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی نظر لگ  
 گئی ہے۔ عمارت کا گھر اور شاپے خان کو پہنچا تھا اور اب اس کی  
 کبیرہ ناظری پر سوگوار ہے۔ یہیں زوہبت بعد میں ہو سکا۔ ہم  
 سے چھپا لیا تھا۔ ہماری بہن نے ہم سے چھپا لیا تھا۔ اسی جان نے  
 بھی ہمیں خبر نہ ہونے دی پھر جب ہمیں علم ہوا تو بہت بہت نکل  
 چکا تھا اور ہماری حیرت کی انتہا نہ تھی کہ عالم تاب جو صحن سر  
 تھا وہ کسی حتم کا اسیر کیے ہو گیا۔ بات دلوں سے میں اس کا رنگ  
 متاثر معلوم ہو رہا تھا۔ بہت دلوں سے ہم محسوس کر رہے تھے کہ  
 عالم تاب بزم آلامیوں سے کچھ آگے لگے لیکن ہم نے جانا کہ  
 یہ ایک غازی امیر ہے اب وہ علی اس منزل میں ہے جہاں  
 ایک ٹھکانا آجائے۔ ہمارے ماں گمان میں بھی تھا کہ ہم  
 سے زیادہ بھی کوئی اسے عزیز ہو سکتا ہے۔ خال سامنے جب  
 ہمیں بتایا اس وقت ہمارے اعتبار میں کچھ نہ تھا اور نہ ہم خود  
 غامضی کی ہاں جا کے عاجز نہ کر رہے تھے۔ تاہم ہم نے اپنی جیسی ہر  
 کوشش کر لی۔ ماعول اور غریب دوا لیں ہمیں کبھی اعتبار نہیں تھا  
 لیکن ہم نے انھیں بھی آنا کے دیکھا جس میں سب اس کی شان و



[illegible]

اپنے آب کو بھی دکھائی نہیں رہتا پر تسلی رکھو! ابھی سب دُور ہو جائے گا۔ سب ابھی ایک دم آخر سمجھو نواب صاحب! "

"ہاں نواب صاحب! آبا جان اُمّی کی آواز میں لوں سے جو مل رہی ہے، آپ نے تو خود ابھی فرمایا ہے کہ سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ اپنا لکھا ہوا ماشائے کی قدرت بھی اُسی کو ہے۔ آری اپنی س کی موت پر یہی وقت کی گردش کسی نے روکی ہے۔ کبھی کوئی شخص نہ کہہ سکتا ہے کہ ۔۔۔ چاہے کیوں آبا جان کی آواز کیلئے تھی اور انھوں نے اپنے ہونٹ پیسے میری طرف انھوں نے نہیں دیکھا تھا لیکن میرا سلام لرزے رہ گیا۔ ضرور ان کا اشارہ میری طرف تھا میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہوں گے کہ کبھی کوئی شخص سارے ہونٹ نہ تانے کوڑے ایسے ہی کسی پر پہنچا جاتا ہے، کبھی کوئی شخص کسی کے آنا قریب آ جاتا ہے کہ اس کی اوٹ میں سارا دنیا داخل ہو جاتی ہے۔ گویا آبا جان کو اس سب سے بوجھ تھا۔ اتنے عرصے زمانے کی زیرِ خیال دیکھ کے، اور بدرجہ فاک چھان کے ان کی سمجھ میں یہ بات اُسی تھی کہ کاش وہ اُسی رات کچھ جان پیتے جب کوڑا ان کے گھر میں پناہ حاصل کرنے آئی تھی۔ میں نے ان سے اصرار نہیں کیا تھا میں ان کے سامنے یہ بات کس طرح کہہ سکتا تھا کہ کراہیے بہت اچھی لگتی ہے مگر انھیں خود بھی تو کچھ جانا پناہ ہے تھا۔ پڑا نواب کہہ رہا تھا کہ اگر اُسے وقت پر ضرور ہو جاتی تو وہ خود خاک کے درپے حاضر و تدا۔ آبا جان نے تو کوڑا کو گھر سے نکال دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ان کے فیصلے میں ذرا بھی شک نہ کرتی تھی مگر سے لقمے پر کھول مجبور ہوتا۔ مگر کچھ نہ ہوتا۔ اُنھیں سات سائیل لائیں پڑی، ذرا کچھ اجڑا، نہ اتنی کوئے وقت موت آئی اور نہ فتنی۔۔۔ آبا جان کو کبھی اپنی بیوی، بیٹی، یا بے فکر کی یاد آئی ہوگی مگر اب اس سے کیا حاصل۔ اپنی اور فتنی کو لوٹ کے نہیں آسکتی تھیں۔ مگر میں نواب کی کھلی کھلی مسکندگی کو سچ دیکھ رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر آبا جان کی تسلیاں مہذب ثابت ہوئی۔ اگر وہ چھل کی طرح بھاگتا حرکت بیٹھے رہتے تو شاید نواب کا یہ حال نہ ہوتا۔ اُسے تو بس شانے کی درگھی۔

سہ ہم جیسے بیٹھے ہیں پول راگ میں جیسے بابا راگ دراجی طرحے پھر دیکھے کیا ہوتا ہے!

پیر و فتنی بھول چکا تھا کہ رات تک ہم اس حویلی میں قید تھے مگر فدیہ دینا ابھی نواب کو تھا۔ سنے کسی طرح اس کے سونپ لایا۔ لایا۔ روکنے کے لیے اڈر رہا تھا۔ نواب کی آواز میں سوز پلایا

تھا کہ وہ آدمی کی رنگوں میں اتر جائے۔ میں تو اب آج ان اور میری مل کے  
 چھتے سے ملنا بیٹھا ہوں۔

بہت دیر بعد خواب کو بوسہ یا آگر میری دھڑکیاں اور آج ان  
 کی تفتیلوں سے کم اور خال صاحب کی دھڑکیاں سے زیادہ خال  
 صاحب و رنگ خواب کی کرسی کے عقب میں بیٹھے رہے۔ پہلے  
 انھوں نے جان کے خواب کو نہیں لکھا کہ وہ کس کس کو سوتے ہیں  
 آج کی طرح ہوتے ہیں، ان کا کہہ جا ہوا نہیں ٹھیک ہوتا ہے، اور ایسے  
 لوگ روتے کب ہیں۔ کتا ہے، وہ ہر وقت بندھے ہوئے ہوتے ہیں  
 ہوتے رہتے ہیں اور دروازوں کے سامنے تو بالکل پتھر بن جاتے ہیں  
 معلوم نہیں، وہ صبح تک وہاں بیٹھے رہے۔ ہم تینوں  
 اٹھ کھڑے ہوئے تھے اس لیے کہ بھلنے سے نہیں اٹھ جائے گا اتنا  
 گریبا تھا۔ خال صاحب نے ہمیں بالائی منزل کے دوسرے حصے  
 میں پہنچا دیا۔ یہ حصہ پہلے والے حصے سے سختی تھا گر بائیں مختلف  
 میل کا نظریہ اور تھا۔ خال صاحب نے میرے کانٹے اور دروازے  
 کے لیے آگ لگ کرے تو غصے کیے تھے۔ یہاں سے وہاں تک  
 پہلے ہوئے تھے لیکن ان کے جانے ہی ہم تینوں ایک کمرے میں  
 چلے آئے جس وقت ہم کھڑے تھے، ہمیں دیکھ کے خواب بھی کھڑا  
 ہو گیا تھا۔ خال صاحب نے آگ لگ کرے کانٹے میں جھانک کر  
 ہمیں اشارہ کرنے میں بھیجی کی کوئی سی صفت تھی، وہ ہم تینوں کے  
 پیچھے خواب کوئی سی بات کرنا چاہتا تھا یا اس نے غصے سے کام  
 لیا تھا۔ یہ طور پر ہمیں اور کڑا تھا۔ خواب کے سامنے سے اٹھنے  
 کو ہمارا نہیں کرتا تھا۔ ہر چند اس وقت جب وہ خواب عالم تاب  
 کی کیفیت کا ذکر کرتا تھا اور تمام کام اس کی زبان پر آتا تھا، مجھے  
 دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اسے ہمارے ہمین رشتوں کا علم نہیں ہے، لیکن  
 اس کے مرتے کوئی ایسی دین بات نہ نکل جائے جو میری اور آج ان  
 کی موجودی میں مناسب نہ ہو۔ خواب نے بہت احتیاط کی کہیں  
 بھی اس کا نام اس کے ساتھ سے نہیں چھو تھا۔

کمرے میں چند نہیں آئی۔ ہم باہر نکل آئے۔ رات کا سا ماحول  
 ٹھیک تھا۔ اس حصے کے صحن میں بھی بڑا سا باغچہ لگا گیا تھا۔  
 طوطی کی سی آواز اور دیوان میں جیسے کی طرح کئی ستونوں میں پانی  
 ہوتا ہے۔ لاوارہ لعلب کی گاہ تھا۔ ہر ایک کے عجیب گستاخ اور دھنا  
 تھا جسکی عمل کوئی سی تھی۔ ذرا اور کانٹے تھے میرے ساتھ میرے ہی  
 پر پھیل گئے۔ دونوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی، لیکن آسمان  
 تھا کہ میری بات کرے کہ کوئی چادر یا تھا۔ میں نے انھیں

موندنے کی کوشش کی لیکن مجھے کسی غفلت کا احساس ہوا جیسے آنکھیں بند کر کے سے کوئی منظر نکل جائے گا۔ میرا دل بار بار دھڑر دھڑانے لگتا تھا، مجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ کام ہے کہ دھڑکن سے اب مجھے راستہ مل جائے اور میری پہچنے میں درپور بدلے بارہ دن لوٹ کی قدر گزارنے کا پختہ اندیشہ تھا۔ اسے تنگ اس کے بدلے میں ایک شخص کی خوشی، ایک شخص کی زندگی بڑی ریاضت سمجھی ہے۔ اگر ہم ایک راستہ بدل کے جدراؤ ادا کرنے کا ارادہ نہ کریں تو خاتم عالم بات کو ذمہ داری اور جانے اس پر کیا کردار جانتی مرزا آباد میں سوویا صاحب کا پرتنا تو ایک زمانہ تھا۔ اصل میں اس طرح ناب عذاب کی مراد برائی تھی۔ کتنے میں طلب کا تجربا ہونا لازم ہے اسباب خود ہی خود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو میری طلب میں کوئی ٹوٹ بھی ہوگی اور وہی کو کوجھ سے دور کیے ہوئے ہے مگر یہ کس طرح ممکن ہے۔ میں تو جسے اس راستہ پر جیتا کوز جو سے بدلتی ہے۔۔۔۔۔ یہ تو میں جانتا ہوں، ام ارد گرد میرے دل اکمل تو مجھ پر بیان ہے۔ میرا تو ہر لمحہ اس کے لیے دعا کرتا رہا ہے۔ اس کی ایک ایک بات میرے دل پر نقش ہے۔ اس رات کا ایک ایک واقعہ اور اس سے پہلے اس کے ساتھ گزرا ہوا ہر لمحہ اس کی باتیں، اس کی عورت، اس کی خوشبو، جب اس نے ہونٹ کے کب میں میرے پھر سے پرانے رشما لیے ہاں بکیر دی تھے۔ یہ سب کچھ میری آنکھوں میں دکھایا ہے۔ میں تو اسے، اس کی خوشبو سے بہان سکھاتا، شب دروڑ میں منتی با مجھ اس کی آنکھوں کا گمان ہوتا ہے اگر کسی قسم کے اس کے اور میرے دو میان پردہ بھی حال ہو گیا ہے تو میرے کے پیچھے وہی رہی ہے۔ میں یہ شفا کی بات ہے یا قسمت کی۔ مگر مجرم میں سے جدراؤ ادا کیے کے راستہ پر تو خاتم عالم بات کو ذمہ داری مگر سوینا تو بچ جاتی۔ سوینا کی موت اسے کچھ کے لائی تھی یا ناب عذاب کی طلب کا اثر تھا۔

اوس نے مارے کیڑے چنگو دیے تھے لیکن یہی روحی نگاہی تھی عشقی بخندی ہو ابل رہی تھی کہتے اور روزا بھی میرے پر کار میں بدلے ہوئے میرے قریب آگئے کہوتے نے اپنا بازو پھیلا کے میرے لیے ٹیکہ بنا دیا۔ میں نے بھی اس کا سراپنا زانو پر رکھ لیا۔ رات کا آخری پہرہ کوکا۔ دونوں ابھی تک جاگ رہے تھے۔ میں نے ان سے نہیں بولا کہ وہ کیا سوچ رہے ہیں۔ سوچ رہے ہوں گے دیکھے آب وازاب کہاں کھینچ کے لے جانا ہے مگر آب وازا کیا سب کچھ تو مجھ پر منحصر ہے۔ سوچتے ہوں گے کہ دیکھیں اب کوئی



سازماد گھانے کا سودا میرے سر پر سما آتا ہے۔ بہر حال، چاندان کی گرہ اور درہ کی مٹھی، کئی پریوں، غریب سہی جی دن میں مہی کی لیے روانہ ہو جاتا ہے۔ انھیں جتانے کی ضرورت نہیں تھی، میں نے پہلے ہی دل میں طے کر لیا تھا کہ اب گھر کے سوا کہیں نہیں جاؤں گا۔ میں ان سے لاکھ مشق کروں کہ وہ میرے چھپے کیوں آتے ہیں دنیا کر رہی مگر وہ کبھی نہیں مانیں گے۔ میں نے ان سے الگ جاکے بھی دیکھ لیا ہے۔ وہ میرے ساتھ نہیں تھے لیکن سب میرے لیے جیسے بے چین تھے۔ چپا بگم کی ایک خاطر پر چٹھل مہی وڑا آیا تھا، چٹھل کو چھپا ہوا اعتبار ہی نہیں ہے کہ میں تھلا پٹ آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہوں۔ میں انھیں جیسے روک سکتا ہوں کہ وہ میری پرواز کر کے میری وجہ سے کیوں اپنے دن امیر بن کر رہیں، میرا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دینا میری اس کے قرار کے لیے مناسب ہے کہ میں ان کے سامنے رہوں، میں ان کے سامنے ہی رہوں گا۔ اباجان نے اب کہیں نہیں مستقل بسنے کا ارادہ کیا ہوگا۔ اگر ضرورت نے مجھ سے مشورہ کرنا مناسب سمجھا تو میں فیض آباد کی رائے دوں گا۔ زریں کی حویلی بہت بڑی ہے، اپنی خانمان سما سکتے ہیں ورنہ یہاں وہ رہیں گے، میں بھی مٹھی کے ساتھ رہوں گا پھر زریں اور نیساں بھی لانا ہمارے ساتھ رہیں گی۔ ممکن ہے اباجان نے یہیں جیدرا آباد میں رہنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ ممکن ہے اناب حضرت چنگ سے راہ و رسم پر بھانے کے علاوہ یہاں حویلی خریدے ہیں ان کی اس خواہش کو بھی دخل رہا ہو۔ ویسے ایک حویلی کی خریداری سے ان کے لیے فرق ہی کیا پڑتا ہے۔ زریں کی حویلی کے تہہ خانے میں چٹھروں سے اسے کئی صندوق ڈھکے ہیں۔ ابھی تو انھوں نے صرف چند پتھر نکالے ہیں، سوا ایک حویلی اس شہر میں بھی سی۔ امیر بگم ہر جگہ گھر مانتے ہیں۔ بہر حال وہ کہیں بھی رہیں، میں اب کہیں نہیں جاؤں گا۔ کیا عجیب کسی دن وہ بولیں گی اب ایک مجھ سے مل جائے کوئی ایسا ماوراء جو ملے جیسے نواب عالم تاج کو کاغذ مل گئی۔ سو سکا ہوا کبھی مولوی صاحب اس کی نگاہ کرتے کرتے خفک جاتیں اور انھیں میری یاد آجاتے۔ انھیں نیاں آجائے کہ وہ کسی کی امانت ہے۔ مجھ کے سپنیاں ان کے لیے کچھ مشکل تھیں۔ انھیں کھاتے ہیں سے چٹھل کے اوتے کا اور چٹھل کے اوتے سے فیض آباد پہنچے معلوم ہو سکتا ہے لیکن انھیں میری جستجو بھی تو۔

میں رات بھر اپنے آپ سے سرگوشیاں کرتا رہا۔ وہی کچھ بولنا رہا جو انہارے کنالوں میں دوسرے مجھے جتانے کی کوشش کرتے

ہیں۔ کوئی نہیں سمجھتا کہ آدمی اپنے آپ سے بھی کچھ کہتا ہے۔  
آپ کو بت پھرنا ہے۔ سب کچھ دیری بھوس اٹھا تھا لیکن جی کچھ  
کسی بھی سے میرے ذہن میں منتشر ہوا تھا میں نے اپنے بھی کئی  
بار اپنے آپ کے عہد کے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہر ارادے کو ایک سحر  
و از مے۔ اب مجھے اپنے آپ کو باندھ کے ہی رکھنا پڑے گا۔ آدمی  
کہ زندگی صرف اپنی ہیئت میں ہے۔ دوسرے بھی اس میں شامل ہوتے  
ہیں۔ پہلے بات اور حقیقی بات۔ اب جان نہیں ہے تھے اور حقیقی خوش قسمتی  
سے نہیں مل گئے ہیں۔ ہم نے ان کی تلاش میں کہاں کہاں خاک نہیں  
پھانی۔ جہاں جہاں ہم مولوی صاحب کو پوچھتے تھے، آیا جان کو بھی  
معلوم کرتے تھے۔ وہ مل گئے، جہاں گریں گیا۔ فرخ، قریب اندر  
اور کبھی اب دور نہیں ہیں۔ حرف چند دنوں کی دلیاراض ہے  
مگر۔۔۔ مگر جو یہاں ہے وہ کبھی پھر نہ بکھ جائے۔ آیا جان کبھی  
اب تبت کے قدیم تہ خانے میں چسپے ہوئے ہائی پتھر لانے کی  
لے جاتی نہیں ہوگی۔

رات بھر میں وہ دگر دگر کرنے کی بہت استوار کرتا رہا  
جب میرے قدم پیسے گتے ہیں اور سب کچھ ریت کے محل کی طرح  
منہم ہوا تھا۔ جتنا میں اپنے سینے میں اپنا عزم ٹوٹا ہوا محسوس  
کرتا تھا۔ اتنا ہی میرا جسم ٹوٹا۔ دیر ہو تا تھا باقی میری رگوں میں  
سرور سی میٹھے کی تختی جیسے میں اپنے آپ کو دور ہوا ہوں۔

جڑ کی اذان کے وقت ہمیں وقت کا اندازہ ہوا۔ اذان کی تراز  
میں کے کاستے بڑے بڑے کے اٹھ بٹھا۔ ابھی اندھرا بہت کم تھا۔ کہتے  
اور زور اپنے آگے سے ہونے باقی پاؤں کھونٹے کے لیے جھٹکنے لگے  
لگے اندھرا بھی کچھ پیر پر ہم نے اپنے اپنے کمروں کا شکر کیا۔ ہر کمرے  
میں ایک ایک منسل خانہ تھا اور داخل صاحب نے ہمیں بتایا تھا کہ  
کسی چیز کی ضرورت ہو تو دھواڑ کے ساتھ ملکی ہوئی قلعہ چرخی میں لے  
جائیں وازین فرما یا ضروری ہاں میں گئے کیونکہ وہ انھی کمروں سے  
پیوسے عقبی حصے میں ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ آمدورفت کے  
لیے ان کے راستے بھی مختلف ہیں اور شب روز میں مقررہ اوقات  
کے علاوہ وہ بھی سیر پر چربی کے ان محسوس میں خود راہوں سے نیا  
میرا سارا جسم چپ چار ہوا تھا۔ کل شام ہی آیا جان کی کوئی میں پہلے  
تبدیل کیے تھے ہر آدمی کی وجہ سے گیلے اور سکے ہونے جو تھے تھے  
لیکن دوسرے کپڑے موجود ہی نہیں تھے۔ میں نے انھیں کھینچنے  
کے شکلیں درست کیں اور منسل خانے میں تو لہوں کے مشین پر چپ  
داہر گرم اور شند سے ہائیوں کے مل ایک ایک تھے اور داخل غلہ

جس طرح کہ بنا ہوا تھا، تین اطراف دیواروں میں تھڑا میٹھے چڑے  
ہوئے۔ چینی کا ایک برائے بھج جو دو تھا۔ میں ویرانہ میں نہا رہا۔  
مجھے کچھ تانڈی کی مسکوس ہوئی۔ پکڑے اسٹے کو کھے نہیں تھے میں  
نے انھیں یوں ہی لیا، جسم پر کڑے ویسے بھی جلد شک ہو  
جاتے ہیں۔ باہر سویرے کی دھند چھٹ رہی تھی، باغیچے میں مالی آ  
چکے تھے اور کوئی خدمت گار فرش کی صفائی کر رہے تھے۔ میں نے لاپلا  
کی دیوار سے باہر چھانک کے دیکھا، چنچل منزل کا ایک حصہ اور حویلی  
کے اطراف میں دو رنگ پھیلا ہوا باغ یہاں سے صاف نظر آ رہا تھا۔  
بہرے دونوں نے شور و غوغا چھا کر اٹھا۔ نیچے ملازموں کی چلت پھرت  
لہو لہو برستی جارہی تھی اور روشنی بھی چپکے چپکے گھوٹی جارہی تھی  
ہم یہاں بارہ دن رہے تھے اور ہمیں کچھ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ  
حویلی میں شیخ کے وقت اتنی چل پھل ہوئی ہے اور حویلی کا باغ  
اتنا وسیع اور سرسبز ہے۔ جاہا چھوٹوں کے کچھ تھے، فوارے، مندریا  
اور صحنی سہاراں۔ زندان میں تو ہر موسم ایک جیسا ہوتا ہے۔  
یہاں ہم رات کو بھی آئے تھے، رات بھی کو یہاں سے رہائی نصیب  
ہوئی تھی، میرے بھی میں آیا کہ نیچے جا کے باغ میں گھوموں مگر کائنات  
اور زور ابھی تک اپنے کمرؤں میں تھے۔ میں وہیں ٹھکڑا آتے جاتے  
فاز میں دو کھینچا رہا۔ ان سب کو کوئی مددی معلوم نہ تھی۔ جو مسکا  
ہے، اور وہی اُن کا یہ معمول رہتا ہو آج کوئی خاص بات ہے،  
آج حویلی میں بڑے نواب کے بقول نہایت عزیز زمان آئے ہیں۔ اُن  
سے چھابیں رہا ہوگا کہ ہمارے ساتھ آنے والی خاتون کون ہے  
اور اُس کی آمد پر مددی حویلی کی زبردور ہو گئی ہے۔ اُن کے لیے  
یہ بھی کچھ کم ہجرت کی بات نہ ہوگی کہ ایک دن پہلے انھوں  
جہن لوگوں کو قیدی کی حیثیت سے دیکھا تھا آج انھیں مہمانی کا  
شرف حاصل ہے۔ اُن میں سے کتنوں کے سامنے میں اور پیہر و  
بندوبی کی زور پر بڑے نواب کو حویلی سے لے گئے تھے۔ اُس رات  
چھوٹے نواب کی بیگم نے ہمیں بتایا تھا کہ حویلی کے ملازم اپنے چھپ  
مالک اس قدر وابستہ تھے کہ اب بھی دران دران معلوم ہوتے  
ہیں۔ میں نے اُن کے چہرے پر تنقید کی کوشش کی لیکن ایسے کیا  
معلوم ہو سکتا تھا۔ مجھے یہ جاننے کی ہے اتنی حویلی کہ خانم کو دیکھنے  
کے بعد نواب کا تاب بر کی گزری ہوگی۔ رات سے کتنی سیر تیری  
آکھوں نے اُس سٹو کا تصور کیا تھا جب خانم نواب کا حال تاب کے  
سامنے پہنچی ہوگی چھوٹے نواب پر تو مسکے عاری ہوگا۔ اُسے  
چلو کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر کام کو آسان بناتا ہے۔

کوفیوں اچانک سامنے آہلے کو آدمی باہل بھی ہو سکتا ہے کلاں  
میں بھی وہاں ہوتا مگر وہاں تو شاید خانم کے سوا کوئی موجود نہ ہو۔  
وہ منظر تقریباً کیا جا سکتا تھا اور اس کے تصور سے میرا سلاخ  
دھڑکنے لگا تھا۔ رات خانہ کو زمان خانے پہنچانے کے بعد سے  
اب تک اس کی کوئی خبر نہیں ملتی تھی۔ خبر گیری بھی کیسے۔ ایک ہی  
ست دریاں میں گزری تھی اور آدمی رات تک جڑنواب ہمارے ساتھ  
رہا تھا۔

میں وہیں مجبور کے کہ اس بکھر پارا اور مجھے کچرا احساس  
ہی نہیں ہو کر مٹی کی روٹی کتنی پہل لگ رہی ہے۔ کالے اور زرد راہی  
تک باہر نہیں نکلے تھے۔ میں انہیں دیکھنے کے لیے وہاں سے ہٹنے کا  
ارادہ کر ہی ہوا کہ میں نے اپنے کمرے کی جانب سے ایک لڑکی کو کھینچ  
چھینکے انداز میں اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ میری طرف آ کر چھٹی  
میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلہ پر آ کر ٹیڑھی گئی اس  
نے لہجے سے بولے میں نے بھی آداب کیا۔ میں نے بھی جواب میں  
جلدی سے اسے آداب کیا۔ وہ بیانی کرنا یا لہجہ پسنے ہوئے تھی۔  
ہر سے دوپٹے کے آدھے ٹھونگ میں اس کا پچھنی ہر دو جگہ رہا  
تھا۔ اس کی مڑاٹھا رہا جس برس سے زیادہ نہیں ہوگی۔ وہ خدا ہاں  
کے لباس میں نہ تو کوئی بھی اسے عورتی کے خاندان کا فرد نہیں  
اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں اور ہونٹ مر رہے تھے۔ جس پر  
ایک رنگ آ رہا تھا، ایک بار اٹھا۔ اس کے بائیں ہاتھ میں تازہ  
ٹکلی دستہ تھا۔ آداب کے بعد وہ کھکھکنے کے لیے بہت متعجب کرنی  
رہی۔ میرے پاس ہی منتر ہو گئے تھے۔ پندی زمان خانے سے  
آئی ہے یہ ہندوؤں کے توفیق کے بعد وہ جھلرے ہوئے لیے  
میں چلی۔

”ہی! میں نے آپ کو چمک کے کہا نہ کیسے؟“

”چھوٹی سیم اور بی صاحب نے آپ کو یہ ٹکلی دستہ بھیجا  
ہے۔“ وہ ٹکلی دستہ ہی طرف بڑھاتے ہوئے جھجکتے جھجکتے چلی۔

”میرے لیے؟“ میں نے حیرت سے کہا۔

”جی! اٹھلے لے کہا ہے، یہ ان کی طرف سے قبول کیا جائے؟“

”اس کی آواز میں قدر سنبھل گئی تھی۔

میں نے ٹکلی دستہ اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا مگر کوئی جواب  
نہ دے سکا۔ اس نے انتظار بھی نہیں کیا اور اس کی پلٹنی آواز سے  
کالوں میں کوٹنی آوازاٹھلے نے یہ فرام بھیجا ہے۔ اگر آپ کو وقت  
نہ ہو تو آکر کاہن حرم راہ تھا۔ سانس لے کے بولی وہ آداب



کی خدمت میں آنے کی خواہش مند ہیں، یا آپ مناسب خیال فرمائیں تو زمان خانے میں تشریف لے آئیے۔  
 "انھوں نے مجھے، مجھے یاد فرمایا ہے؟"  
 "جی، وہ سر جھکانے جھکانے بولی۔"  
 "کہاں ہیں وہ؟" میں نے بدحواسی سے پوچھا۔  
 "وہ مجھے زمان خانے کی طرف ہیں۔"  
 اُس کے جواب سے مجھے احساس ہوا کہ کھانا بچہ کی بات تھی۔ مجھے خاموش دیکھ کے وہ شائستگی سے بولی، "اور انھوں نے کہا کہ وہ آپ کی منتظر ہیں۔"  
 میری جھٹکی نہیں آئی کہ کیا جواب دوں۔ اب وہ دونوں مجھ سے کون سی بات کرنا چاہتی ہیں۔ ایک بات کے سوا کیا بات ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بات ہو۔ انکار میں مناسب نہیں تھا اور یقیناً میرے دل کی کسی گتے میں انھیں دیکھ کر کھینچا تھا۔ رات ان کی بس ایک جھلک دیکھی تھی۔ اب تو وہ بہت خوش ہو گئی تھی۔ اچھی سے بچے کو اب عالم آباء کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا مگر وہ کیوں زحمت فرمائیں، میں خود حاضر ہو جاؤں گا۔  
 وہ کھڑی اپنے دوپٹے کا پتہ پتہ چڑھ کر اور دی آواز میں بولی۔  
 "ابھی پیچھے گئے۔"

"ابھی میں نے غریب سے کہا، یا انھوں نے ابھی کے لیے کہا ہے؟"  
 "جی نہیں، وہ تیزی سے بولی، "مگر وہ بہت مشتاق ہیں۔"  
 "بہتر ہے۔ میں نے فیہر اعتباری طور پر کہہ دیا۔ اُس نے سہلی بار بار اٹھا کے مجھے محل کی طرف انھوں سے دیکھا، اس کا چہرہ بھی مجھے کچھ اور روشن ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا، اسی سے چھوٹے نواب کے بارے میں کچھ پوچھوں لیکن میں چپ ہی رہا۔ اُس نے مجھے ایک جانب پہننے کا اشارہ کیا تھا۔ دستہ پرستہ دو قہیں تھا۔ گلاب کے بیروں کی خوشبو سے تر گرد ایک ہال سا بنا یا ہوا تھا۔ دالان میں آگے بڑھنے کے لیے تین شعلیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس چلنے میں اُن کے سامنے جاتے ہوئے چھائیں لگ رہی تھیں۔ انھوں نے پہلی بار زہرا میں مجھے کون سے اچھے حال میں دیکھی تھیں۔ کل ایک تو میں ان کی حریف کا قیدی رہی تھا۔ دالان سے گزر کر وہ چند غم و مریجی جیسی ایک راہدار میں آگئی۔ آگے جا کے جانے کیوں میری گھبرائے لگے۔ ہیر لہروں زناں خانے میں جانا بے محل تو نہیں ہے، بڑے نواب نے رات میں کھلی مبارزت دے

دی تھی اور رات وہ مجھے اپنے ساتھ زمان خانے میں لے بھی گیا تھا لیکن اُس وقت کی بات اور تھی اور یہاں تھی محض میں نے بھی پوچھا ہے۔ سوچا، غلام کو کون کر دوں، پھر کسی وقت جاؤں گا مگر وہ کتنی ہوئی وہیں راہ داری کے وسط میں ہے ہوئے ایک زینے میں تر گئی۔ میں نے جھجکے دموں سے اُس کی پیروی کی۔ وہ بار بار مڑنے پہنچے دیکھتی تھی کہ میں کہیں راستے میں سے نہ پھٹ پڑاؤں۔ اُس کی رفتار سے اضطراب صاف نمایاں تھا۔ چند ریڑھیوں کا زینہ لڑکے کے ہم چلے منزل پر تھے۔ یہ زمان خانے کی کاہنہ خانہ دیکھنے کے بعد وہ ایک کمرے میں پہنچی گئی۔ یہ ایک روشن اور مختصر نشست گاہ تھی۔ فرش پر تالیں بچھا ہوا تھا۔ ایک جانب تخت پر لگاؤ تھے اور دیکھنے کے لیے ادھر ادھر دیواروں کے ساتھ گدے لگے تھے۔ غلام نے فوراً سیمے میں دوں پہنچنے کی درخواست کی اور بولی کہ وہ اٹھنا کر کے ابھی آتی ہے۔ اُس کے چہرے پر کھسی لپٹی جیڑاں جیڑاں سادگی عکاس کر رہی تھی کہیں دیکھنے پر ہیٹ ہیٹ کی طرح لگے تھے اُس کی آنکھیں بھی کھٹی قہیں میں پیاں آؤ گی تھیں میری لڑکی کوٹ جانے کو کرتا رہا۔ ابھی غلام کو گئے ہوئے چند منٹ سے زیادہ نہ ہوئے ہوں گے کہ دروازے سے اُن کی آنکھیں سنا دیں۔ میری سانس بند ہوئے۔ اُن کے آنے سے پہلے میں اپنی نشست سے کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں۔ میری آنکھوں میں ایک ٹانے کے لیے دھند چھا گئی۔ میں دن کی روشنی میں انھیں پہلے بار دیکھ رہا تھا۔ دن کی روشنی میں رنگ ایسے نمایاں ہو جاتے ہیں مجھے اس کا اندازہ شاید پہلے بھی آتا نہیں ہوا تھا۔ سرخ اور سفید رنگ ان کے چہروں سے اُن سارے تھا۔ شبانی رنگ کی سیے شامیں چوٹی پر تھیں۔ اُن کے نقش و نگار بھی میری آنکھوں کی پہلے اتنے روشن نہیں تھے۔ دونوں سادہ لباس پہنے ہوئے تھیں۔ دودھیا آؤڑا یا جامہ بند گلوں کے کپڑے تل گلوں جیسے دوپٹے بھی ان کے کمرے لگے تھے۔ اُس رات بھی دونوں ایک ہی خزانہ کا لباس پہنے ہوئے تھیں۔ وہ کوئی پہلی مرتبہ میرے سامنے نہیں آئی تھیں لیکن مجھے لگ رہا ہی رہا تھا۔ دونوں کو ساچنے میں ڈھالنا تھا۔ اُن کی ہانگ اندامی اور تروتازگی دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ اُن کی جگہ ابھی آسمان سے زمین پر گرتی ہیں۔ اُن کے آداب کے جواب میں اُن نے جو بات کی تھی سلام کیا۔ وہ میرے سامنے کی دروازے کے ساتھ کھجے ہوئے گدے پر خاص انداز سے بیٹھ گئیں۔ اُن کے لباس کی جھڑکی میں نگو کرے میں پھیل گئی تھی۔ میں نے کئی آنکھوں سے انھیں دیکھنے کی

پریشانی دیکھی اُن کی طرف نظر ہر کے دیکھا نہیں جاتا تھا۔ ہم آپ سے کھنکھرائیں کہ آپ نے یہاں آنے کی نیت کی؟ چھوٹے نواب کی جگہ میں جھنجھائی آواز میں نے کی کو شش کی۔  
 مجھ سے کوئی جواب نہ آیا میں ہنستا ہنستا رہ گیا۔  
 "میں نہیں یقین نہیں تھا کہ ہم دوبارہ کبھی آپ سے مل سکیں گے۔"  
 "اچھے میں بولی، لیکن ہماری تمنا تھی کہ ہم۔۔۔ وہ آگے بکھر کر کہہ سکی۔  
 "آپ کیسی ہیں؟" میں نے پرسش کرنا لگا۔  
 "میرا کیا؟" وہ انداز میں انداز سے بولی، "میرے زندگی میں کبھی ایسا سکون، ایسا تسکین نہ دیکھا تھا۔ سب آپ کا دوا ہوا ہے۔ ہم آپ کا کس طرح اکبر غفلت میں۔۔۔"  
 "نہیں، نہیں،" میں نے حواس باختگی سے کہا، "آپ کچھ نہ کہیے۔ ازراہ نوازش اب آپ کچھ نہ کہیے۔ رات بڑے نواب صاحب ہی بہت کچھ کہہ چکے ہیں۔"  
 "میں انداز ہے۔ انھوں نے کمرے میں اپنے آپ کو کھینچا۔  
 "وہاں میں بھی آپ کے سامنے آنے کی نیت نہیں ہو رہی تھی لیکن چرنا دہرے میں آپ کو کبھی صاف نہیں کر سکتے تھے۔"

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ خاں کا قلم تبغ برہمنہ پر جاتا ہے

آئندہ افسانے میں  
 نواب صاحب کی  
 قہر کی کہانی  
 سکھانے کے لئے  
 کی تحریریں ہوں گے

کتاب کی قیمت بذر بیہوشی ڈرافٹ،  
 منی آرڈر یا کراسڈ چیک ارسال فرمائیں  
 قیمت 100/- روپے | ڈاک خرچ 23/- روپے

74200 73 پوسٹ بکس  
 5805352-5805313 فون  
 labia1978@yahoo.com  
 11263 C

کتابیات پبلی کیشنز

"ہم نے آپ سے پہلے کہا تھا میں نے زہرا کہا ہے میرا ہے نکل کر سیدھے خانہ قلم ہی سے یہاں گئے۔ روکشش کی گئی کہ انھیں یہاں آنے پر تیار نہ کریں گے۔۔۔"  
 "میں یقین آگیا تھا۔" وہ انداز میں سے بولی، "یقیناً مجھے ہمارے اعتبار میں بڑا تو ہم ایک کے کی تاخیر کرتے اور ہمارے اختیار میں بڑا تو ہم کبھی ایسا کرتے بھی نہیں یہاں مختصر شاپ کی موجودی کا علم ہونے پر سب آپ کی خدمت میں یوں پہنچاؤں گے لے کے حاضر ہو جاتے۔ آپ کہاں سے آنے کے لیے۔۔۔ پہلے مسٹر اپنی جیسے کوششیں کر رہے۔ جب ہم نے آپ کی کھولنے والے خادموں سے رابطہ قائم کیا اور انھیں ایک کے کی غفلت کے لیے انعام و اکرام یا بولی کہیں کہ روت کی پیش کش بھی کی گئی تھی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ آخر ہم نے زندگی میں پہلی مرتبہ ایک جرات کی۔ ہم دونوں نے جہاں ان کے پاس ہائے آپ آؤ گی۔ آپ نے بڑے نواب صاحب کو بتایا تھا کہ آپ آ رہے ہیں۔  
 "پاس آئی ہیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔  
 "نہیں، ہم ان سے بد حرف کس طرح کر سکتے تھے۔  
 "مگر کے مردوں کے معاملات میں زمان خانے کی کئی قانون

کتابیات پبلی کیشنز

کتاب کی قیمت بذر بیہوشی ڈرافٹ،  
 منی آرڈر یا کراسڈ چیک ارسال فرمائیں  
 قیمت 100/- روپے | ڈاک خرچ 23/- روپے

74200 73 پوسٹ بکس  
 5805352-5805313 فون  
 labia1978@yahoo.com  
 11263 C

کتابیات پبلی کیشنز



دینے کی ہم نہیں ہے لیکن ہم نے یہ رسم توڑ ڈالی۔ ہمیں ڈر تھا کہ  
جہاں جہاں ہماری اس گشتی پر بہت سہم ہوں گے۔ ہم اشارہ  
ہی ان سے آپ کا ذکر کر سکتے تھے۔ وہ ہماری زبان پر آپ کا ذکر  
سُن کر بہت جبران ہوئے۔ یقیناً انھیں فخر بھی آیا ہوگا۔ ہماری توقع  
کے خوف انھوں نے بہت برداشت کا ثبوت دیا۔ انھوں نے بہت  
بے نہیں چنچا کہ آپ دونوں کے شعلوں کس نے ہم سے فخر کی ہے۔  
غالباً اس لیے کہ اسنے ملازموں کی موجودگی میں کوئی بھی ان کے  
خیال میں کوئی بھی ہمارے کان بھر سکتا تھا۔ وہ یہ تصور بھی نہیں کر  
سکتے تھے کہ ہم آپ کو اپنی دلچسپی قائم کر سکتے ہیں اور اگر خدا خواست نہیں  
اس کا علم ہو جاتا تو ہم ایک ماس دیبا میں نہ ہوتے۔

”آپ کو نہیں آیا تھا یہ تھا میری آواز اور حرف رہی تھی۔ وہ  
غلط نہیں کہہ رہی تھی۔ یہ سُن کر تو آپ کو اپنی بھی اتنا پسند نہ فیصلہ کر  
سکتا تھا اس وقت اس کا کہیں یہ علم تھا۔

”آپ جیسے ہیں، ہم نے خود نہیں کیا ہوگا یا وہ سماوی  
لیج میں لہی نہ ہمارے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں تھا مگر ہم ایک  
آخری حق کے طور پر آپ کے پاس آئے تھے۔ ہمارے پاس کوئی  
اور راستہ نہیں تھا۔ جہاں جہاں آپ تک ہو کر جو شعل کرنے میں کام  
ہو گئے تھے۔ ہم نے سوچا کہ ایک بار ہم اپنا دامن پھیلا کر دیکھیں  
شاید ہماری بات کا زیادہ اثر ہو۔ شاید ہماری التجا اور لگاؤ نہ ملے۔  
ہم نے بہت شور کیا تھا اور آخر ہم اور ہمیں کسی نتیجے پر پہنچے کہیں  
یہ کوشش بھی کر کے دیکھ لینا چاہیے۔

”آپ نے براہِ وصل کیا تھا لیکن آپ کے آنے وقت میں ہی  
میں نے دیسے لیسے میں کہا۔ آپ پہلے ہی اچھے صحت صورت حال سمجھ چکے  
تھے۔ بڑے نواب کی بات ہم تک متعلق ہوئے کوئی کسر نہیں لگتی  
تھی اور انھوں نے پہلے ہم سے نرم رویہ ہی اختیار کیا تھا۔ ہم نے اس  
صاف کر دیا تھا کہ اس وقت تک ہم کوئی وعدہ نہیں کر سکتے جب تک  
خام آبی سے مل نہیں آسکتی آپ کو بھی کسی طرح معلوم ہو جاتا کہ ہمارے  
پاس جواب ہی کہنے کے لیے صرف یہی ہے کچھ اور نہیں ہے۔ پھر آپ  
کو ہم تک پہنچنے کی اذیت نہ اٹھانی پڑی۔ آپ کے سامنے میں بھی اپنے  
انکار سے بہت ڈکھ ہوا تھا۔ ہم اپنی ہر سہی کا احساس اور سوا ہو گیا تھا  
اور وہ واقعی گریز سے نواب صاحب کو علم ہو جاتا تو۔۔۔

”ہمیں اس برصرت سے انھوں نے ہماری لب کشائی اور  
کیسے کر دی۔ ہمیں سزا کر دی تھی سنا۔ انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا  
ہماری درخواست میں کمر ہوا کہ وہ گئے ہیں محسوس ہو گیا تھا کہ وہ

زادہ اور وہ اور شکستہ ہو گئے ہیں۔ ہم جیسے ہیں، ان کے لیے یہ کوئی  
خوش گوار بات مرگز نہ ہوگی کہ وہ یہ تصور کر دیں کہ ان کے زندان میں  
اسیر ہیں۔ ایک بار غلط فیصلہ کرنے کے بعد آپ کی رہائی میں سے کچھ  
اڑا ہو سکتا تھا۔ وہ ان اصرار کرتے رہے۔ اس طرح انھوں نے ہم  
آپ ہی پر ستم نہیں کیا۔ اپنے آپ پر بھی کیا۔ ہماری جلی انداز ہی پر  
آزادی پٹھانی کے اسی احساس کے سبب تھی۔ وہ باوجود آپ کے غم  
نہیں ہوتے تھے۔ یقیناً ان کے ذہن میں آزادی کی حق و باقی تھی  
کہ آخر کبھی تو کسی طور تو آپ کا وہاں پہنچے گا۔ ہم ان سے نہیں کہہ سکتے  
کہ ہم آپ مل کے، آپ کو کچھ کہے آئے ہیں۔ انھیں اپنی جان سے  
زیادہ اپنی دوش عزیز ہے وہ لوگ دوسرے ہیں۔ کاش ہم انھیں زیادہ  
کر سکتے۔

یہ کہتے ہوئے چھوٹے نواب کی بگڑ گئی آرا کی آواز نہ سنا  
گئی تھی، اس کا چہرہ کچھ اور سرخ ہو گیا تھا۔ اس کے لیسے میں پہلے کوئی  
بھجک اور شکست تھی تو اب بڑی مدد تک ٹھہراؤ آگیا تھا اور آخری  
میں مجھے بھی اپنے حواس یک جا کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس نے ایک  
لمحے طے کر کے جلیں ملائی انھوں سے پہلے میری جانب دیکھا۔ میرے  
قرب پہنچی ہوئی تھیں کہ جانب میں آگیا۔ مجھے اپنے منہ سے یہ معلوم ہوا  
تھا۔ برصرتیں بظاہر کسی صورت کی طرح غامض تھیں جی لیکن اس کی  
انھیں غامض نہیں تھیں۔ اس کے چہرے پر سرتے ہاتھ رنگ دیل  
رہے تھے۔ کتنی بار یہ اختیار میری اس کی نگاہیں چار چوٹی تھیں کہ  
ہر بار اس کی پکیلیں سخت تر آگئی تھیں۔ اس نے درمیان میں کہہ دی  
تھیں دیا تھا لیکن اس کا خطاب آمیز انداز اس کا سننا ہر طرازی  
بتا رہا تھا کہ گیتی کی آوازیں اس کی آواز میں شامل ہے۔ اور کہیں گیتی  
سے کوئی کوتاہی ہوگی تو وہ فوراً دم دے گی۔ کئی اعتبار سے، وہ  
ایک دوسرے کا مکمل معلوم ہو گئی تھیں۔ غمروں میں بھی میں ہند  
کا فرق ہوگا۔ ان کے پاس اس وقت برداشت کی یکساں ایک دوسر  
سے گہری رفاقت کی شاہد تھی۔ میں بھی تھم جاؤں کے علاوہ رشتے  
میں وہ ایک دوسرے کی نہیں تھیں۔

”ہم کبھی نہ کر سکتے۔ ایک لمحے کے تحمل کے بعد چھوٹے نواب  
کی گیم ہوئی۔ یہ بولی نہ اور مل کر تہہ بہ تہہ میں ہمال اس حویلی میں اپنی  
بے پاداری کی کوششیں کا اندازہ ہوا۔ برصرتیں بار بار میں کوئی قسم کہ  
گیتی خدا کے لیے کوئی تہہ نہ کرے گا۔ ان کو بول بہت بھر پور ہے مگر  
ہم کیا کر سکتے تھے۔ ایک ہی صورت تھی کہ ہم اپنے جہاں شکت نہ کر  
سب کچھ بتا دیں، جہاں جہاں کے لیے ان کی بات درکار ہو سکتی ہو

گاہیکیں برصرتیں نے ہمیں منع کر دیا۔ واقعی جہاں جہاں پھر نہیں کہیں  
مصلحت نہ کرے۔ ہمیں یہ بھی فخر تھا کہ اس غم اور غم سے وہ آپ کے  
شعل کوئی جونی فیصلہ نہ کریں۔ میں ہم آپ کے لیے دعا میں کہتے  
رہے۔ گوان پر سے ہمارا یقین اٹھ گیا تھا لیکن ایک ہی بار ہمارے  
پاس تھا۔ برصرتیں ابتدا ہی سے بہت حساس اور ناگوار تھیں۔ برصرتیں  
کا دل پھول کی طرح مڑھا جاتا ہے۔ پھول کی طرح کھل اٹھتا ہے۔ میں  
معلوم ہے۔ اس رات کے بعد انھیں کسی پل بند نہیں آتی تھیں نے  
بے چینی سے برصرتیں کی جانب دیکھا تو اس کا چہرہ گھبرا ہوا گیا اور اس  
کی پکیلیں جیسے چھلک چھلک پڑیں۔ میری آنکھیں بھی اٹھنے  
لگیں اور ایک لمحے کے لیے میرا تمام جسم سس سا ہوا۔

”یہ ہی سے کچھ کہہ گئی ہیں۔“ چھوٹے نواب کی گیم بولی نہیں  
سے ہم دونوں تقریباً سا تہہ ہی رہے ہیں۔ یہ سامنے نہیں ہیں۔ آپ  
دونوں کے لیے یہ مجھے اس طرح یقین کرتی تھیں جیسے آپ کے پاس  
صرف یہی گئی تھیں۔ جیسے ہم نے آپ کو نہیں دیکھا تھا اور آپ کا کچھ  
محسوس نہیں کیا تھا۔ یہ ہم سے کتنی تھیں، یقیناً اندازاً سنا ان لوگوں  
کے ساتھ کچھ ہو گیا تو ہمیں کبھی سکون نہیں ملے گا۔ یہ میں جانتی تھیں کہ  
ہم کمن گلوں سے مل کر آئے ہیں۔ جو حویلی ان کے لیے قید خانہ بنی ہوئی  
ہے، وہ اسی حویلی کی دونوں جوان خانوں کا انھوں نے کیسا احترام کیا تھا  
ابھی آپ کہہ رہے تھے کہ میں آپ کے پاس نہیں آتا یا یہ تھا جی  
جانتے ہیں کہ ہمارے لیے یہ فیصلہ کرنا کتنی محظوظ ہو گئے تھے۔ میں  
تھا۔ آپ کے شعلوں بہت بہت ڈر لائی تھیں گئی تھیں۔ آپ  
کی سرکشی اور شوریدہ مری کی ایسی تصویر ہمارے سامنے پیش کی گئی  
تھی کہ میں ایسا اندازہ نہیں کرنا چاہتے تھا۔ ہمیں اس کے سنگین ناک کا  
کچھ طرح احساس تھا لیکن ہمارا تو کھر بل رہا تھا اور میں ایک طرف  
اپنے آپ پر اعتراض تھا۔ اپنے مددگار برصرتیں تو دوسری طرف ایک بے  
پلو بھی ہیں طرازی دیتا تھا کہ بہر حال آپ آدمی ہیں تو آدمی کی  
بات تو ہی رہی نہ تھی۔ جو شفت پرست سے مختلف تو آپ نہیں  
جئے ہوں گے۔ مگر تو آپ کا بھی ہوگا اور ہم اپنے شعلوں جی، ہم آپ  
کو تائیں کہ ہم اپنے ساتھ خیر سے گئے تھے۔ آپ کے لیے نہیں ا  
اپنے لیے کہ بہ صبرت دیگر میں اپنے نگاہ کا کتہہ اور کرنے میں دیر  
نہ گزرتی تھی۔ ہم اپنا سب کچھ ترک کر کے، اپنی ساری کشتیاں چلا  
کے آپ کے پاس پہنچے۔ ہمیں یاد ہے کہ ہم نے آپ کے کیا کیا تھا۔ ہم نے  
کما تھا، ہم بہر حال، بہر نسبت میں خاتم سے رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔  
خود و خود ہر کے علاوہ بے شک وہ حتمت ہم بھی ہو سکتے تھے۔ ہم اپنے

شوہر کے لیے اور ہمیں اپنے جانی کے لیے ریت ادا کر رہے  
آباد تھے۔ کیا ہم اتنا نہیں جانتے تھے کہ وہ اپنی زندگی اپنی  
پر تھے متعلق ہو سکتے ہیں۔ ہمیں سامنے دیکھ کر ان کے غضب کا  
کیا عالم ہو سکتا ہے؟

میں بے حس و حرکت رہا۔ اسے تک اہلہ اسے جھڑپ  
سی لگتی اور وہ گہری سانس بھرے ہوئی۔ ہم اپنا پس آگئے تھے  
لیکن ہمیں ایک تلبی اطمینان ہل تھا کہ ہم ان میں تمام کر کے  
آئے ہیں اور ہمارے دامن، ہمارے آنچل پر کسی کودہ لگاوا لائی  
نکلتی نہیں ہے۔ برصرتیں بار بار میں ہی سبب لڑائی تھیں۔ اب  
کی تجارت اور ٹکڑا کر کے یہی تالے دیتی تھیں۔ برصرتیں کو معلوم تھا  
کہ ہماری حالت ان سے مختلف نہیں ہے۔ اگر ان کی فرق ہے تو آزاد  
ہمارا بیڑا اپنے غم چھپاتے ہیں کہ نہ درکار ہوگا۔ برصرتیں میں  
شاید ابھی یہ حوصلہ نہیں۔

اس نے اپنے سر سے اٹھایا ہوا دو بونٹ لپک کر۔ میں نے  
اُسے نہیں ٹوکا کہ اب جیتا ہوا ڈالنے سے کیا حاصل ہے۔ بہتر ہے  
اسے کوئی بڑا خوب سمجھ کر ہوا دیا جائے۔ اس رات بہت گھٹ  
ہوئی ہے گھرا بی نہیں تھا۔ مجھے اس کی زبانی یہ سُن کے کچھ اٹھا  
ہی لگ رہا تھا۔ راج میں کتنی مرنے والے آئے۔ آگ کا پا با لیکن وہاں  
کے خاموش رو کر پھر اس کے پاس سے گورہ بھیجا کہ ہے۔ نہ میں نے  
اُس سے کہا کہ میں اس سے اپنا زون کھانے کی خدمت میں جاتی ہوں  
تو ہم بھی جانے لگے جو حویلی کی سزا خاتون نے نہ ہی بڑی جیوگی کے  
عالم میں ہمارے پاس آئے کا قہقہہ ہوگا۔ مجھے راج کا میرے لیے  
دینے سے اس کے اٹھتے ہوئے اندیشہ کوئی نہ نہ رہا ہے۔ یہ سُن کر  
ہاتھ کرتے ہوئے اور دل کش ہوتے ہیں۔ اس کی آواز کے ساتھ  
میں بھی ایک شعل کی لگتی تھی۔ آدمی سنا ہے تو کھائے۔ جوتے  
پھول جھڑپنے کی تشبیہ لوگوں نے یوں ہی نہیں لڑائی ہوگی لے  
ان کے سامنے بیٹھے ہوئے۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اچھی خواہ  
دیر پہلے میں جھڑپ کے پاس سے پھیلا جوا بیا دیکھ رہا تھا۔  
آدمی بھی تو پھولوں اور پتھروں کی طرح ہوتے ہیں اور کچھ وقت کا  
محبوب بھاؤں کی بات بھی ہوتی ہے۔ اُس رات بھی زندان میں ہی  
آئی تھیں مگر اس رات مجھے اُن کی شاعری اور ان کی زبانی کا آسا  
احساس نہیں ہوا تھا۔ چھوٹے نواب کی گیم کے ملاقات حویلی کی  
جنت میں جوتے دارم سے نہیں گزرا ہوگا۔ وہ تو ہمارے ہی خوب گم  
آئی تھی اور ہم تو ہر سے آگاہ ہے۔ تحمل سے آگاہ اور ہم دفاتر



سے زیادہ اپنی ہلکتے جہیل میں کڑوں کے سوا ہر بھی کوئی استاد نہیں تھا۔ ہم ان میں لمبے نہیں کھڑے تھے، مجھے شہرہ سار کے بعد جیسے کہتے تھے کہ آج ہے گھنٹوں کو آنا تھا۔ اس کی آواز بھانے خود ایک سادہ جھانپے رہا رہتا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی بات نہیں تھی۔ بناوٹ میں شاید کسی روایتی زبانی ہر دم بیزار تھیں۔ یہ تھا جانا تھا کہ آگے اس کے بولوں کی کیا کیا ہوتا ہے، کسی کسی میرا نیا سناتے والے ایسے ہوں تو کوئی کہ خود پر مینا ہوا بھی کتنا عجیب معلوم ہوتا ہے۔

”وہ جب غلاموں کی زبانی میں اطلاع ملی کہ آپ جہانی بھائی کو بندوق کی زیر قوری سے لے گئے ہیں تو ہم سناٹے میں اٹھ گئے۔ دوسرے ہی لمحے ہم نے اپنے سر سے کوئی بوجھ اُترا ہوا ہاتھوں پر کیا۔ یہاں غلاموں میں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ ہر شخص کی نگاہیں مجھ پر مرکوز ہو گئی تھیں۔ ہمیں طرح طرح کے مشورے دیے جا رہے تھے۔ ہم سے کہا گیا کہ ہم فوراً اپنے جہانی مشقت جنگ سے رابطہ قائم کریں اور کہا گیا کہ مسخ غلاموں کو تھک کر رکھ دیا جائے۔ گو آپ نے انہیں تسلیم کر دیا تھا کہ کسی نے کوئی غلطی کی تو آپ جہانی بھائی۔۔۔ اس کی زبان اچھٹ گئی اور بولی اگر چہری سے جاتے وقت نہیں تو قوری سے آپ کے نکل جانے کے بعد ہم مشقت جہانی کو فون کر سکتے تھے یا کسی کو بھی مگر ہم نے نہیں کیا۔ ہر جیسے بھی منع کیا۔ ہمیں معلوم تھا کہ جہانی بھائی کسی باتوں میں جیسا اس لیے نہیں تھا کہ وہاں ہاں بانی۔

”آپ کو یقین تھا؟ میں نے بھی یقین کیا۔“ ہاں، ہمیں اپنی طرح معلوم تھا۔ شاید غریب مردوں سے زیادہ نگاہ شناس ہوئی تھی۔ ہم نے آپ کو دیکھا تھا اور ہم خود جانے گواہ تھے۔ ان کے ہاتھ کے بعد ہمیں مشقت سے احساس ہوا کہ آپ نے ہم سے کیسا غمزدار سلوک کیا تھا۔ ہمیں بھی تو آپ پر محال بنا سکتے تھے۔ جہانی بھائی کے مقابلے میں یہ نسبتاً آسان تھا۔ ہمیں شاید اپنا فخر دکھانے کی کبھی مصلحت نہ تھی۔ اس طرح آپ کو کچھ اور پستل یہاں سے نکالتی تھی۔ لیکن کیسے؟ ہمیں ذرا بھی آٹھوٹ نہیں تھی اور ہم اور ہمیں جہانی بھائی کی جلد از جلد ایسی کے منتظر تھے اور ہمیں یہاں حویلی کے حواس باشعور کیوں کو قابو میں رکھنے میں بہت دشواری ہو رہی تھی۔ وہیں مسل کوک رہے تھے۔ ہم انہیں اپنے لیٹان کا کوئی جواز پیش نہیں کر پا رہے تھے۔ ہر حال زیادہ دیر نہیں گئی کہ ہمیں جہانی بھائی کی واپسی کی خوش خبری سنائی گئی اور بتایا گیا کہ انہیں کوئی گزند نہیں پہنچا۔ یہ سن کے ہمیں ایسا محسوس ہوا جیسے ہم حویلی کے پڑھانے والے کچھوں کو سکھانا سننے شروع ہو چکے ہیں، جیسے جہانی بھائی

ہماری سفارش پر واپس آئے ہوں اور آپ نے ہمارے سر پر جھلکا ہوا اس وقت جہانی بھائی کے سامنے ہمارا جانا مناسب نہیں تھا کیونکہ مسلسل ٹوہ میں گئے رہے کہ واپس کے بعد وہ آپ کے خوف کی قدر اٹھاتے ہیں۔ ہمارے بعض غلاموں نے اس موقع پر مجھے سے مرادنی کی کہ ہماری برابرت پر مٹی فون کا مسلہ ناکارہ کر دیا۔ ہم نے یہ بات انہیں بوجھ دی تھی۔ حویلی میں تیز رفتار سواریاں ہمہ وقت موجود رہتی ہیں لیکن ان میں اور مٹی فون کے رابطے میں بڑا فرق ہے۔ ہماری کڑوں غلطی کر آپ یہاں سے جتنی دور ہو سکتے ہیں، ہوا جیوں اور ہم نے طے کر لیا تھا کہ جہانی بھائی نے مشقت جہانی سے آپ کے سینے میں کوئی بات کی تو ہمیں آخر ہمارا کھولنی پڑے گی۔ گو جہانی بھائی کے متعلق میں ہماری اچھا کی زبانی کا کم ہی امکان تھا لیکن ہم نے طے کر لیا تھا کہ ہم مشقت جہانی کو سن کر دیں گے۔ ہاں یہ ہماری اس جرات پر وہ کہتے ہیں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مگر ہے، ہمیں یہ سب کچھ نہیں کیا۔ واپس آئے جہانی بھائی بہت دل گرفتہ تھے۔ اس بات میں ان کی ایک ہی جھلک دیکھنے کو ملتی تھی لیکن ہم مطمئن ہو گئے تھے کہ ان کے چہرے پر چھایا ہوا غبار غرض و عدا کا نہیں ہے، یہ شاید ان کی شہرہ کا سہ ہے۔

میری محسوس نظر کا اٹھی بڑی ہوئی تھیں۔ اتنے میں دو فارما میں شانوں پر پشت اٹھائے بے آواز دھڑکن سے اندر داخل ہو گئے۔ میرے ساتھ وہ دونوں بھی چوک سی گئیں۔ غلاموں نے دونوں کو جھکے مشقت چھوٹی بیزول پر کو دیکھ، دھکل ہوئی ریشم جالیوں میں پاندی کے برتن جگ رہے تھے۔ ہر جیس نے غلام کے کان میں چپکے سے کہہ دیا کہ قوری غیبت ہی ہوگی، اچھا کی ہوئی باہر چلی گئی اور کسی تاخیر کے بغیر مسیعی اور ہاتھ دھوئے کا آقا پرے ہوئے چھوٹی سانسوں سے کمرے میں واپس آئی۔ جیسے نے غراں پوش رہا وہاں مشقت میں جانے کے علاوہ قابو اور غصوں میں مختلف چیزیں بھی ہوئی تھیں۔ وہی غلام جو مجھے یہاں لائی تھی ہر جیس کے اشارے پر آقا پر انہوں میں آٹھانے میری طرف بڑھی، میں گھبرا گیا اور نہ جانے ہوئے بھی میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیے ہیں ان سے کہنا چاہتا تھا کہ اس وقت کسی چیز کی خواہش نہیں ہے لیکن میری زبان لنگ ہو گئی تھی۔ دوسری غلام نے تو میری طرف بڑھا دی اور مجھے ہی میں نے ہاتھ شک کیے۔ انہوں نے پہلی ہی سانس سے بڑی میرے لیے حرف چائے میں نے دے دیے۔

”مگر آپ نے تو ابھی ہاتھ ہی نہیں کیا ہے۔“ ہر جیس کھنکھاتی آواز میں پہلی بار مجھ سے مخاطب ہوئی۔

”جی ہاں، میں نے سٹ پائے ہوئے کہا۔“ وہ میں اور ہر جیس دو گوں کے ساتھ کڑوں کا۔ آپ نے بہت زحمت کی۔“ شہرہ نے کھنکھاتی میری زبان سے ادا دے دیا۔

”اُس نے کتنی کی طرف پریشان نظروں سے دیکھا۔“ گیتی باہیت سے کہنے لگی۔ ہر جیس نے اس کی طرح کہیں کر کہیں اس میں زبانی سے کیسی سرت جوری ہے۔ ہماری اچھا ہے کہ آپ کوئی تکلف نہ کریں؟“ میں سوچتا رہ گیا کہ کیا کون جیتی ہے مجھ سے کچھ اور قریب ہو جائے گا۔ خود انہوں نے بھی میرے اور اپنے درمیان فاصلہ کر لیا تھا۔ غلاموں نے ہمارے رخ میں نہیں دیکھ دی۔ غلاموں سے اتنا اگلیں صحاب اٹھ رہی تھی لیکن مجھے ان کے ساتھ اس طرح آنے سامنے دھکے کھاتے ہوئے مجھے عجیب سا دکھ ہوا تھا۔ ان کے اتنے قریب ہو جانے پر ان کے لباس میں پسینے ہوئی ہوئی تھی اور قریب ہو گئی تھی۔ ہر جیس کی مرمری کلائیوں میں غلامی چلا جگا رہی تھیں۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اس کی کلائیوں زیادہ قریب ہیں یا سونے کی جوڑیاں۔ سونا اس کے شہابی رنگ سے کچھ بھید کاٹ رہا تھا۔ میں اپنا رخ مسکرتے سوچ رہا تھا کہ ایسے دن کون سے خط مناسب ہوتے ہیں۔ غصوں کی کتنی کرلیں میرے ذہن میں جیتی تھیں اور مشتعل ہو جاتی تھیں۔ ہر جیس نے مشتعل ہاں میرے اور اپنے سامنے سہانے میں کوئی وقت نہیں کیا۔ اب آپ کوئی تکلف نہیں کریں گے؟ گیتی نے مجھ سے کہا۔ اُس کے لیے میں عاجزی میں بھی جھک گیا تھا۔ ”تو یہ تو بہت سادہ سا مان ہے۔“ میں نے بھلا سے بولے کہ ”لیجیو، کچھ نہیں ہے۔“ گیتی نے جی بلیے میں کہا۔ ہم نے پسے ہنسی اٹھائی کہ آپ نے کہ تکلف کا شہرہ تک نہ ہو؟

میں نے جھکے کی بیہوش سے غمزدار سادہ جہانی مشقت میں ڈال لیا۔ میرے منہ کرنے کے باوجود گیتی نے اپنے ہاتھ سے اُسے دھکا کر دیا۔ میری انگلیاں مسطوری تھیں۔ ہر جیس کا ایک کھڑا ٹوہ کے پسے سے پھوٹتا تھا تو وہ حق میں اگلیاں گیتی کو شاید کچھ احساس ہو گیا تھا۔ وہ میری توجہ پڑانے کے لیے جھنکی آواز میں بولی۔ میں نے سب کچھ غلاب سامع ہو رہا ہے۔ ہم آپ کو کیسے بتائیں کہ ہم اس ماحول کے کتنے ہی جیسے سے منتظر تھے۔ کبھی آپ ہمیں زندان سے اہر بھی ملیں۔ خدا جانتا ہے۔ ہم کہنے آرزو مند تھے کہ کسی ایسے حالات

ہو جائے تو ہم آپ کی خدمت میں اپنے چند بات ماس پیش کر سکیں یا اپنی خدمتوں کا اہلدار کر سکیں۔ ہر جیس ہم سے کئی تھیں، گیتی ہمارا دل کتا ہے۔ ان لوگوں سے ضرور ملاقات ہوگی۔ ہمیں بھی خوش گمانی ہوئی تھی۔

”آپ کو کچھ ایسی امید تھی کہ ہم، ہم۔۔۔“

”سب کچھ تو ہمارے سامنے تھا۔“ اس نے رومال اپنے ہاتھ سے مس کیا اور کھینکے لیے میں بولی۔ آپ نے ہم سے کوئی حتمی جواب نہیں کیا تھا اور اس وقت ہم بہت دلیوس ہیں واپس آئے تھے۔ کبھی بعد میں جیسے ہماری آنکھوں سے دھندہ چھٹی گئی اور گرتے سے ہاتھ لیے ہم پر آیا کہ جوتے گئے۔ ہماری دلیوسی اس کی نسبت سے کم ہوئی تھی اور آپ کا سختی وعدہ دہرا کرنا بھی کچھ ہماری ابتدا کا باعث بنا۔ اُس قید و بند کے عالم میں آپ سے کچھ بھی کر سکتے تھے۔ ہمیں یاد تھا کہ آپ کے ساتھ جو بزرگ تھے، انہوں نے ہم سے کیسی شفقت کا راز دیا تھا۔ انہوں نے ہمارا دپٹا اپنی آنکھوں سے لگا لیا تھا اور ہمارے سر پر ہاتھ رکھ کے میں رخصت کیے۔ خدا انہوں نے ہم سے کہا تھا کہ وہ غلام کو آدھہ کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ وہ گوشت خواہ نے بے شمار غلاموں کی موجودی میں اپنی بھانجنا کرم کیا تھا۔ قید کی شدید لذتوں اور داؤد فریاد کا ہر دور واز نہ ہونے کے باوجود ہم کو حاصل آنا تو تھا، جنہوں نے یہ عزت نہیں واپس کر دیا تھا اور جہانی بھائی کو ان کی قسم کا کہی کے جو اس پر تیار تھیں سے نکلنا تھا۔ انہوں نے یہاں حویلی میں کسی کا خون مانے سے اجتناب کیا تھا۔ لاکھ وہ ایسا کر سکتے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں جہانی بندوق تھی اور سامنے کوئی ان کا دوست نہیں تھا۔ انہی غلاموں میں سے کسی نے ان کے ہم بیڈوں سے داغ دیکر کہے تھے۔ ہم نے کیسی سناٹا کو گوں کے سامنے ہم نے دامن چھپایا تھا اور اگلے گم سے کچھ کہہ رہے تھے۔ ان کے قول و قرار ہمیں اعتبار نہ دیا جیسے تھا۔

میرے جسم پر ہاتھ پڑا ہوا تھا۔ وہ دیکھیں کہ میری حویلی میں ”تو آپ کو، آپ کو غلام آئی کی آمد بھی آئید تھی؟ میں نے بے دلا آواز میں پوچھا۔

”ہاں، بڑی دھک لڑی حد تک۔“ وہ بولے کھوٹے لیے میں بولی۔ کوئی شہر نہیں تھا کہ آپ خانم کے پاس رہے ہماری مرضی بڑھ کر مکمل کر دیں گے۔ مگر آپ کا اُن سے کہہ کر غلام خانم کا اہلدار ہونا تو حقیقت باتیں تھیں۔ آپ نے کہا تھا کہ فیصلہ قائم نہ ہو سکتا ہے۔



میں یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ غم فکریں انکار کر دیں، وہ جانے کیا  
 بھیجیں، انھیں کتنے زمانے کی نشانی کے بعد یہ بخت ٹی ہے، وہ  
 اب کوئی غم اندازی کیوں کر بند کر رہی گی۔ غم کی جگہ ہوئے تو  
 میں بھی یہ فیصلہ کر سکتی تھی۔ غم کی جگہ ہوئے تو  
 کے متعلق زیادہ تفصیلات میں نہیں بتاتی تھیں، میں کچھ نہیں سمجھ  
 تھا کہ وہ اپنی نئی زندگی کی کسی نئی دنیا میں بکری ہوئی تھی۔ غم  
 شاید تم غلط کہہ گئے ہیں، وہ چھپائی سے بولی، ہماری سزا و سزا  
 سے ہے کہ وہ اپنی نئی زندگی میں کس تک شام ہو چکی ہیں۔  
 ہمارا دل یہ سوچ سوچ کر لرزے لگتا تھا کہ اگر غم نے انکار کر دیا  
 تو ہم کہاں جائیں گے۔ کسی لمحے اس بندھی تھی، دوسرے لمحے ٹوٹ  
 جاتی تھی۔ ہم سوچتے تھے کہ اگر وہ ہو گئی تو ہر دیر سے ہی بہت ہو  
 تھی۔ جب تک آپ نڈال میں تھے، ہم آپ کی رانی کے لیے  
 حویلی کے خادموں سے انتہائی کر رہے تھے کیوں کہ آپ کی رہائی  
 سے نام کی آمد کی توقع مشروط تھی، آپ کے جانے کے بعد ہمارے  
 سر سے کوئی بوجھ اترتا تھا تو دوسری طرف ہر پرہیز و شست طاری رہی  
 کہ اگر غم نہ ہے۔۔۔ اس کی آواز دلو گئے ہیں، اس نے غم کی  
 فوری خبر دیا، یہ غم اب بھی نہیں رہا تھا جو آپ کے یہاں  
 قید ہوئے پر چھایا ہوا تھا۔ اب کوئی چراغ تو شمع رہا تھا، آپ کے  
 جانے کے بعد میں ایک خواب ناک انتظار سے دوچار ہوا تھا کہ  
 ہمارا فیصلہ کھٹا ہے، ہمارے سامان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آپ  
 کے جانے کی خبر ہوگی اور غم کی صورت میں اتنی جلدی دیکھنے کو  
 مل جائے گی، ایون کوئی کرشمہ ہو جائے گا، وقت ہی گزرا رہا تھا۔  
 ہر روز رات تو آپ یہاں سے گئے تھے اور ہم آپ کے لیے دعا میں  
 کر رہے تھے کہ آپ یہ عافیت جلد سے جلد ریاست سے دور ہو جائیں  
 اور کسی عورت غم کے پاس پہنچ جائیں اور اللہ پاک غم کے دل میں  
 کچھ ڈال دے۔ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ خدا ہر پرہیز نہ رہی  
 ہو جائے گا، ایک ہی دن دربار میں گزرتے کہ غم آج اس کی رات  
 رات جلدی مراویں گے کہ رات تھی، ہم کچھ اور بھی مانگتے تھے۔۔۔  
 کچھ عجز، مگر ہم اس سے زیادہ مانگ بھی کیا کرتے تھے؟  
 دو تین دنوں کے بعد ہاتھ لگ گیا تھا اور میں دم بخود  
 بیٹھا تھا، وہ غامض ہوئی تو ایسا لگا جیسے کہ میں آپ کی چیز  
 کی کوئی ہوگی ہوا اور سب کچھ غم ہو گیا ہو، ستارہ کار ٹوٹ گیا ہو، ہند  
 نے یہ سکتہ سنا رہا اور میرے لئے سترم آواز میں مجھے ٹوکا کہ میں  
 نے ٹوک لیا یہی نہیں ہے، گئی کوئی احساس ہوا اور وہ مجھ کی آواز  
 میں کہا، وہ جس کے لیے کہہ رہی تھی، ساجو میں تو مجھے غلاب سی مٹا

میں بولی، ہم تو بھول ہی گئے، آپ نے ہاتھ کیوں روک لیا ہے۔  
 اب ہم اس وقت تک اپنی زبان بند رکھیں گے جب تک کہ آپ ہماری  
 سے ناشتہ نہ کر لیں؟  
 "یقیناً مجھے میرا نہیں چاہ رہا ہے؟"  
 "شاید مجھے بہت زیادہ باتیں کی ہیں، مگر آپ کو سامنے دیکھ  
 کے میں احساس ہی نہیں رہا، وہ معذرت خواہ نہ بچے میں بولی آپ  
 کیا سوچتے ہوں گے؟"  
 "میں، ایسا نہیں ہے، میں نے بے چینی سے کسب  
 کا شوق سب اس طرح نہ ہوتا؟"  
 "شاید خدا کو یہ منظور تھا، اس سامنے میں کچھ دکھانا، یہ  
 لوگوں کا جوہ دکھانا مقصود تھا، جس سے ہم اب تک نا آشنا تھے؟  
 آپ اتنا کچھ مت کہیے، شرمندگی ہوئی ہے، میں نے دوسری  
 آواز میں کہا، کوئی ایسی بڑی بات نہیں، میرے خیال سے اتنا کچھ  
 جان کے ہر شخص ہی کرتا تھا؟"  
 "یہ آپ کی اعلا ہے، آپ کو ایسا ہی کنا چاہیے لیکن ہر  
 ہم پر گزرتی ہے وہ بھی جانتے ہیں، وہ کرب آئینہ میرے بولی  
 "کوئی بھی ایسا نہیں کرتا۔ ہماری تو جان پر پڑی ہوئی تھی، وہ کیا  
 خواب عالم تھا، بروئے تھے کہ زندگی ہر سے روٹتی تھی، ہم نے  
 آپ کو بتایا تھا کہ ہم نے ہر دروازے پر جاکے دستک دی اور کہیں  
 سے نہیں کچھ نہ مل سکا، کتنے بیجا یہاں آئے اور تھا تو کچھ کے  
 پلے گئے، ہم آپ کو کیا بتا رہی ہیں، ہم پر کیسی گہری باتیں، کیسے کیے  
 دن گزرتے ہیں، بتانا ہم انھیں سنا نے کی کوشش کرتے تھے اتنی  
 ہی ان کی جلد پر پڑ جاتی تھی، اور اب تو انھوں نے کسی سے بات  
 کہہ بھی نہ کر سکا تھا، اپنوں کو چھپانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ وہ ان دنوں  
 میں، اپنے بھائی، ہمیں اور اپنے جال سید خادموں کو بھول گئے تھے  
 کچھ دنوں سے وہ بیٹھ نہیں ہیں، انھیں کھوتے تھے تو صرف اپنے  
 آپ کو دیکھتے تھے، انھیں اپنے سوا اور دیکھنے کا کھڑے ہوئے  
 اپنے خدائی نظر نہیں آتے تھے، ایسے میں غم کا کچھ نا ہمارے  
 لیے کتنی بڑی دولت اور نعمت کی وحیثیت رکھتا ہے۔ ہمارے پاس  
 منونیت کے لیے غلاب نہیں، اس کی آواز نہ مٹنے کی، نہ خدا آپ  
 کو دنیا بھر کی خوشیاں نصیب کر دے، ہم تو کچھ دے نہیں سکتے لیکن  
 غلاب کو اس کا ہر جزو دے گا؟  
 "آرام و کرم اب آپ کچھ مت کہیے، میں نے جی بولی آواز  
 میں کہا، وہ جس کے لیے کہہ رہی تھی، ساجو میں تو مجھے غلاب سی مٹا  
 اصل میں جھلکا کا تھی ہے، دوسرے کا تھی، اصل کر کے آدمی ہر گز نہیں

چاہیے تھا، میں اس سے کہہ رہا تھا جتنا کہ ہر سب کچھ تو اسے جھل  
 کے سامنے کنا چاہیے، اس کا دو امتنان کا سب سے زیادہ مستحق تو وہی  
 ہے، غلام کو ہم نے نہیں اس نے بھلا کیا ہے اور ہماری نڈال کی بیوی  
 سے زیادہ خواب عالم تاب کی حالت دیکھ کر دہر ہماری رہائی  
 کے بعد غم کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی، تو ہر یوں رات  
 یہاں سے جانے کے بعد مسلسل ایسی ہمتوں میں لگا ہوا تھا کہ اب میں  
 فوراً یہاں سے بہتی کے لیے روانہ ہو جانا چاہیے، میں نے بہت تپا  
 اُسے صاف صاف بتا دوں کہ سزاوارا سامان میں نہیں ہوں، جھل  
 ہے اور پیر وہ ہے اور خود غام ہے، کہتے تھے غم کی آمد کا کڑا کر  
 کے میں نے یہی جانا تھا کہ جھل کو ہماری جنت کا ایک ہی راستہ نظر  
 آیا ہوگا۔ یہ شک خواب عالم تاب کی جان کئی سے بھی جھل کو کچھ  
 حاکم کی ہوگا، مگر اس کی لگ بھگ کر کر تو یہی ہو گئے۔ حویلی سے  
 نکل کے آگے پہنچنے کے بعد جھل کے وہیں آگے پر چھپ رہے تھے  
 مطلب بھی میں نے یہی سمجھا تھا کہ اب چونکہ غم کو دوران سفر دکا  
 نہیں جا سکا اس لیے جھل کو صرف اس کا انتظار ہے اور دوسری  
 کسی جگہ کی نسبت ہمارے لیے اس وقت آواز ہی زیادہ محفوظ جگہ  
 ہے، میں نے تو گزشتہ رات یہاں آگے ہوئے پر سے باقاعدہ جنت  
 کی تھی میں غم نے آگے کے جھل کی گاڑی روک دینا چاہتا  
 تھا، میں نے نام کو یہاں آگے کے دیکھ میں کی کئی کئی بار بھی جھل میں  
 آنا ضروری ہے کہ میں پہنچ کے جلد از جلد غلاب آباد واپس جانے اور  
 غم کو سب کچھ بتا دینے کا خیال کئی بار میرے دل میں آیا تھا، لیکن  
 سنہ میں ایسا ہی کرتا لیکن غم کے انکار پر میں اس سے کوئی حمار  
 بھی نہ کرتا، جیبت جتنا کچھ مجھ سے کہہ رہی تھی، مجھے اپنا وجود اتنا ہی  
 بوجھ رہا تھا، میں اس سے بے اعتنا کر کے ہی بخت اپنے اند  
 استوار کرتا رہا کہ وہ میں نہیں ہوں۔ میں تو کئی رات سے ہر وہ  
 شعلہ بارگاہی ہوں کی زبردستوں، گواہی نے رتی تیغ کوانی پریشانی  
 کا اظہار کیا تھا لیکن یہ تو میں جانتا ہوں کہ ابھی کچھ میں اس کے  
 سامنے جانے اور اس سے انھیں لانے کی جرات نہیں ہو رہی ہے۔  
 جیسے کسی نے بڑی قوت کسی کو چھوڑ دیا ہو اور وہ ایک بڑے گناہ ایک  
 کے جرم سے بڑھ گیا ہو، میری حالت اس شخص جیسی ہے، لیکن اپنے  
 بارے میں اتنا کچھ نہ کہے کہ اب ابھی میں جیتی سے یہ کہنے کا حوصلہ  
 نہیں تھا کہ ایک غلاب آدمی ان کے سامنے ہے اور ان کی یہ غلاب  
 آئینہ زرخیزی، ان کی آنکھوں میں ہر جہت میرے شکر کی یہ دمک  
 اصل میں جھلکا کا تھی ہے، دوسرے کا تھی، اصل کر کے آدمی ہر گز نہیں



میاں کوئی اہلیت نہیں گئے تو ہم سمجھیں گے آپ نے ہمارے  
 گنہ معاف نہیں کیے۔ جہاں بھائی کی غلط اندیشی اور ذہنی انتشار  
 کے سبب آپ کو یہ ستم برداشت کرنے پڑے ہیں اس حوالے کے  
 ایک فرد کی حیثیت سے ہم خود کو بھی کم کر نہیں سمجھتے۔ غمخوشی اور  
 پردہ پوشی بھی ہم میں عادت کے مترادف ہے۔  
 "خدا کے لیے اب اسے بھول جائیے"  
 "ہم بھی یہی کہہ رہے ہیں وہ تیزی سے بولی۔" اسی لیے ہمارے  
 درخواست ہے کہ آپ اس حوالے کو اپنا گہری غصہ نہ کریں اور اس کے  
 کیسوں کو اپنے دوست اپنے عزیز۔ بخدا ہم یہ کوئی رسم ادائیگی کر  
 رہے ہیں یا یہ ہم قلب منت گزار ہیں۔  
 "مجھے معلوم ہے میں نے سبکی ہوئی اور میں کما۔  
 "کتنا عجیب ہے کہ اس بار بھی ابھی کچھ غلط کر رہے ہیں لیکن  
 شاید راز ہی پالیے کہ ہم کو قورسہ بھی دلا دی جائیں۔ ہم نے آپ کو اس  
 لیے میاں بلیا تھا کہ ہم خود حاضر ہو جائیں جسے آپ سے ایک  
 اور سوکھ کی التجا کریں۔ آپ نے فائدہ کو میاں لاکے اس ساری حوالی  
 کو زندگی کی نوید کی گڑبگ کی آدمی ہمارے لیے اسی نوید کی حیثیت  
 رکھتی ہے۔ آپ کو دوبارہ دیکھنے کی نہیں بہت آرزو تھی۔ رات سے ہم  
 آپ کے پاس آنے کے لیے پہنچے تھے۔ ہمیں خوف تھا کہ آپ  
 باہر نہ پائے جائیں اور ہم اپنے احساسات کے انحصار سے قاصر نہ بنیں  
 کچھ ایسا ہی تھا اوتاری آپ اسی جگہ جا رہے تھے کیونکہ فائدہ کو میاں  
 پہنچا دینے کے بعد آپ کا ہم قلم ہو گیا ہے۔ آپ یوں پلے جانے تو  
 جاتے پھر کر آتے۔ ہم جانتے ہیں کہ دریاں کا یہ عرصہ ہم پر کسی سار  
 کی طرح گزرتا۔ وقت کا بھی کچھ نہیں ہے کہ کب کسی کی عمریں بدل  
 دے۔ سو ہمارا پس پنا تو ہمارے ہی کو آپ کے پاس آتے۔ ہم بار بار  
 خداؤں سے پوچھتے رہے کہ آپ رات گئے تک جہاں بھائی کے ساتھ  
 رہے اور ہمیں آنے کا موقع ملے گا۔  
 "میرا بھی جی چاہتا تھا کہ آپ سے کبھی دوبارہ ملاقات ہو۔  
 اس سے اتنا کچھ سننے کے بعد میری زبان سے بھی کچھ تو نکلا ہی۔  
 میں نے نرمی سے کہا۔ اس رات نذران میں آپ کے جانے کے بعد  
 در تک خیال ہوا کہ کتنی دیواریں ہو کر کے کسی تیرے سے نہیں  
 اور ہم آپ کو کچھ بھی نہ دے سکے۔ ہم تو شیک طرح بات بھی کر سکے۔  
 آپ نے کچھ نہ دے سکے۔ ہمیں بہت کچھ مل گیا تھا۔ انڈیا  
 حوصلہ آپ نے ہمیں صبر دلایا تھا اور۔۔۔ اور بھی بہت کچھ ہو گیا  
 پہلے بھی نہیں لایا تھا۔ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہمارے لیے

وہ سب نیا تھا۔ اس کی آواز مزخ رہی تھی۔ ہر حال اب تو سب غم  
 ہو گیا ہے۔ میں نے شکستگی سے کہنے کی کوشش کی لیکن میری آواز  
 رکھو اری تھی۔  
 "ہاں ایک بات ہم ہو گیا۔ دوسرا شرت ہوا ہے۔ اس نے فائدہ کو  
 لے لیا۔ ہم بھی کتنا چاہتے ہیں کہ فائدہ کی آمد سے جو بھی ڈوری بند  
 ہے اسے ڈھونڈیں یا یہ۔ فائدہ کو میاں لگتی ہیں لیکن ان کے لئے  
 دوسرے بھی ہیں اسی کی طرح مسترم۔ فاضلی کی طرح عزیز ہیں۔ ہم  
 نے سب تک بہت کچھ کہا ہے لیکن اس پر فقط غصہ معلوم ہوتا ہے۔  
 ہر لمحے یہ احساس فزون ہوتا ہے کہ ہماری زبان ہمارا ساتھ نہیں  
 رہی۔ ہمیں کہنے دیجیے کہ صرف فائدہ ہی نہیں نہیں ہیں۔ ان کے  
 ساتھ ہم نے اور بھی بہت کچھ پایا ہے اور ہم اسے کھونٹیں چاہتے  
 ہیں۔ جی ہاں، کھونٹے کا کیا یہ سلسلہ تو قائم رہے گا۔ میں  
 نے فاضل زبان سے کہا۔ آپ کی نوازش ہے جو آپ ایسا سمجھتے ہیں۔  
 میرے لیے یہ اعزاز ہے۔ کم از کم میری طرف سے، میں آپ کو یقین  
 دلاتا ہوں کہ میری طرف سے آپ کو کوئی شکایت نہ ہوگی۔  
 "میں نہیں، شکایت نہیں۔" وہ ترقی آواز میں بولی۔ صرف  
 شکایت ہی نہیں، ہماری مراد ہے۔۔۔ چہ چاہتے ہیں کہ ہم اس سے  
 ہوا کے خواست گزار ہیں۔ ہم کسی طرح کہیں شاید ہماری آواز اس  
 سبب سے ٹھنڈی رہی ہے کہ یہ سب کچھ قبل از وقت ہے، بہت  
 بے عمل ہے لیکن ہموں کا کیا اقبال پھر وقت ملے دے اس لیے  
 ہم سب آج ہی کہہ دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہمیں  
 کسی مطلب کے کوئی اختیار نہیں کہ ہم تو بعض اپنی خواہش کا اظہار کر  
 رہے ہیں۔ ہمارا جی چاہتا ہے۔ وہ وہ بوسے بھی ہے بولی۔  
 "کہ اس حوالے سے آپ کی نسبت کسی طور قائم رہے۔ ہم آپ کو آپ  
 کو اس حوالے ہی کے ایک فرد کے طور پر پہچانتے ہیں۔ جیسے ہم ہیں ان  
 دو دو لڑکا ایک سمجھتے جیسے جیسے۔ اس کی آواز ٹوٹ گئی۔ مجھے اپنے  
 سنے ہوئے پر بار بار شہر ہوتا تھا۔ وہ کہنے لگی۔ آپ جانتے کیا نہیں  
 لیکن کچھ ہے۔ ہمارے لیے یہ دوسرا ہی موقع ہے کہ ہم حوالے کی  
 ہزار روٹیں توڑ کے یوں آپ کے سامنے بیٹھے ہیں صرف اس لیے  
 جہاں کو فائدہ کی آمد کی خوشی میں جہاں بھائی بھائی کے بنواری سی  
 طاری ہے اور آپ سے تپا کے لیے ان کی جانب سے ہمیں  
 خاص دلائیں ملی ہیں۔ یہ رعایت اپنی جگہ لیکن ہم تو آپ کے پاس  
 اپنے ارادے سے حاضر ہونا چاہتے تھے اور مل جاتا ہے۔ اب ہم  
 میں جہاں بھائی کا سامنا کرنے کی استطاعت بھی ہو جو وہی ہم دار

نہیں کر رہے گے کہ بعض ہمارے اندر چھپی ہوئی نعمتیں ہیں۔ جو  
 ہمیں آپ کے سامنے بے اختیار دیکھ دے ہوتے ہیں۔ کیا کوئی آواز کوئی  
 تذکرہ ممکن ہے۔ یہ عمل نہیں ہے اور ہم ملنے سے بھی کیا کہتے ہیں۔  
 مال دولت آپ نے پہلے ہی ٹھکرا دیا ہے۔ اس کے سوا ہمارے  
 پاس اور ہے کچھ بھی نہیں۔ ہم تو ان آپ کے کچھ کچھ لیے ہیں۔ اسے  
 جس طرح بھی سمجھا جائے۔ پیشانی کا احساس اپنے اظہار پر قائم ہو  
 ملتا ہے اور دوسرا اگر ممکن ہوتا آپ کے لیے تو ہم فائدہ کو کوشش  
 کرتے اگر ان ہوتا تو کیا ہماری سیری ہو جاتی بدلی طلب تو کچھ بھی  
 اپنی جگہ قائم رہی۔ ہم اپنے ایک سمن سے ضرور محتاط ہیں لیکن ہمیں کچھ  
 ہماری تحروں میں آپ کا رہے اس قدر نہیں ہے۔ ہمیں کچھ ایسا محسوس  
 ہوتا ہے کہ ہمارا کوئی کھوا ہوا دل ہے۔ اس کی آواز نہ ملے گی تھی۔  
 "ہم اس شخص سے مخاطب ہیں جسے ہم نے اس رات نذران میں دیکھا  
 تھا جس کی آواز ہمیں بہت شناسا معلوم ہوئی تھی۔ سو ہم تو اپنے دل کی  
 بات کر رہے ہیں جس میں آپ کے لیے کوئی دیا سامو کا رنگ ہے۔ ہمارا  
 دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کے کسی کام آئیں۔ ہمارا اس طرح کے مطالبات  
 کے پاس آنا کیا صرف اخبار منونیت کی ہے کل کے سبب ہے؟ ہم  
 سامنے جوابات ترک کر کے آتے ہیں کہ آپ کو کچھ ہوا کرنا نہیں۔ آپ  
 کے قدم حوالے کے رد و ام کی طرف برکتے ہوئے راتوں موسیٰ کی دیکھیں  
 دریاں ان کی بھید بھانڈو رہے۔ آپ جانیں کہ یہاں آپ کے کیسے  
 کچھ طلب کار موجود ہیں۔ جو آپ کا نذران ہو گئے ہے تو آپ کا گھر بھی  
 میل کے کہیں آپ کے کیا دیکھتے ہیں تو آپ کے صید بھی۔ آپ سے کسی  
 رفاقت کا احساس ہمارا اعزاز ہے اور یہ تو ہماری طلب کی بات ہے  
 جو آپ کے قریب غلط سے مشروط ہیں۔ اگر ہماری طلب میں کوئی نقص  
 ہے تو فائدہ آپ کا بار دہیں ہوگی۔  
 میرے کان متنازع رہے تھے اور مارا ہم جیسے پتھر ہوتا جا رہا  
 تھا۔ مجھے کوئی جواب دینے کا یارا نہیں تھا۔ جی پت پت ہو گئی تھی  
 لیکن اس کی آواز کی گشت میرے سینے میں ٹھک رہی تھی۔ ہم نے  
 کچھ بھی لگایا ہوتا تھا کہ یہ سب میرے حواس کی بے تازی کی خاطر  
 ہے۔ میرے حواس میرا ساتھ نہیں دے رہے ہیں کسی بہت عجیب  
 غماص ہے دو چار ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ کتنی دیر کر کے میں غمخوشی  
 مستعدی پھر گئی کی آواز پر ایک دم میرا وجود میں جھٹکا اٹھ اٹھا  
 میں غماص سے بات کرنے کا موقع مل گیا تھا۔  
 "کیسی بات؟" میں نے پوچھتے ہوئے کما۔  
 "جی جی کو۔" وہ دھیرے دھیرے مجھے بولی دگورات کوئی عمل

تو تھا لیکن ان کا رسمی شکریہ ادا کرتے ہوئے میں اس سے چند فری  
 باتیں کرنے کا موقع بھی مل گیا۔ وہ ایک نرات غنا سے قانون ہیں۔  
 ہمیں اپنے غم کی پسند و ناپسند کا اچھی طرح علم ہے۔ وہ ہمیشہ سے  
 جوہر شاس رہے ہیں۔ سو ہم کو نام کو دیکھنے اسے بات کرنے کے  
 لیے بے تاب تھے۔ بے شک وہ کسی ملک کی ہے۔ فائدہ کی بھی تو ہم کو  
 تھے۔ وہ شخص کیسا ہو گیا جو اس میں اس قدر غلبہ ہے۔ فائدہ کو صورت  
 سیرت میں فائدہ بہترین صفات سے نوازا ہے لیکن یہ حویاں تو  
 مستزاد ہیں۔ وہ کسی بھی ہوگیں ہمارے لیے ہر حال میں عزیز و محترم  
 نہیں۔ باتوں باتوں میں ہمیں نے آپ کا ذکر چھڑا دیا اور ہمیں اپنے  
 اندازوں کی مدد مل گئی۔  
 "انہوں نے آپ کچھ کہا ہے؟" ہم نے پوچھا۔  
 "وہی سب جو ہم نے آپ کو دیکھا تھا۔ فائدہ کی بھائی ہمارے  
 لیے ناخوشی تھا لیکن فائدہ کی زبانی سمن کے ہمارا اشتیاق و اضطراب  
 اور بڑھ گیا۔  
 "آئی ہے آپ کو کیا بتانا؟" میں نے اپنے لیے میں پوچھا۔  
 "انہوں نے نہایت فزادہ مستر سے آپ کو ذکر کیا تھا۔ وہ  
 کیفیت جو کسی کی شدید وابستگی کے اعتماد میں محسوس ہے۔ جتنی کے  
 ہوتوں پر سکڑا ہٹ کھڑے تھے۔ یقین کیے، ہمیں بہت رنگ آیا۔  
 آپ کے ہم پر ان کی آنکھوں سے روشنی ہو گئی تھی۔  
 "گمراہی! وہ کیا کہہ رہی ہیں؟"  
 "نہادہ وقت کہاں مل سکے۔ پہلی بولیاں تو تھیں۔ ہم تو ان  
 کی جنیت کا احساس دور کرنے ان کے پاس گئے تھے۔ سرتو حال  
 ہی کچھ ایسی تھی، ہم ان سے کتنی باتیں کر سکتے تھے۔ میں اشارے  
 کرتا تھا۔ اور ہم نے آپ کو بتایا کہ وہ بھی ہم ہمارے جانے  
 ہوئے کی تصدیق کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہم نے خود بھی تو کچھ بولنا پڑا  
 تھا۔ اس رات نذران میں ہم نے آپ کو قورسہ سے دیکھا تھا اور میں جانوت  
 دیکھے۔ اگر ہم کہیں کر ہم نے قورسہ سے ہمیں سمجھو کیا تھا۔ آپ کے سامنے  
 بزرگ کے بارے میں ہر ایک کچھ جانتے کے ہوا کوئی واضح تصور  
 اپنے ذہن میں قائم نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن آپ کی بات دوسری تھی  
 آپ ہماری توقع سے بالکل مختلف تھے اور ہم تاہیں کہ آپ کو دیکھ  
 کے ہمارے جم و جان پر چھانے ہوئے طرح طرح کے اندیشے کھر  
 نہیں ہوئے ایک حد تک چھٹ گئے تھے اور میں کم از کم یہ گمراہ لگ گیا  
 تھا کہ ہمارا واسطہ اہل دل لوگوں سے ہے۔ ہمیں بتانا تھا کہ آپ  
 بہت غمناک لوگ ہیں۔ اگر آپ کی محک ہے بہتان میں معلوم



ہوتا تھا۔ ابتدا میں ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارا مخالف کون ہو سکتا ہے۔ اب واضح بنا ہوا تھا کہ حسب نسب کے امتیاز کے علاوہ وہ بھی مناسب بھی آزمائش ہے اور اس معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے شاید اس سے بڑا بڑا دشمن کی۔ اس کی آزمائش یہ تہدید ہے کہ جب ہمیں ہوگی اور یہ تو کام کی بات ہے۔ ممکن ہے جیسے آپ ابتدا میں غامض تھے، غامض ہی رہتے تو کسی آپ کی تمکین، آپ کا ہر وقت ہمارے سامنے تھا۔ ہر جان گئے تھے کہ ہمارا مخالف ہوجوان ایک ہی زمانہ میں نہیں، زندگی بھی اس کے لیے زمانہ ہی رہی ہے اس کے چہرے پر یہ دھواں سا کیوں چھا جاتا ہے اور اس کی آنکھوں میں لگا لگا ہے وہ زمانہ کہاں سے سمٹ آتی ہیں اس کی نگاہیں چمک چمکتی ہیں، مثلاً گئے تھے تھیں جیسے کو کچھ یاد آجائے اور اس میں جو استقامت نظر آتی ہے، وہ اندیشہ ہی کی علامت ہوگی، اس کی امید نہیں ٹوٹی ہے۔ امید ٹوٹ جائے تو بہت سے دکھ داکھ ہو جاتے ہیں لیکن یہ امید بڑا غراب ہے۔ یہ استقامت، یہ اوسان، ہمارے کھنے کی کوشش، تو دوسرا قسم ہے۔ آدمی ذرا سی شخص گھٹے پر رنگ بدل دیتا ہے۔ سامنے راستے میں کانٹے پھے ہوں تو دوسرا راستہ اختیار کر دیتا ہے مگر یہ بے حوصلہ لوگوں کا شیوہ ہے۔ جائے کیوں ہمیں ایسا عمومی ہوا کہ آپ کی طاقت ہم سے مختلف نہیں ہے بلکہ ہم سے کچھ سوا ہی ہے۔ ہم نے بھی کوئی شعر بڑھا تھا، یاد تو نہیں آ رہا، مگر کچھ ایسا تھا کہ جس کے پاس ہم چارہ گری کی اس میں گئے، وہ ہم سے بھی زیادہ طلب گار نگاہ تھے۔ وہاں سے آگے ہمیں بہت روئیں۔ ہم سے کہنے لگیں، ایسی اتم نے انھیں دیکھا، کیا ہم کہنے، چپ ہو گئے، ہم نے ان سے نہیں کہا کہ ہماری آنکھوں پر شاید تم سے کچھ زیادہ ہی غلبہ گزرا ہے۔

میرے ہاتھ اپنا چہرہ چھاننے کے لیے اٹھتے تھے اور مجھے روہا تے تھے، مزاح خاتم نے اس سے کچھ کہا ہوگا۔ ہمارے کیا کیا ہوگا، میرے دل کی بات جیسے گیت تک متعلق ہو گئی، مگر ہمارے ہونے لگے میں بولی، "خاتم کسی کے حوالے سے نہیں، ہم نے سب اپنے طور پر قیاس کیا تھا، اس پہلی اور دوسری طاقت میں خاتم ہیں، تاہم کیا کہہ سکتی تھیں، ہمیں ان کی تائید کی ضرورت نہیں تھی، ان سے ہو سکتا ہے کہ ہمارے لیے میں چہرہ تائید تھا، ایسا دھوکہ نہ ہوتا۔ ہماری آپس کے یہ دوسری طاقت ہے لیکن یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم آپ کو کتنی برا دیکھ چکے، آپ سے کتنی بار دل چکے ہیں۔ خاتم کی آمد سے پہلے بھی آپ سے ہماری شناسائی میں کوئی کمی نہیں تھی۔ جب آپ یہاں سے تو آپ کے

نفاذی ہونے کا دکھ تھا اور اپنی بے پارگی کا، آپ یہاں سے چلے گئے تو خوشی کے ساتھ ساتھ یہ غم بھی دھکی دھکی رہی کہ آپ ہم سے دور ہو گئے ہیں۔ ہم کچھ بھی نہ کر سکے، کچھ نہیں دیکھ سکے۔ میرا سب سے دوسرا دوست میرے کوئی صہب رہا تھا، تاہم میں نے اپنے انسانی آنکھوں سے چھپائے رکھنے کی کوشش کی۔ نہ ہمیں وہاں سے اٹھ کر چھاننے کی طاقت تھی، نہ اس سے یہ کہنے کی کھراڑ کے لیے وہ غامض ہو جائے، آنا ہی بہت ہے میں نے نہیں دیکھا، برعکس نے یا تو کوئی اشارہ کیا تھا یا گئی کو خود ہی احساس ہو گیا تھا، وہ چپ ہو گئی تھی۔ اتنے میں ایک غلام شفت اٹھائے تھے کہ قہروں سے اندر داخل ہوئی، ان دونوں کی نگاہیں اس کی جانب ہڈاؤں ہوئیں، مجھے اپنی سانسیں استوار کرنے کی ذمت لگ گئی۔ غلام نے جانے کا پلاٹ شفت اٹھائے اس کی جگہ دوسرا رکھ دیا۔ آپ نے کچھ بھی نہیں لیا، جانے بھی رکھے رکھے ٹھنڈی ہو گئی۔ برعکس کی آزمائش نہ تھی، جو تھی اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا، اس نے شرٹنگ لیے، میں مجھ سے شکر کے لیے ہوجا، اس کی بڑی بڑی سوالیہ آنکھیں بھی ہرگز نہیں۔ میں نے سٹ پائے ہوئے انداز میں بے تباہی کا دھچکوں کے بے قدر، برعکس کے ہوں پر سکڑا ہٹ بھر گئی۔ جب وہ شکر گھول رہی تھی تو پانی کی ٹھنک میں اس کی چڑیوں کی ٹھنک بھی شامل ہو گئی، جانے نا کے اس نے پانی کی طرف بڑھا، ایک تالیے کے لیے میرے سامنے جم جم میں ادھر اچھا چل گیا، اس کے ہاتھ سے پانی تھاتے ہوئے میرے ہاتھ دنگ رہے تھے۔ میں نے جلدی سے پانی بوتل سے لگای، "میرا سٹیل جل گیا، پانی ہاتھ سے گرتے گرتے رہ گئی۔"

"دلت کا کچھ احساس ہی نہیں بچا، جیسی، ہسٹل سے بولی، دن غامض روشن ہو گیا ہے، میں نے بے چینی سے انہماک میں سر ہلایا تو وہ کہنے لگی، آپ نے تو کوئی بات ہی نہیں کی، اور ہم نے اس کا موقع بھی کب دیا لیکن اب ہمارے پاس کہنے کو شاید کچھ نہیں ہے۔ لیکن کیجیے کہ اب ہمیں پہلے جیسے گراں بادی موس نہیں ہو رہی، البتہ آپ کی کامیابی سے یہ خیال آتا ہے کہ نہیں۔۔۔ کہیں ہمارا اخبار آپ کی سرگراں کا سبب نہ بن گیا ہو۔ ہمارا ہمارے مقصد نہیں تھا۔ ہم نے آپ سے پہلے کہہ دیا ہے کہ ہماری عرض حال کے لیے آپ کی تائید و توثیق لازم نہیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ ہمیں ہر طور آپ کی خوشی عزت ہے۔"

"نہیں، نہیں، میں نے بھلا تھے، لیکن میں کہہ رہا تھا کہ

اپنے بارے میں ایسی باتیں سننے کے کے خوش نہیں ہوگی، کون ایسا ہوگا جو یہ سب جان کے خود پر ہاتھ نہیں کرے گا لیکن۔۔۔ مجھے خضر ہوا کہ میری زبان سے کوئی ایسی جیڑی بات نہ نکل جائے اس لیے میں نے اسی پر اکتفا کیا۔

"آپ چپ کیوں ہو گئے؟" برعکس نے تباہ تباہ بولی۔  
"کہہ نہیں۔" میں نے بے ترقی سے کہا، میں کہنا چاہتا تھا کہ میں کسی طرح اس عزت اور احترام کے لائق نہیں، میں تو ایک بہت معمولی بکر ایک کا رہا آدمی ہوں، اور یہ میں کسی افسار میں نہیں کہہ رہا ہوں، حقیقت یہی ہے، ہر حال یہ سب کچھ میرے لیے ایک شرف ہے، میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں۔۔۔ جہاں میرے پاس تباہ کرنے والے، مجھے اتنی عزت دینے والے وجود ہوں، وہ میرے ہر کیوں نہ ہوگا۔ میں آپ سے بچ کر کہتا ہوں کہ اب مجھے یہاں کسی قسم کی اہمیت کا احساس نہیں ہو رہا ہے، میں نے ایک باہر کی سرگرمی دیکھا، ان کی آنکھیں اٹک رہی تھیں اور برعکس کے رشادوں پر تو ہمیں اس چکر رہی تھیں۔ میرا دل بھی اٹک رہا تھا، ان کے چہروں پر وہی شوق پھوٹ رہی تھی جو کوئی امید دیتے ہوئے ہی ہے، یا کسی چھوٹے ہونے کے یا ہانک رہا جانے پر۔ ان کا یہ عالم دیکھ کر میرا جی پا کر میں ان سے مزید کچھ کہوں تاکہ وہ اور گفتار نہ ہوا۔ میں نے منظر آنا دل نہیں تھا، کچھ لڑنے کے لیے مجھے اپنی سرحد دھڑ نہ رہی۔ برعکس تو بالکل انھوں کے ہاتھ شراہتی تھی اور ایسا گنا تھا، جیسے اس کے سامنے بدن سے اٹھ اٹھ کے آنسو آنکھوں میں سمٹ آتے ہوں، میرے لیے یہ سب کچھ وہی تھا۔ ان میں نازک اہم، اور خفا کی نظر میں، میں ایسا معتبر ہوں کہ میری ایک جہت اب اس سے ان کے رنگ و بھندے بڑھ جاتے ہیں، ان کے رنگ مکمل اٹھتے ہیں یہ جان کے لیے بہت آرام دل رہا تھا اور ایک توانائی، برتری سی محسوس ہوتی تھی اور میں کہیں کھو سا گیا تھا۔

"ہمیں آپ کے خلاف کا آنا ہی یقین تھا، لیکن اب جانے سے دلت ہم سے دور ہو گئے ہیں، یہ قبولیت کی گھڑیاں ہیں جو چھ ہیں، ہم اپنا عہد سے، اور کیا نہیں، خاتم کے قدم واقعی بڑے ہلکے ہیں، لیکن اس کی آواز کمرے میں منڈلا رہی تھی، خاتم کے لیے یہ جیڑی خاتم کو اس آئے۔"

خاتم کے ہم پر مجھے اپنا کچھ خیال آیا کہ مجھے اس سے تواب خاتم کے بارے میں پوچھنا چاہیے۔ خاتم کب اور کس طرح اس

کے سامنے گئی، خاتم کو دیکھ کے تو اس پر قیامت گزری ہوگی، اچھا ہوا کہ مجھے وقت پر نا سادیت کا احساس ہو گیا اور لفظ میری زبان پر نکل کے رہ گئے، یہ اس سے پوچھنے کی بات نہیں تھی، مجھے بالکل نہیں رہا تھا کہ وہ تواب عالم کی ہی سیم ہے، وہ کہہ سکتی ہے وہ وہاں موجود بھی نہیں ہوگی، اس کا اندازہ تو اس کے چہرے سے بھی ہو سکتا ہے۔ تواب عالم اب کی طرف سے ملنے جو کچھ کی وہ دونوں میری طرف آئی ہوں گی، یہ فرات طمان کے بغیر ممکن نہیں تھی۔ تواب کو اس کا یہ حال کیا تھا۔ میں میں کچھ سوچ رہا تھا کہ برعکس کی آزمائش مجھے مشتعل کر دیا، آپ کے باوا جان ہوا تو آپ کے ساتھ میں وہ اس کے لیے میں سے زیادہ متعلق تھا۔

"جی ہاں، میں نے پہلو بدل کے کہا، ان کا یہاں ہونا بھی ایک اتفاق ہے اور ہم سب کا حیدر دلائیں ہونا بھی، ہم کہیں اور چارے سے کھتے کر راستے میں ہم نے حیدر آباد کا ارادہ کر لیا، اہاں کی گھر ہی سب زیادہ تھی، کسی کو نہیں خبر تھی کہ ہم یہاں ایک حویلی میں قید ہیں۔"

"سے ٹھک۔ ہم کچھ سمجھتے ہیں کہ وہ کہتے پریشان ہوں گے، ایک صبر آزمائش کا نام ہوگا، انھوں نے دیکھی، اس لیے میں بولی، تم تھکتا اور دماغی کے لیے ان کی خدمت میں ضرور حاضر رہی گئے، کاش آپ اس وقت ہماری گزارش کو توجہ سے سن لیتے۔ یاد ہے، ہم نے عرض کی تھا کہ ہم آپ کے پرسان حال کو آپ کی خیریت کی اطلاع پہنچانے کی ایک کوشش کر رہے ہیں۔"

"یاد ہے، اور میں آپ پر پورا دھرم داسی تھا لیکن یہ خبر سن کر ہم راست کے ایک بڑے تواب کے ہاں قید ہیں، وہ وقت میں کوئی بھی ایسا اقدام اٹھا سکتے تھے جو صورت حال مزید پیچیدہ کر سکتا تھا۔"

"آہ! آپ نے خود پر دستا بردار کیا تھا، جیسی حالت سے بولی، اسی حالت میں یہ نقلی اٹھی سے ممکن ہے، جی میں خاتم کے صبر و ضبط اور عقل و ہوش کی اعلا خیریاں و تربیت کی ہوں۔"

میں نے چائے کی دیالی ختم کر لی تھی، برعکس نے مجھ سے مزید چائے کے لیے پوچھا، اس کے انداز و طرز میں سکنت اور انداز کے علاوہ ایک لپک سی تھی۔ ایک ایک لفظ تراش دینا تو ہوا سوا ہوتا تھا، اس کی آواز میں، ایسی لپک اور ٹھنک کہ سن کر کھانا مشکل ہو جاتا تھا، لیکن میں نے انکار کر دیا، اس نے بھی اصرار میں کیا اور خاص دامن میری جانب بڑھا دیا، غلام ایسی اچھی خاص دامن رکھ کے



گئی تھی۔ رات کے پان کاؤ اٹھ اٹھے ابھی تک وہ تھا میں نے چاندی کے دروں میں بیٹھ کر ہوتی ایک گھوڑی منڈی رکھ لی تھی۔ سنا سنا آپ جلد از جلد یہاں سے روانہ ہو جانا چاہتے ہیں۔ گھنٹی سے مختصر سکوت کے بعد مجھ سے پوچھا اور صبراً سنا میرے منہ سے گئی دیکھا یہی اچھا ہو کہ آپ چند دنوں میں قیام فرمائیں۔

میں نے بھی آواز میں کہا کہ مجھے اب جان اور دوسروں کی بات کچھ علم نہیں کہ انھوں نے روانگی کے لیے کیلئے کیا ہے البتہ اتنا میں ضرور جانتا ہوں کہ تھیں جلد ممکن ہو سکے، یہیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔ میرے جی میں آئی، انھیں بتا دوں کہ میں میں بہن لوگوں کے پاس جا رہے ہیں۔ ان کے پاس اچھے سے بچھڑے ہوئے مجھے ایک نازدار لگا رہا ہے۔ میں انھیں اگر یہ بتا دیتا تو اور بت سی باتیں نکل آتیں۔ ویسے بھی ہرے مجھے یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اس روز دھڑا دھڑکے سوال دکر نہ تھیں، یہ معلوم قائم ہے انھیں کیا کیا اور کس طرح تیار ہے۔ گرا انھوں نے مجھ سے ایسا کوئی سوال نہیں کیا۔ یقیناً وہ مجھ سے متعلق اپنے ذہن میں جھگڑے والے بے شمار سوالوں سے دانستہ اجنب کر رہی ہوں گی ان کے اطمینان میں ایک خوف بھی نمایاں تھا کہ ان کے کوئی بھولی نہ ہو جائے اور میری دلچسپی میرے لیے الجھن کا سبب نہ بن جائے۔

”خانم کے سکون کے لیے چند دن آپ کا یہاں قیام کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس صبح میں وہ حویلی کے ماحول سے باہر ہو جائیں گی۔ گنتی رات کے کوئی اور جہاز ہمارا بھی نہیں ہی جاتا۔“ میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکا، اگر اب جانان نے ارادہ کر لیا تو ان کے ساتھ جا رہے ہوں۔ رات بڑے نواب صاحب بھی اسی خواہش کا اظہار کر رہے تھے۔ میں پھر آجائوں گا اور جلد ہی آؤں گا۔

”ہم اب جانان سے خود دریافت کریں گے۔“ برعکس نے چٹکتی آواز میں کہا۔ ”میں یقیناً ہے، وہ ہمارے بات سن رہی ہیں۔“ میں نے کہا۔ ”لیکن وہ بے ہوش ہوئے رہیں گے۔ تب تک انھیں جہاں جانا ہے، وہ نہیں آئیں گے۔ ان کا دل ہی نہیں رہے گا۔“

ایسی کوئی بات ہے تو ہم ان سے اصرار نہیں کریں گے۔ ان بھی آپ کی بات مناسب معلوم ہوتی ہے۔ گنتی جیو سے بولی نہ آپ کو منزلی مقصود پر پہنچنے میں پہلے ہی ہمت دیر ہو گئی ہے۔“ وہ صوب بکھرا اور طرحی تھی کہ وہ خوب روشن ہو گیا تھا میرا ایک دلی وہاں سے اٹھنے کو کہتا تھا تو دوسرا ہوں ہی ان کے پاس بیٹھے ہوئے کہ یہاں آئی رہ رہے وہ حویلی کے دوسرے کمرے کی

حق پر میں کے سراپا کا ارتعاش بری لگا ہوں سے بچا ہوا رہا۔ جیسے میں اس سے ہمت دونوں کے لیے شخصیت ہو رہا ہوں۔ ان کے چہروں پر کہ ایسا ہی توجان چھایا ہوا تھا۔ میری نگاہوں میں بھی غول کی گردش جیسے رنگ گئی تھی۔ اس موقع پر کوئی سادہ و مناسب ہوتا ہے۔ یقیناً مجھ سے کوئی جھگڑا ہو رہی ہے، مسلسل میں لگان میرے ہاتھ پر رکھنے کے رہا تھا۔ بہتر یہی تھا کہ میں جلد سے جلد ان کے سامنے سے ہٹ جاؤں۔

میں نے اپنی زینہ پر قدم رکھا تھا گنتی کی گونجی آواز نے مجھے روک لیا۔ ”ہم حویلی سے متعلق کچھ نہ جانتے ہیں۔ وہ جھگڑے ہوئے ہوئے۔“ یہ حویلی خاصی پیچیدہ ہے لیکن یہاں ایسے کئی منتظا اور مناظر ہیں جو شاید آپ کی دل بستی کا باعث ہو سکیں۔ گو خادموں کو ہدایت کر دی گئی ہے لیکن آپ جب ضرورت سمجھیں، انھیں طلب کرنے میں کوئی تکلف نہ کیجیے گا۔ وہ آپ کے خراب ہی رہیں گے۔ حویلی میں نمائے کا کلاب، مختلف کیلوں کے انتظامات، ان کے لیے مخصوص کمرے اور سیر کے لیے دوسرے کئی مقامات ہیں۔ ایک مختصر قدرت کی مرابت دی جائے تو خادموں کو بھی کام بہتر ہو سکتا ہے۔ حویلی سے جس میں کی دوری پر کوئی کشمکش کی جانب متاثر نہ ہو۔ چاروں طرف ہزاروں سے گھرا ہے ہزار ہا اب کسی قدر قلعہ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ سوئری آپ کو ایک گھنٹے سے کم مدت میں وہاں تک پہنچا سکتی ہیں۔ وہاں نزل خانہ بھی ہے اور کھانا پوری کا انتظام بھی معقولی میں مل سکتی جاتی ہے۔ مزے کی دواں شکار کے علاوہ دل کش مناظر بھی کمزرت سے موجود ہیں۔ ہر ہر ہند کر اس تفصیل کی ضرورت نہیں تھی لیکن ہم نے سوچا کہ آپ کے کوئی گرا کر دیں تو بہتر ہے۔“

میں متاثر نہ ہوئی۔ یہی تھی کہ میں نے اس کے لیے ہٹنے کی راہ لی۔ ”اب اور یہاں ایک زمانہ بھی ہے۔“ ”ہی، ہی، ہاں۔“ میں نے بے خیالی میں سر ہلا دیا تھا لیکن دوسرے لمحے بے ساختہ ہی ہنسی آگئی۔ ”آہ کے حویلی جیسے دانستہ بھی دیکھ لگے۔ میں نے انھیں اس عالم میں پہلی بار دیکھا تھا۔ یہاں جیسے ہر جانب پھل جھڑیاں ہی چھوڑے پڑی ہوں۔ کسی نے غلط نہیں کہا ہوگا۔ اس نے خود مجھے ایسا لگایا ہے۔ فضا میں جل ترنگہ سجائے ہوئے ہوں، ہر سو جھول کھل کھلے ہوں مگر جلد ہی وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں۔“

بالائی منزل پر ان میں سے کوئی نہیں تھا۔ معلوم سے پہلے پر معلوم ہوا کہ ناشتے کے بعد ابھی صبح کے نواب کے ساتھ باغ کی طرف نکل گئے ہیں۔ میں بھی اپنے آگے آیا۔ رات سے کھانے پر رات کے ابتدائی حصے میں ہی چوٹی مشرق سے چٹان کی بارہ دی میں وہ مجھے نظر آگئے۔ بارہ درمی کے فرش پر چاندی بھی چوٹی کی اور گاؤں کیسے گئے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے جانا پرستے میرے پیروں تک رہے تھے۔ انھوں نے ضرور میری حویلی کی ہو گئی۔ انھیں اپنی غیر عارضی کی وجہ کی بتا دی گا۔ درمیان میں بڑا نواب بیٹھا تھا۔ اس کے پاس دائیں طرف اباجان اور بائیں طرف میر علی اور پرو۔ خاں صاحب بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور میں چار دوسرے آدمی، شہزادانی میں ملبوس ہی نے اختیار پہ نہیں دیکھا تھا۔ دروازہ کھلتے وہاں نہیں رہتے تھے جتنے میں ان کے اتنے قریب پہنچ چکا تھا کہ کسی اور طرف نکل ہی نہیں سکتا تھا۔ میں نے مل کر لیا تھا کہ انھوں نے اگر کچھ اچھا تو صاف صاف بتا دوں گا۔ مجھے دیکھ کے وہ سب شگفتہ ناز میں چلک پڑے اور بڑے نواب نے بے اختیار میری دل بہانہ جھجھکیا۔ میں نے اسے آدب کیا اور اس کے پاس ہی جا بیٹھا۔ نواب نے اپنے اٹھنے ہوئے ہاتھ سے مجھے روک لیا اور میری پیشانی پر چوم لیا۔ میری سانس بھول رہی تھی لیکن کسی نے مجھ سے کہہ نہیں سچا۔ ہر خیال تھا، نواب ناشتے کے بارے میں ضرور جیسے کہ گھر پر بیٹھے ہی وہ باتوں میں مصروف ہو گیا۔ ظاہر ہے اسے ملاحظہ ہو گیا ہوگا کہ میں نے اتنا وقت زمانہ نہ لے میں گزارا ہے، اور وہاں ناشتے کے بغیر نہیں آیا ہوں گا۔ میں نے دیر دیر دونوں سے دیکھا اس کی پیشانی پر کوئی شکن نہیں تھی۔ میری ہشتا خوشی سے تھکا رہے تھے۔ چھل کے سامنے پشت میں بڑی فریسی، آؤں نے چلنے کی بجائے رکھا ہوا تھا اور شک کی تقریریں سال اس کے لبوں سے گلی ہوئی تھیں۔ وہ اطمینان اور قوت سے نواب کی باتیں سن رہے تھے جو ریاست کی سرکاری عمارتوں میں انفرادیت قائم رکھنے کے بارے میں کہتا رہا تھا انھیں دیکھ کے کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ نواب سے ان کی شناسائی کا دوسرا مان ہے۔ میں نے بھی نواب کی باتیں تو جیسے سننے کی کوشش کی لیکن کچھ دیر بعد ہی میری راجی گھبرا لگا۔ آتے ہی ان کے درمیان سے اٹھ جانا بھی ٹھیک نہیں تھا۔ یہاں پہنچے آپ کو بارے میں بتا دیا۔ بارہ درمی کے مقابل قارہ چل اور اظہار سامنے نہ لکھ لکھنے والی نہیں شفا فانی دل تھا۔ اگر بلا رشتہ خوب



کی طرف تھا تو یہ سر مشرق سے تھی اور بارہ دہری کی چوڑی کے نیچے سے گزرتی تھی ہمارے سامنے مغرب میں کہیں دور جا کے سر زمین تھی۔ نہر کے دونوں طرف کوئی دس دس قدم بعد کو پتے درخت لگے جیسے تھے اور ہر جگہ بکریوں کے جھوٹے جھوٹے ٹیلے سے بے بوئے تھے۔ بڑا قلاب انھیں چوٹی کے نہایت خوب صورت مقام پر لایا تھا۔ بارہ دہری کے نیچے متعہ وغلام سر حکا نے کھڑے تھے۔ میں وہاں سے کسی ہمارے اٹھنے کے لیے بڑھ پڑا، با میری آنکھوں کے سامنے بارہ گینیاں اور پچیس کے چہرے آتے تھے۔ دروہنگی تو مجھے وحشت سی ہوتی تھی۔ اب ایک ہی صورت تھی اور میں ایسے کسی موزوں وقت کا منتظر ہی تھا۔ کس غلام کو حاکمیت دینے کے لیے خوب کی تو یہ چند لمحوں کے لیے اس طرف مبدل ہوئی تھی کہ میں نے پیرو سے کاٹنے اور زوراکے متعلق پوچھا، اس نے بتا کر دو اور دھڑکیں بانج میں چل رہے ہوں گے۔ میں فوراً اٹھ گیا اور ان کی طرف دیکھے تو میرے کمر پر آٹھ آنکھوں نے مجھے دکھا بھی نہیں۔ بانج اول عرض میں پھیل رہا تھا۔ کاٹنے اور زور مجھے بہت دور جا کے ایک جگہ پر نہ ٹھوڑی کی طرف سے۔ دروہ بڑی جالیوں میں اچھلی کوئی رنگہ بڑی چڑیوں کو اتارے انہماک سے دیکھ رہے تھے کہ میری آہٹ لا اسامی میں نہیں چلا لیکن جیسے ہی مجھ پر ان کی نظر پڑی وہ فوراً سے ہو گئے، انہر چلائی تھارسے کاٹنے کا تھانتی بے غیور ہوا۔

مہم انہم کو تو بول کے مانا جاتا ہے تھا

میں نے اُسے بتایا کہ اس کا وقت ہی نہیں ملا اور مجھے یہ خیال  
 نہیں تھا کہ اتنی دیر لگ جائے گی۔ کیا تمہیں نہیں معلوم تھا کہ میں  
 اس طرف گیا ہوں؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔  
 "اے اے کو نو کو نو گال" نے بولا تھا کہ تم اُدھر پہنچے ہو کیا ہے اور ابھی  
 اُدھر ہی پہنچنا ہے۔ زور مارنے مجھے بتایا۔  
 "اور اُس نے کیا کیا تھا؟" میں نے بے مہی سے پوچھا۔  
 "اور وہ کچھ نہیں بولتا۔ زور دے کر تو دے کہ کیا کیا بات ہے  
 راجا! ابھی سب ٹھیک تو ہے؟"  
 "ہاں، ہاں" میں نے جلدی سے سر ہلکے کہا۔  
 "ہاں کچھ کیا تھا؟ اور درخام نے کیا کیا؟ تم کو مارا ہوگا؟ ایسا ہی  
 تھا؟ ایکسا ہے وہ؟"  
 "نہیں" میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "میں اُن کے پاس  
 نہیں گیا تھا۔"  
 "پھر کہہ دو گی کیا تھا؟" کانٹے مجھے غور سے ہونے بولا۔ میں

سے گزرتے ہوئے زوردار مہرئی بچے میں بولا: "راجا! اسی قوم پر ہونگے تاج،  
مالا بادشاہ بھی ایسا ہی دھبہ مکمل دورے میں رہتا ہوگا۔  
"ان میں نے کہا: "یہ تو بادشاہ بادشاہ پر منحصر ہے۔ شاید بہت  
سے بادشاہوں کو بھی ایسی فکر نصیب نہ ہو۔  
"ایسے زہین کا لوگ نے اُدھر چھا جگہ بنایا ہے، اُدھر پھر  
کیا ہوگا، اس سے پتہ چلی کہ ہونے لگا۔  
"اے! اچھی تو نے دکھائی کیا ہے؟ کاتے مٹنے نہ سکے بولا۔  
"اُدھر دلائی لیت میں گورے لوگ کے اُٹھے، لوگ بولتے ہیں سب سالے  
پانی بھرتے ہیں۔ اُدھر اندر باہر سب جگہ ریت ہے؟  
وہ یہی فغول باتیں کر رہے تھے کہ ایک جگہ زوردار نے اشارہ کیا۔  
ہمارے دائیں جانب کچھ دوری پر لوگوں کی جھڑکی ہوئی تھی۔ یہ جھڑکی  
کا دوسرا دروازہ تھا تو زہین کی اُمور رفت کے لیے مخصوص ہوگا  
کیونکہ اطراف میں بنے ہوئے مکانات اُتاروں ہی کے ہونے لگے تھے۔  
ہم قریب پہنچے تو ان کی تعداد اُس وقت قطع اور سو تودی کے سبب کا  
اُتارہ ہوا۔ ایک جانب میدان میں درہی بھی ہوئی تھی اور بہت سے  
پتھر بڑے قرآن پاک کی خدمت میں صرف تھے۔ ایک طرف دیگیں چمک  
ہوئی تھیں اور دروازے کے قریب چمکوں پر رکھے ہوئے طوبقات  
کے سامنے قطار در قطار لوگ بیٹھے تھے۔ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں  
تھی۔ قائم کی آمد ہی کے سلسلے میں غبار اُڑا رہا تھا کہ لوہاں اور کھانا  
کرتے کا اُتارام کیا گیا ہوگا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور باہر سے ہانسی بڑی  
اور بہت سے لوگ اندر آ رہے تھے اور اُتارام انھیں تعویذ و  
کی تعین کر رہے تھے تاہم شور مچا ہوا تھا اور لوگ اپنی اپری جگہ اُٹنے  
کے لیے ایک دوسرے کو جھپٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہماری آمد  
سے اُتارام میں کسی طرف ہر فرقہ کی سی ہو گئی۔ ہم خود تو جھینے کے لیے  
اپنے کام سے غافل ہو گئے تھے۔ اسی لیے ہم وہاں میں غیر سے بچتے  
بچتے پیر دھنکے لگ گئے تھے۔ میں تو میں بولی کہ ان کا ساتھ دے رہا  
تھا باہر درہی سے آٹھ کے لمحے کا تے اور زور کی تلاش میں جانا ہی نہیں  
چاہیے تھا۔ میں اپنے کمرے میں جا کے سارے دروازے بند کر کے  
بیٹھ جانا چاہتا تھا۔ مگر میں اور گنتی کی باتیں میرے دماغ میں گونج  
رہی تھیں جیسے سب اُتارام کو شرم رہا ہوں اور جیسے ہر کوئی کے معافی  
منگتے ہوئے ہوں۔ اُس وقت تو میں نے کھڑا ہی نہیں  
تھا، سُنا تھا تو اُس کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا تھا میں بار بار اُتارام  
پر توبہ دے رہتا اور سب کچھ جیسے کسی جھوٹے سے منظر ہو جاتا۔  
کاتے! ابھی اور آگے جا چکا تھا۔ اُس سے پہلے کمر میں داخل تھا اور

نے میری مدد کر دی۔ اُس نے تھوڑی دیر سے اُنے کو ارادہ ظاہر کیا کہ اُس نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ بھی حکم کی ماحول پر بھروسہ میں اپنی طرف سے کہہ کر اُنہی سیدھی باتیں شروع کر دیا۔

مجھے اندیشہ تھا کہ دونوں دربارہ بارہ دروازے کی طرف جانے کا ارادہ نہ کریں وہ بالائی منزل پر آگئے۔ یہاں بارہا شب بصری کا فائدہ لیت لیا کیا تھا۔ یہی مناسب نہیں تھا کہ انہیں چھوڑ کے اس سیدھا اپنے کمرے کا رخ کر لیتا پتا پھر مجھے اُن کے ساتھ کاتے کے کمرے میں جا کر بارہا دروازہ دروازوں میں سوچا۔ اُس کے پیچھے ہندو دروازے اُسے جانے کی ہدایت کی۔ دہر ہو رہی تھی کھانے کا وقت ہوا یہی چاہتا تھا لیکن دروازہ کو بار بار جانے کی غلبہ ہونے لگی تھی۔ پہلے کے قریب ایک اونٹنی ڈھبٹنے کی سگریٹ دیکھ گئی تھی۔ دروازے کی طرف اُس سے پوچھا کہ کاتے کے بستر پر چلنے کے اور فوٹوں کی طرح ہانگ پرانگ رکھ کے سگریٹ ملگائی اور گرس گرس کھنکھانے لگا پھر صرف دو تین کھنکھانے میں اُس نے سگریٹ چھوڑ دیا اور جیب سے سگریٹ کا بیڈل نکال کر بیٹھنے لگا۔ مجھے اُس سے بہت سی باتیں ہو چکی تھیں۔ انہیں شاید معلوم ہو کہ اُنہاں اور اُنہں نے روگن کے لیے کیا کئے ہیں۔ انہوں نے خاتم کے بارے میں اُن کی کوئی گفتگو ضرور ہوتی ہوگی۔ اُدھر اُنہاں کی عمر میں ہر اسے شہر مارنی، ماشا، جمہور اور ٹھکانے سے دی گئی تھیں وہاں بھی رہیں گئے یا انہیں بھی نہیں دیا گیا ہے؟ وہ کس تہ سے کاتے اور اندازہ کو بڑے نوب سے قلاب خاتم کے بارے میں کوئی نہ کوئی ہے؟ میں نے اُن سے پوچھا میں نے پوچھا میں نے پوچھا اُنہیں اندیشہ تھا کہ کاتے سے بخوبی جانے اُن کے چہرہ سے بکا ہر ہے۔ وہی بلبے اُن کی ظاہر میں ہے وہی تھی لیکن اندر کا ماحول، اندر کے زمانے اندر کے کھانوں پہلے ہوئے ہوئے پوچھنے کوئی تھیں تو اُن کی سنا تھا کہ شاید میں پہلے کی طرح یہاں سے جانے کے لیے بہت مضطرب ہوں۔ یا میں نے اسے غلام کرنا کیا کرے؟ وہ اگر وہ چند دن اور بیٹھ جائیں۔ وہ دونوں موتوں کی طرح کی باتیں اُن کے ذہن میں گھر کر رہی تھیں۔ نہ مجھ سے سب کچھ کہنے کی بہت تھی، نہ مجھے اُن کا۔ اُنہوں نے انہیں ایک تک بتا کر کہنے اور انہیں سے کسی بھی انتہا میں کی ہیں، ایسی باتیں کہ اب نہ دیکھا بد رہتی ہوگی۔ انہوں نے اُن دونوں کو نہیں کہا تھا وہ دیکھیں ہوگا کی طرح نرم تانگہ ہیں باہل ہر دوں کے مانند۔ وہ دیکھنے کی بھی نہیں لگی ہیں، اُنہیں انہیں سے ٹوٹنے کا ڈر ہے۔ وہ خود بھی اندر میں سے سامنے ہوتے تو یہی کہتے۔ عرض میں سے اُن کی زبان بھی بند ہو گئی



اور برائے سے وہ مسکرا کر میرے اعتماد میں کیا تھا، صرف مجھ سے مجھے وہ خود تک ہی اعتماد رکھتا ہے۔

مغزوں میں عام چالنے سے آیا تھا۔ میں نے جی پی۔ وہ خاموش نہیں بیٹھ سکتے تھے، دوا ڈالنے سے کہیں کھانے لگا، ادھر جہد راکشیں ڈال گئیں ایسی شکل بات نہیں ہے، درہنہ آکامیادی اوپر آتا۔

آج میں کتنی نہیں تھا، اس سال کو پڑی کا اٹھتا تھا۔ کانتے بولا: "نظر کا بھی تصور رکھنا ہوا تھا۔ ایک دو پھروں میں ہی منوگھ لینا چاہیے تھا کہ سامنے کون ہے؟ اس وقت تو جان کے ملنے کو گھٹنی دیتا رہا۔ ادھر لوگ بھی کم نہیں تھے۔ اس وقت وہ ان کو بھی تو کچھ بولنا تھا۔

زور سے یہ اختیار دینے پر تیار نہ ہو سکا۔ اور کھٹے لیے میں "قسم سے کانتے بھائی" ابھی لپکی کر رہے تھے۔ پوری طرح اس وقت کے برتن میں کٹ دے۔ وہ کانتے سے انکار کرنے لگا، اگر وہ سفارش کرے تو شاید چھل اُسے اپنے ساتھ رکھنے پر تیار ہو جائے۔ کانتے نے وعدہ کیا کہ وہ موقع دیکھ کے چھل سے بات کرے گا، اُسے کی باتیں کرتے ہوئے دے دادا کا ذکر کیا۔ زور کانتے کا یہی کوٹھنگ تھا ہے

کہ جو بوسے دادا سے اس طرح سے ڈالنا چاہتا تھا کہ اسے گھر کانتے کا خیال زیادہ درست معلوم ہوتا تھا کہ اب بہت دور تک اُسے بہت دینی نہیں تھے، کوئی آکا خود نہیں ہوگا اور اس عرصے میں جو بوسے دادا اپنے

کے لیے مناسب ایک تیار کرے گا۔ کانتے دادا کے ذکر پر دلوں میں تھے۔ زور سے اس کے عید رابادی لیے اور کھلے مکان کے کھل آئے کی کام کو بخش کی۔ میں نے بھی اس خیال سے درمیان میں کئی مرتبہ دل دیا کہ میں یہی خاموشی نہیں کر دے اور وہ دوبارہ مجھ سے کوئی

تکلم نہ کرے۔ میں نے آئے زیادہ وقت دیکھنا کہ وہ میرے کھانے پر ہمدردی نہیں ہوگئی۔ وہیں باقی منزل کے ایک لیے چلے چلے کرے میں کھانے کا فرضی اہتمام کیا گیا تھا، یہاں سے وہاں تک پہلے ہوئے دسترخوان پر اسی اقسام کے کھانے چنے تھے کہ آج اب خود کی ذمہ داری ایک لکھ چکنا بھی ممکن نہیں تھا۔ کئی ڈھانڈے

ادھر سے ادھر منتقل کرنے کی خدمت پر مامور تھے۔ مجھے پتہ ہی نہ تھا کہ میں رہی تھی، اس نے اسے اور کم کر دی تھی لیکن میں نے کسی کو احساس نہیں ہوئے دیا کہ صرف مجھے وہ دیکھ رہا ہوں۔ کھانے کے دوران میری دل میں بیشمار ان کے چہرہ پر ہنسی تھی۔ ان پر کوئی

بوجھل ہی طاری نہیں تھا کہ وہ بوسے سے فاصلہ کچھ اور مانوس معلوم کر رہے تھے اور بوسے کو اب بھی مجھے مستحب زیادہ آج ان کی طرف

سے بے چینی تھی۔ لیکن آج جان اور دہریہ کی توجہ زیادہ خوش و خرم نظر آ رہے تھے۔ پیر و فواب کے پہلو میں مضامینوں کی تشریف لے کر آئے تھے۔ لگا کر ان دنوں میں میں ایسے کھانے کھانے جاتے تو ہم

کبھی فرار کا ارادہ نہ کرتے۔ اس چلے پر فواب کی انکھیں بندھ گئیں، ہر جگہ کہ دوسرے لیے وہ کھل کھلا پڑا تھا لیکن اس کی ہنسی بے ساختہ نہیں تھی۔ پیر و فواب کی بات نہیں کرتی چاہے تھی۔ اُسے خود بھی احساس ہو گیا، اس نے فوراً منجوس بدل دیا اور جب وہ

سے چلے لگا کر کیا اس نے کبھی جتنی ریت میں جتنی بولی چلی تھی ہے؟ فواب نے بتایا کہ ان کی اتفاق نہیں ہو سکتی تھی کہ نہایت لذت ہوئی ہے؟

وہ دسترخوان سے اٹھ کے منتشر ہوئے کھتے کہ میں آہنگی سے نکل آیا۔ میں نے اپنے کمرے سے ہی میں اُس کے وہ دیا کمرے میں داخل ہو کر میرے قدم خشک پڑے۔ میں نے کسی دوسرے کمرے میں تو نہیں آ گیا، تمام ساز و سامان اپنی جگہ موجود تھا میں صبح کچھ بڑا

بڑا معلوم ہو رہا تھا۔ رنگ بدلتی چادریں اسے کھینچنے کے خلاف اس پر کھینچ کر بڑا ہوا تھا۔ چھلنے کی جھڑپیں نہ ہوئیں چھل کی جانب میں کھینچنے والے تھیں۔ ایک کون بڑا بڑا کھینچنے والے کھینچنے والے غلام میں گھر میں، دھڑلے اور کئی تہہ کیے ہوئے سفید دھول

کھتے تھے۔ سرگرمی میں کسی بھی تھا، کئی دھڑلے تھے۔ وہیں پہلے ہوئے تھے اور سامنے کمرے میں موٹائی کی جھینسی جھینسی ہوئی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ ابھی بھی کوئی یہاں سے گیا ہے۔ ہر چیز اپنی جگہ

نفاذ اور جیسے سے کھینچی تھی۔ میں سمجھتی ہوئی نظروں سے سب دیکھ رہا تھا۔ لیکن ابھی کبھی ہی نہیں تھی۔ آوازوں سے تمام کمروں کی کئی ہو گئی تھی ابھی کچھ نہ ہوئی۔ کھانے سے پہلے میں کھانے کے

کمرے میں بیٹھا تھا، وہاں تو یہ سب چیزیں نہیں تھیں۔ میں نے ایک بار سامنے کمرے کا کھینچ لگے دیکھا ایک داہلی جیسے صوم ہوا کر کمرے میں کوئی اور بھی موجود ہے غریب محض میرا وہ چہرہ تھا۔

گھر و دش تھا جسے اپنے اپنے گھٹن ہونے لگی۔ کوئی ہوتا تو اسے چھینے کی کی ضرورت تھی سامنے کی بڑی میز پر کھڑکی کے ایک میں چند تھیں

اس کا تھا کہ دیکھ کے لیے میں اپنے پاس ہی رہتا تھا۔ ہاتھ کر کے میں سکوت چھایا ہوا تھا۔ ابھی بند بند تھی۔ ابھی بستر پر بیٹھ چکا

ہی منٹ گزرتے ہوں گے کہ میں بڑا بڑا کھینچنے سے تو میں اسے اپنے دماغ کا کل سمجھتا تھا لیکن دھنک کی آواز میرے کانوں کی گئی تھی

نے جتنی بھی انکھوں سے دروازے کی طرف دیکھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں آئی کہ وہ کھانے کے دروازے پر ہوئی ہے جو کھانے کی آمد رفت کے لیے مخصوص ہے۔ میں اٹھ کے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا لیکن

اسی لمحے مجھے یاد آیا کہ کھانے کی دھنک پر اٹھ کے دروازہ کھولنے کے بجائے کھانے کے قریب کھلی ہوئی کھڑکی پر کھینچی چاہیے۔ ہنسی لگان کی بھی مقصود ہے۔ یہ بات رات عام صاحب نے مجھے یہاں کر کے

پہناتے وقت بتائی تھی میں کمرے کے درمیان مشن پڑنے میں کھڑا ہوا کہ میں نہ غافل رہوں کہ کوئی اور بھی تو ہو سکتا ہے۔ اس خیال سے میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ معاذ شگ ایک بار پھر ہوئی تھی

لے ڈوروں کی طرف دھنک جاتے ہاتھ کے دروازہ کھول ہی دیا۔ آہٹانے کے لیے میری انکھیں بند چلی گئیں۔ سر تانہ تانہ

پاس پہنچے ایک جوان لڑکی کھڑکی کی کھڑکی کے کھینچنے کے وقت کھولنا میں گھبرے لگے میں موتوں کا بار، آٹا چاہتا ہوا اور دھنک کھڑکی پر

پہنچ کر کھڑکی اس کا بدن دھکا ہے جو تھکا تھا۔ مجھے یوں ایک ہاتھ ملنے دیکھ کے وہ انکھیں کھلی گئی اور اُس نے ہر جگہ مجھے تسلیم کی۔ کوئی کی ہر چیز کی طرح خلا میں بھی منتحب کر کے رکھی ہوئی تھی۔ وہ دھکا دھکا

کھینچ کر تھک کر کھڑکی پر کھڑکی کے کھینچنے کے لیے میں کھڑکی کی طرف

"چھوٹی سرکار، چھوٹی سرکار صاحب نے؟"

"ہر میں لی ہے۔" وہ جھپٹتی آواز میں بولی "مگر چھوٹی سرکار کی خواہش میں ہی ہے؟"

میں نے ایک گھری سانس لی، اُس سے میرا آداب کیسے گا اور بہت بہت شکریہ اور اُن کے لیے کہ کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو میں خود بھی سکنا ہوں۔ ویسے بھی یہاں لازموں کی کمی نہیں ہے۔ ہنسی

کراپ۔۔۔ آپ نیچے زمان خانے میں آئیں گی یا نہیں؟ اُس نے لگائی اٹھا کے بے چارہ لگی سے میری طرف دیکھا اور

کھڑکی رہی۔ اُس کا چہرہ تھکا ہوا تھا۔ مجھے بھی اس کے سامنے سے اس طرح ہٹ جانا چاہیے معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ میں بھی کھڑا رہا۔ وہ

دیکھ کر خاموشی آدھی کی اپنی حیثیت میں تو ہو چکا ہے۔ اُس کے سر پا میں بڑا وقار تھا۔ ہندی کو صاحب کی خدمت سے بہت غرضی ہوگئی۔ ہند کے لیے یہ عزت ہے۔ آج ہی وہ ایک کھڑکی کی طرف دیکھا تھا

ہندی تھی۔ "مگر گھر میں لیے؟" میں نے بدحواسی سے کہا "خارجہ؟" آپ کا وقت ضائع ہوگا۔ اُس نے کہا کہ میرا صاحب کس کو میری خدمت میں

پہنچے وہ کم ہی رہی میرا اُس نے ہٹ کے کھانے میں مجھے آداب کیا اور اگلے قدموں وہیں ہونے لگی مجھے چھ نہیں لگا۔ وہ بہت اچھے دھنک دے رہی تھی۔ میں نے دروازہ بند نہیں کیا۔ چند

ہی قدم لگئی ہوئی کہ میں نے میرے کے لیے اس کا بدن کھڑکی پر اندر آئیے۔ میری آواز چھوٹی تھی۔ وہ گھٹتی ہوئی اندر آئی تھی

تھے اُسے بیٹھ جانے کو کہا لیکن وہ کھڑکی پر بند نہیں لگا۔ اب بھی اُس کے سر پا میں بیشن میں ہوئی تھی۔ لڑکی کوئی سی آواز میں

ہندی کی کھڑکی منتحب ہے؟

"بیٹھ جائے۔" میرے لیے میں غالباً اس تک مکرنا تھا

اُس نے گھبرا کے ادھر ادھر دیکھا اور قریب آئی ہوئی کھڑکی کے کنارے

بیٹھ گئی۔ اُس کا گھڑی رنگ منہ ہو گیا تھا۔ بات دیکھ کے میں بھی

گھبرا کر میں نے اُسے اندر آنے کے لیے کہا کہ اب میری کھڑکی

کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کے لیے باب المذہب کے متعلق

بکھڑکے کے لیے گھریں اس سے کس طرح ہوگیوں۔ زمان سے

کہیں کوئی مناسب لفظ نہ ملے۔ میں اندر آئی کھڑکی کے

اُن کے سامنے میں کو معلوم کرنا پڑا تھا اور چھوٹے فواب اور غلام

کے بارے میں بھی کتنا جانتی تھی لیکن میں نے اُسے دیکھا تھا تو اب کوئی

ذکو بات کرنی ہی تھی۔ میں نے دیکھے لیے میں اس سے فواب کا

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195

195



کے ہاں سے پوچھا۔  
”منا ہے، نہ جانے ہاں کا شکر ہے گریہ کی کو۔۔۔“ وہ کہنے لگے۔

”آپ کو زیادہ علم نہیں ہے؟“  
”جی ہاں، وہ دینی آواز میں بولی، برسی کو اس طرف جانے کی اجازت نہیں ہے۔“

”سب خیریت تو ہے؟“  
”جی ہاں، وہ جھڑکتے ہوئے بولی، نہ جانے چاہتا تو سب ٹھیک رہی ہوگا۔“

”آپ ہمیں لائی کی سیرنگ طلب ہے، بقول آپ کے، آپ دونوں میں سے کسی کی خدمت پر مامور ہیں؟“  
”دونوں کی۔“

”کیسے؟“  
”کچھ عرصے سے جی نہیں آتی، پوچھوں کہ اسے دونوں میں سے کوئی زیادہ پسند ہے، میری زبان بھٹکتے بھٹکتے گئی، بہتر یہی تھا کہ میں اسے واپس لے جاتے، دل آفرین گیتی اور بریس کی غلامی بہتر۔ ایک ایک فرقہ انھیں مشتعل کر لے گی اور نہ جانے کس انداز میں بیان کرے، یہاں تک کہ کچھ کہنے بغیر اسے واپس کر دیا اور وہ غصے سے بڑھ کر دونوں باتیں جھپ جھپ اس کے چنگے بولنے لگی۔  
”جیسے کہ اس کا چہرہ مڑنے لگا، اس کی آسانی تھی، مجھ پر ایک ایک ٹوچہ لگا، گھر رہا تھا، اس کا بھی یہی حال معلوم ہوا تھا، آپ یہاں حریفی میں کب سے ہیں، پتہ کچھ اور سمجھ میں نہیں آیا تو میں نے پوچھا۔“

”وہ آڑی آڑی آواز میں بولی، ہندی نے دوسرا گھر نہیں دیکھا۔“  
”یہی آپ نے میں سے دینا دیکھا ہے؟“

”ہندی کی یہی دنیا جنت ہے۔“  
”واقعی یہ جگہ بہت خوب صورت ہے، جنتِ تغیر ہے۔“

”ہندی کا خیال ہے کہ منظر اور علاقوں سے زیادہ جنت کی دل کشی کا باعث اس کے ہاں ہیں، گے؟ وہ زیر لبی سے بولی۔  
”میرے شک، ایسا نہیں، میں نے تعجب سے کہا کہ تعجب کی کیا بات تھی گیتی اور بریس کی غلامی کا دل چاہی کہ وہ میری آغوش میں رہتا، جیسے ہونا چاہیے تھا۔ کبھی میں نے کتنا کتنا دلہن اپنے آقاؤں سے بچانے ہلاتے ہیں، اور میری بات آقاؤں پر بھی تو صادق آتی ہوگی، معلوم ہوتا تھا کہ وہ گیتی اور بریس کی کچھ زیادہ ہی مقرب تھی، انھوں نے اپنی باتیں

ہی غلامی کا چہرہ بھی بولا، اس کا جواب کسی کی سیرنگ جھپٹو بیٹھ گئی۔  
”کیوں مجھے اس کے سامنے سوچے سمجھے زبان نہیں کھولنی چاہیگی۔“

”میں سوچتا ہی رہ گیا۔ ذہن میں نہ جانے کتنے سوال گردش کر رہے تھے لیکن کوئی تیرہویں نہیں ملتا تھا۔ شاید میں اسے ایسے ہی جانے کی اجازت دے دیتا، مگر خاموشی نہایت ناراضگی میں کھائی ہوئی تھی۔  
”ایک بار اسے کمرے میں بولنے کے بجائے کچھ دیر پہلوں نہ اس سے کوئی فرمائش کروں، فرمائش کیا کروں، بہتر نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا حیدر آباد کی تاریخ پر کچھ کتابیں خرید کر ہم کو مل سکتی ہیں؟“

”اس کے پیوں پر پہلی اسکرپٹ کھل اور وہ سرٹاکا کے مستند آوازیں بولی، ہندی کا کمر مڑا، اسے کتب خانے کی کچھ مشدد دے۔ وہ ان کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ اس موضوع پر بھی ضرور کتابیں ہوں گی، مگر اس موضوع پر تو وہ پورے کی پورے نہ جانتا، رحمت فرما کے ایک ایک کتب خانہ کا طالعہ فرمایا، مجھے خیال آیا، اس سے کہوں کہ وہ اس اعزاز میں مجھے غائب نہ کرے لیکن میں نے پیچھے ہٹ دیا، میں نے اس کے لیے میں تنہا کی کڑواہٹ ایک بھیاں بھی تھا، اس کی کچھ کتابیں اس میں کھینچنے کی تھیں، وہ رانی سے کتب خانے کے متعلق بتاتی رہی کہ وہاں مطالعہ کے لیے کون کا کونسا خیال رکھا گیا ہے، پینڈوں کا شور مل کر سے کم کرنے کی فرس سے اطراف میں آؤ، درختوں اور پیلوں سے بڑھ کر گیا ہے، کتابوں کے سلسلے میں اس کی معلومات سیر سے بے حریف کن تھیں، وہ تو بہت کچھ جانتی تھی، حشر فلاں کتاب بڑے فوٹو ہاں نے کس طرح حاصل کی، اورنگ زیب کے زمانے کا کچھ بواقرونی ٹریف کا ایک مختصر حاصل کرنے کے لیے اس نے کسی سنگ وادی میں جاتی کرتے وقت اس کے چہرے کے رنگ بدلتے رہتے تھے، یہی نہیں ہوگا بل میں چھاؤں میں نے کتب خانے کے ہاں سے اس کے تیرہ کر کے پوچھا تھا کہ وہ لایا کرتے رہے۔ وہ اپنے آپ سے بے خبری ہو جاتی ہیں اسے کتنا کم، دیکھتا زیادہ رہا، وہ کبھی برسی کی خصوصیات کا ذکر میرے اشتیاق سے کر رہی تھی، میں نے درمیان میں پوچھا: آپ کو اس موضوع سے دل چاہی ہے؟“

”وہ حقیقت ہی ہو گئی، ہندی کو داستانیں زیادہ پسند ہیں۔“  
”اور اور شاعری؟“

”جی ہاں، کچھ وہ بھی نہ وہ شرم گئیں مجھے میں بولی، مگر زبان کو گھسنے لگا۔“

”میں نے نہیں، میں نے کس سے ہوتے ہوئے کہنے کی خودی اذکار لگایا، اس کی آنکھیں جھلکے گئیں اور اس کا بدن اس طرح سے لگا

جیسے اس کی کوئی چوری پھولی تھی، یہ کیا آپ شعر کہتی ہیں؟“ اس کی خاموشی پر میں نے دوبارہ پوچھا۔  
”میں نے سر جھکا لیا، ہندی کی عرض کو اسے دیوں ہی کو پیش کرتی ہے، وہ رنگ رنگ کے بولی۔“

”چھوٹی بچہ صاحب اور لائی کو بھی تو شاعری سے خاص دلچسپی ہوگی؟“ میں نے پچھنے سے پوچھا۔  
”بہت بہت زیادہ، چھوٹی سرکار تو بہت عمدہ شعر موزوں کرتی ہیں۔“

”کاش ہندی کو اس کا شعر غفر بھی مل جاتا، وہ حسرت کبیر مجھے بھی بولی۔“

”یاد بہت اچھے شعر کہتی ہیں۔“  
”ہندی کس منہ سے تعریف کرے کہ نہ جانے انھیں کسا نواز ہے، لیکن سب سے پہلی ایک عمدہ دہن ہے، چند قریبی لوگوں تک، خصوصاً لائی سرکار کے سوا وہ کسی کو بھی نہیں سناتیں۔“

”اور لائی؟“ میں نے آہستگی سے پوچھا۔  
”لائی سرکار شعر نہیں کہتیں لیکن لائی کی سنی نہیں، اس کی کبھی کبھی تو شک گزرتا ہے، مگر کچھ جھپٹاتی ہیں، کبھی تو سب جتنی ہوتی باتیں ہیں، اچانک اس کی آواز پر چڑھا چکا گیا، کہنے لگی کہ ایک زمانہ تھا کہ ہر وقت میری پرچہ میں شامل رہتے تھے۔“

”آپ کی بات ہے؟“ میں نے بے چینی سے پوچھا۔  
”آپ تو سب کچھ آج گزرا ہے، سب سے چھوٹے سرکار نے۔“

”اس کی آواز بھڑکتی تھی۔“  
”اس سے پہلے اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، کچھ سوچ چکے پڑتے ہیں، بات کاٹ کے کہنا، ہاں، ہاں، مجھے معلوم ہے۔“

”بہت دنوں کے بعد زبان کے آنے سے حریفی میں نہیں پڑنے والی کی جھلک نظر آتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب بڑا کٹھن بدل گیا ہے، زبان کے اندر سے ہلکے ہیں۔“

”اب سب ٹھیک ہو جائے گا، میں نے اسے تسلی دی۔  
”ہندی کو یقین ہے، وہ اس پر بھروسے مجھے میں بولی۔  
”آپ کو اس حریفی سے بہت محبت ہے؟“

”یہ حریفی بہت سے لوگوں کا کام ہے۔“  
”جیسے شک، یہاں اس کے یہی سلیقہ ہوتا ہے، میں نے بڑھاتے ہوئے کہا۔“

”وہ پھر کب کبھی۔“ چھوٹے فوٹو کے ذکر ہی نے اسے منتشر کیا تھا، وہ دھڑکتی دل سب اور دل نہیں، انہیں کہیں بھی نہیں سمجھتا

رہا تھا کہ اس طرح اس کی دل جوتی کر دی اور وہ بولنے لگی، مجھے مجھے دیکھو کہ چند منٹ بعد وہ خود بولی، کیا جناب کو خوش فرماتا پسند کرتے ہیں؟“

”نہیں، میں نے سب سے پہلی میں کہا، میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔“  
”اوہ، وہ نہایت سے بولی، ہندی نے اپنی سنی بولی۔  
”نہیں، بڑا آپ کے آنے سے آرام ہی، شرمش کچھ دھڑکی ہو رہا تھا، چند منٹ میں اس کی سنی تھی، میں نے اس کا دل رکھنے کے لیے بولی کی کہہ دیا۔“

”آپ کچھ آج تو ہے، پتہ کچھ لگتا ہے، جوتے میں سے بولی۔  
”بڑی مددک۔“

”اجازت ہو تو ہندی، سنی کرے؟“  
”مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا، میں نے غصہ لائی غصہ سے اس کی طرف دیکھا، اس کے چہرے پر لاطینا نہ بھلائی ہوا تھا، جناب کی خدمت ہندی کے لیے عزت ہے، وہ بھی آواز نہیں بولی۔“

”مگر آپ تب۔۔۔“  
”ہندی کو زبان کے آرام کے لیے بھی لگتا ہے۔“

”جی، جی ہاں، میری آواز ٹھٹ رہی تھی۔“  
”جناب کو فخر و سکون ہے گا۔“

”جی، میں نے بے حواسی سے کہا، مگر کچھ بات نہیں ہے۔“  
”اس نے دوبارہ نہیں کیا، لیکن سیر پر وہ اسے ایسی نظر لگتی تھی، اسی لیے اس نے اجازت طلب کی کہ لائی نشست سے اٹھ لکھتی ہوئی، اس کی اجازت میں پر میں نے بولی سے سر ہٹا دیا تھا۔

پھر میں اسے دیکھتا اور پکا تا رہا، یہ گرا، ایک لمحے میں اس نے سر جھکا کے مجھے آداب کیا، دوسرے لمحہ وہ کمرے میں نہیں تھی۔

”اس کے پہننے سے کمرہ والی خالی ہو گیا تھا، میں دن کبھی سہری کے ہفتی سے کس حرکت، بیٹھا دروازہ کھلا، وہ جاتے جاتے دیکھا، اس سے بند کر گئی تھی۔ دروازہ کھڑکی کا ایک ہلکے کمرے میں اسے سنا کر رکھا تھا، اس سے تو میں نے سرد اور اسیاد کا قیاس کیا، یہاں تو میرا سر کھلا رہا تھا، کھڑکی سے باہر بھلے سے دیکھے وقت کا اندازہ ہوا۔

جاتے تھے، بار مجھے دروازے پر دستک کا پتہ ہوا تھا، لیکن وہ دوبارہ نہیں آئی، اب شاید وہ کبھی نہ آئے۔ وہ میرے اسے میں کوئی چھٹا بار لڑنے کے نہیں گئی ہوگی، کچھ بات کر ہی گاں آتا ہے۔ دروازہ اس بات پر مجھے یہ کیا ہو جاوے، آج مجھے اس کی بات سننے میں تانی کون تھا۔ اس نے خود ہی تو پیش کش کی تھی، چند منٹوں کے لیے



سہی، مجھے اجازت دو۔ دینی چاہیے تھی۔ کیسے دل کش اور دل نہیں  
 انداز سے باتیں کر رہی تھی۔ آنا ہی اس کے سر ہونے کے انداز میں  
 غلامت اور دل کشی ہوگی۔ اس کے نرم بشر جیسے ہفتہ میں نے دیکھی  
 عورت دیکھے تھے۔ میں بھی انھیں اور پروں پر مندی لگی ہوئی  
 اس طرح آتی دیکھیں وہ مجھ سے اور مانوس ہو سکتی تھی اور مجھے بہت  
 سی باتیں بتا سکتی تھی۔ انھیں جاننے کی جستجو مجھ سے کم نہیں تھی اور پھر  
 مجھے تو انھوں نے ہی سب کچھ بتا دیا تھا جس کو کوئی لحاظ مجھے نہ ہو سکتا تھا  
 میں نے کتنی مرتبہ ارادہ کیا، خاموشی کو بدلنے کی کوری لکھنے کے کچھ  
 کردہ پھر کیا ہے؟ باتیں، اگر وہ اب کے کتنی تو ہیں لیکن اب کو  
 جتنے رکھوں جتنے میں نے کوری نہیں لکھی، بس بستر پر چڑا اپنے  
 آپ کو چٹا کھسوٹا رہا۔

کیا مجھ کو اس مرتبہ وہ خود آجائیں یا ان میں سے کوئی ایک  
 میں نے ان کی بھیجی ہوئی خاموشی پر پزیرائی نہیں کی سبے اندازہ خود آ  
 سکتی ہیں۔ ان کی آمد کے شعور ہی سے میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں نے  
 بستر سے اٹھ کر کمرے کا دام دروازہ دیکھا کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک طرف  
 وہ اندر ہی دروازے سے داخل ہوں تو دوسری طرف کونٹے اور زرد  
 وینڈو میں سے کوئی آئے۔ دام دروازہ بند ہی تھا۔ مورخ غروب  
 ہونے کی وجہ سے کمرے میں روشنی باندھ بیچ کم ہو رہی تھی۔ میں نے  
 ایک بار دیوں میں سارے کمرے کا چکر لگا دیا اور کمرے کی سب سے باہر جھگ  
 کے دیکھا۔ اطراف میں سکوت تھا یا ہوا تھا، پھر میں ستر ہی بند کیا،  
 کوئی نہیں آیا۔ میں نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی کہ آخر یہ سب کی  
 ہے، مجھے کاہے کی ہے کہ ہے، جانے کب تک میں خود سے باتیں  
 کرتا رہا اور بدلنے کی قسمت میری کچھ نہیں تھی۔

دوبارہ درنگ کی آواز پر میری کچھ کچھ دل میں بیٹے بیٹے  
 اچھلنے لگے۔ میں گرا اندھا نظر کیا تھا، میری نظریں میری ہی اندر ہی  
 دروازے پر گئیں، اندھیرے کی وجہ سے دروازہ بالکل نظر نہیں آیا  
 تھا۔ لیکن کان بھی تو سنیں دیکھتے ہیں اس طرف کے جانے کوئی  
 شخص دام دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ میں نے آئی کہوں کہ کون بڑا بڑا  
 زوردار کھٹکھٹے میں سے کوئی چوگا، خود ہی دایں پلے جائیں گے مگر  
 پھر میں نے اٹھ کر دروازے کی پٹی گرا دی، کھٹکھٹا، سو رہا  
 تھا کیا؟ وہ دروازے پر کھڑے کھڑے ہوا۔

”ہاں میں سے انھیں ملتے ہوئے کہا: ”بند آگئی تھی؟“  
 ”تو پھر سو جا، میں چلتا ہوں، نہ وہ جانے لگا۔“  
 میں نے اس کا بازو پکڑنے سے روک لیا، ”دیکھو، کوئی خاص

بات ہے کیا؟“  
 ”کچھ نہیں لاؤں، دوپہر کھانے کے بعد سے دکھائی نہیں  
 پڑا تھا، سوچا تھا کہ پوچھتا کروں؟“  
 ”کیا وقت ہوا ہے اب؟“  
 ”آٹھ بج رہے ہوں گے رات۔“  
 ”آٹھ؟ میں نے حیرت سے کہا۔“  
 ”نئی آ رہی ہے تو خور سی اور جھپٹ لے، سالی کپ کی کی  
 ہوئی ہوگی۔“  
 میں نے اسے اندر بھیج دیا، دروازہ اور کھول کے روشنی کی بجلا  
 ہوتے ہی وہ سیٹیاں، بچے، لاؤں، لاؤں، ”دوسرا کپ آؤ“  
 میں بولا، ”بیرتیرا ہی کھانا ہے کیا؟“

”ہاں ابھی۔“  
 ”ادھر تو نقشہ ہی دوسرا لگتا ہے۔“  
 ”کیسا نقشہ؟“  
 ”میرے بچہ، باجا اور اور۔۔۔ وہ دیکھنے نکال کے بولا۔“  
 ”ادھر تو سالی دیکھا ہی بدلی پڑی ہے۔“  
 ”ہاں؟ میں نے سرسری انداز میں کہا، تمہارے کمرے میں  
 ادھر نہیں ہے؟“  
 ”تو نے دیکھا نہیں کیا؟“  
 ”میں ادھر گیا ہوں۔“  
 ”ادھر کھانے سے پیٹے تو کچھ بھی تھا؟“  
 ”ہاں، میں تو بھول ہی گیا، میں نے خیالت سے کہا۔“  
 ”کیا ہو گیا ہے رات بھر کو؟“  
 ”کچھ نہیں کچھ نہیں، اتفاقاً کی بات ہے کہ مجھے بہ کرون  
 گیا، کسی نے انتخاب تو نہیں کیا تھا۔“  
 ”پر میرے ادھر؟ سارا مال پانی نہیں تھا، کچھ تو پتہ نہیں  
 کمرے پر ہم لوگ ادھر چھانک کے گئے تھے جب تو بیچ گیا تھا۔“  
 ”مگر میں کی کیا کہہ سکتا ہوں؟ میں نے تندہی سے کہا۔“  
 ”چکر کیا ہے لاؤں؟“  
 ”کاہے کا پھر؟“  
 ”کچھ کھانے کو یوں دوڑا ہے، قسم ہے پتہ تو تیرا لگا  
 ہی برا لگتا ہے، وہ پیچھے چلے میں بولا اور میری نظریں اٹھانے لگیں  
 میں چھٹکنے لگا، میں نے اس سے لگا ہی جانے کی کوشش کی کہ اس  
 ناکام رہا۔ وہ جھک کر میرا ہوا بولا، ”ایک بات تو میں لاؤں؟“

”کیا ہے؟“  
 ”اچھے کو جان پڑتے ہیں؟“  
 ”کون لوگ؟“ میں نے تنک کے کہا۔  
 ”میں حویلی کے لوگ آگ؟“  
 ”مگر کی کیا بات ہے؟“  
 ”اپنے کو کچھ نہیں بولنا بدلاؤں۔۔۔ وہ کچھ کہنے لگا۔“  
 ”کیا بات ہے؟“  
 ”کچھ نہیں جانی، جا، جا کے منہ باز دھوئے۔“  
 ”میں تازی، تم کیا کہہ رہے تھے؟“  
 وہ آنا کی کرتے لگا، مجھے معلوم تھا کہ میری ضد سے وہ آؤ  
 جائے گا کیسے مجھے سہ ہوتی رہی، اس کے کہنے پر میں نے فصل خانے  
 جا کے جدی جدی منہ باز دھو دیا اور کھانے کی کھانے خاص دان  
 سے پان نکال کے ایک بیڑا بچے کھلایا، ایک خود کھایا اور دوسری کے  
 سرخانے نصب پیشے میں اپنا پرو دیکھا تو ابابکر گیا، ”پر کل بھی  
 ہوا پھل رہی تھی اور حویلی میں دور دراز ایک روشنی میں رہی تھیں،  
 کانتے تے بیکار شاہک سمی اپنے اپنے کرون میں آرام کر رہے تھے،  
 ابھی کچھ دیر پہلے نیچے اترے ہیں۔ وہ سب پہلی منزل کی اس نشست گاہ  
 میں موجود تھے جہاں ہم کل رات بیٹھے تھے۔ ان کے علاوہ کمرے میں  
 کوئی نہیں تھا، تمام دروازے اور کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور دریا  
 کے برے فوٹس نے سارا کمرہ غرق نور بنالیا ہوا تھا، مجھے دیکھتے ہی  
 جھلنے ہاس لایا اور میری گردن پر کوسے کتنی جھلنے دیے میری پیچ  
 لٹکے نظر رہ گئی، ”کیسے ہو جانا؟ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔“

”ٹھیک ہوں؟ میں سنہا جھگی سے جواب دیا اور بے ارادہ  
 میرے منہ سے رات کی کہے بارے میں کل گیا، شاید اس کے پھر سے  
 بدعنوانی گرا دی دیکھو۔“  
 ”پہلیں گے، رات بھر چلیں گے؟ وہ میرا ہاتھ چمکے ہوئے  
 بولا، ”جانتیں تم؟“  
 ”نہیں، نہیں؟ میں نے جدی سے کہا میں تو توں ہی پوچھا  
 تھا؟ میں نے یہ جتنا نامزدی بھی کر کے اسے ٹوک نہیں رہا ہوں۔“  
 ”ہاں، ہاں، اپنے کو پتہ ہے، تمہارا کچھ صاف دکھائی دے  
 رہا ہے، اچھا ہے، آؤ ایک دو دن میری سہی کرے۔“  
 وہ مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ میرا خواب کمرے میں داخل ہوا  
 اس نے کچھ دیر پر وراٹہ لگا کر ابابکر کا تازہ دم نظر رہا تھا، سب اٹھ گئے

”نئے یکن خواب تیری سے آج ابان اور میری مل کے پاس کچھ پر بیٹھ  
 گیا اور باری باری ہم سب کا حال پوچھنے لگا۔ اسے آج بھی بڑے  
 ہونے تھے کہ ایک خادم پکڑا ہوا اندھا آیا اس نے خواب کے پاس  
 جا کے سرگوشی میں کچھ کہا؟ کہاں ہیں؟“ خواب آؤ پکچھ کراڑیں بولا۔  
 ”بابر تشریف فرما ہیں؟ خادم نے تو بڑا مزہ سب بولا۔“  
 خواب نے اضطراب سے ابابکر کی طرف دیکھ کر پوچھ لیا  
 جانب اور شانگل سے بولا، ”ہمارے مہم زاد خواب شہت جنگ  
 نے ہوئے ہیں؟“

”ابان کوئی جواب دے کے، ان کی تنہا بہت غرور تھا  
 کی جانب اٹھی، جھلنے سے پھل آواز میں کہا، ”ان کو ادھر ہی لایا جاتا  
 ہمارا بھی یہی خیال ہے۔“ آپ حضرات ان سے مل کے فیض  
 خوش ہوں گے، خواب تنہا تے مجھے یہ بولا، وہ ایک نہیں دیکھی  
 انھوں نے خون پر آپ مسلمان سے کتنی خواہش میں ہر کی تھی؟  
 ”میں بھی ان کو دیکھنا چاہتے تھے؟ اگر خواب کے لیے میں کوئی  
 معنی تیری نہیں تھی تو جھل کی آواز بھی آؤ گی سے رات تھی۔“  
 ”آپ، انھیں جانتے ہیں؟“

”خود راہت؟“ بس نے سر ہلاتے ہوئے کہا رات آپ کی  
 ان کے بارے میں کچھ بول رہے تھے؟  
 ”جی ہاں، وہی؟“ خواب خوش دلی سے بولا اور جی سے اٹھ  
 گیا، ”ان سے ہمارے کئی رشتے ہیں بلکہ کہا جاتا ہے زیادہ مناسب  
 ہوگا کہ وہ اسی گھر کے ایک فرد ہیں؟“

”خواب کے متعلق کرنے کے باوجود ابابکر جان اور میری بھی اس  
 کے ساتھ اٹھ گئے ہیں، میرے جھل زوردار کے کھانے ہی کھڑے  
 ہو گئے۔ ابابکر اور زوردار کو یہاں دیکھ کے خواب شہت جنگ کا  
 حال ہو سکتا ہے۔ آئے والے نمون کا انھوں نے میری طرف بھی کھلے  
 دیکھا انھیں ہوگا۔ میں نے ابابکر اور زوردار کے چپے دیکھے چاہے  
 لیکن وہ دونوں آگے بڑھ چکے تھے، خادم پیٹے تے ابابکر چلا گیا تھا۔  
 مہم زاد ابابکر میری تھا، معاذ ورا سے پروردگار نے کھڑے  
 سرخ رنگ کا تری کوئی اور بیٹھی تھی وہاں پہلے ایک چاندی ہو کر کھلی  
 اندر داخل ہوا۔ وہ خواب شہت جنگ ہی ہوگا؟ ابابکر بھی نہیں  
 تھا کہ اسے ہوگا کہا جاتے۔ دروازے ہی سے اس نے سب کو آداب  
 کیا۔ بڑے خواب نے ہمارے بارے میں کچھ کہنا یا اگر وہ دوسرے  
 ہی لیے مجھے سب کچھ فتنہ دیو ہو گیا، خواب شہت جنگ صرف چند  
 قدم بعد خشک کے رک گیا۔ اس کی آنکھیں اچھا کھلی گئیں، ابابکر



اور زور پڑا کہ نظر پڑی تھی مگر آج انہوں نے اسے جراتی کی اتنی صفت نہیں دی، لہذا اسے اور سزا دے دیں۔ اسے سلام کیا اور دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ نواب شہت جنگل استیجاب کے عالم میں ان سے بھل کر بولا آپ ؟ ۔ ۔ ۔

شاہر مدتی طلب کا کر شہر ہے : آج ان کی آواز بھولے ہی تھی۔ نواب کو چہرہ بھی نہیں آیا۔ اس نے سرگرمی سے خوشگوار لہجے سے ہم سب کو دیکھا ہر اس کی نظریں آج ان کے چہرے پر اس کے ہم گیس : ہمیں شبہ کہ ہم کسی خوب سے دوچار ہیں ؟

حاکم اچھے خواب تھے : آج ان کے چہرے پر اس کے لیے بھی کیا۔ مے شک ہے ملک : نواب شہت جنگل منٹ پڑا، آواز میں بولا : ہمیں آپ کو یہاں دیکھ کر سترت ہوئی۔ یہ بھی بھلا ہی مگر ہے مگر خیر، ہماری سمجھ میں آ رہا ہے ؟

آپ شہت جنگل تو رکھے : سلسلے لانے پر اسے تو شہت جنگل تماشے دکھائی ہے : آج ان سے سکون سے کہا : ہمارے لیے بھی اس جولی سے آپ کے تعلق کی ضرورت جبران کو تھی۔ رات ہی نواب صاحب قلعہ آپ کی نسبت کچھ فرمایا تھا :

آپ ہمارے بھائی سے واقف ہیں ؟ : بڑے نواب نے بے گلی سے کہا : مگر آپ نے، آپ کے ہمیں نہیں بتایا تھا ؟

حاجم اس ملاقات کا کٹھن کھینچا نہیں چاہتے تھے : آج ان نے اطمینان سے کہا : اور کوئی حیرت خوار دینے کی ضرورت نہ تھی۔ نہیں آئی اور پھر نواب صاحب قلعہ سے ہماری شناسائی کو دلچسپی کئے ہوئے ہیں :

چند دن مضی چند دن : نواب شہت جنگل تیزی سے بولا : بھائی میاں ! ہم نے آپ کو بڑے کرم کے حلقے بتایا تھا ؟

یاد نہیں آپ کو ؟ : اودھ : ہم سب کتا عجیب ہے۔ بھائی میاں ! یہ ہمارے دی کرم فرمایا جنھوں نے بے کمال محبت میں وہ نادر تیش بنا پھر عطا فرمایا تھا :

بڑے نواب کی پیشانی نگرانی سے سناتے لیجئے ہیں بولا :

آپ سچ کہہ رہے ہیں شہت جنگل بھائی ؟

ہاں ! ہاں ! اور ہم نے آپ کے کان میں تھا کہ ہم کسی صاحب وقت پر اپنے انجمن ہندگ : اپنے حاکم صفت میں سے آپ کو لائیں گے۔ آپ اور اہل ریش پڑشانیوں میں گھرے ہوئے تھے اس لیے ہم ٹھہرے رہے مگر کیسے ؟ یہ سب کیسے ؟ وہ متوہم آواز میں بولا : بھائی میاں ! برا کرم ہمیں بتائیے :

کیا موقع کریں : ایک طویل زور دیا ہے : بڑے نواب نے بکھرے لیجئے میں کہا : یوں بھیجیے شہت جنگل بھائی : ہماری باری آگئی تھی اس بار ہمارے سرانہ بزرگ کے خود دستا کے لیے ہمارے خانوادہ کی باری آگئی تھی۔ قلعہ میں آئے اگر آپ کو ایک بے نظیر میرے سے نوازا ہے تو ہمارے لیے مستحب ہے ہر سوغات لائے ہیں۔ یقین کیجئے : ہمیں آپ کے زور و لاس : اس کا کوئی مول نہیں ہے : مکین قلعہ عالم کا تعلق بھی انھیں حضرت سے تو نہیں جو ہمارا عالم تاب : ۔ ۔ ۔ نواب شہت جنگل کی جبریت زور و لاس میں آگئی۔ بڑے نواب نے سر جھکا لیا : آپ کو اگر اپنے گرمی تدر و ششادوں کی دیکھ سے ہمیں مشفق کرانے کا اشتیاق تھا تو ہم میں اور اچھے سے معاف نہیں : اپنے والا محبت مہمانوں سے آپ کو کوئلے کے لیے بے تاب تھے :

نواب شہت جنگل کا چہرہ استیجاب تھا۔ جتنی بھی آگئی : ششادوں کی کیفیت میں دوچار گولوں تک ساکت کھڑا رہا۔ چمن پیر وادیم سب سے بھی غافل ہو کر رہے : آج ان کو دیکھ رہے تھے۔ کبھی بڑے نواب کو اور کبھی اسے پھر آج ان ہی سے پہلے کی انھوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر نواب شہت جنگل کے شانے پر ہاتھ رکھا تو اس نے دیوانہ وار انھیں گھسے لگا لیا۔ بڑے نواب اور آج ان کے ساتھ وہ محنت پر آگیا تھا : اس کا سارا وجود کھلوا تھا۔ آج ان نے اس کی خبر سے پہلے تو اس نے شکایت آہستہ شائستگی سے جواب دیا کہ وہ کل رات آج ان کی جتنی جوتی تھی، پھر صبح دفتر جاتے جوتے لگے تھا۔ رات سے آج ان کا ہتھکڑا آج ان کی ضروری کام سے دور گئے ہیں۔ جس سے آج ان کا ایک کرشمہ سے دور گئے ہیں۔ اسے جبریت تھی کہ آج ان نے اپنا ایک کان کا ہتھکڑا لیا : اس نے ڈرکھی نہیں کیا۔ کئے لگا کہ یہ تو اس کے دم و لگان میں بھی نہیں آگتا تھا کہ آج ان اس کے اتنے قریب ہیں اس کے اپنے گھونٹوں ہیں پھر بھی وہ آج ان کے پہلو سے لگا شیفٹ و دارتہ اخلاص میں رہیں کر ہتھکڑا خان صاحب نے اس کے کھاتے چنے جانے کی اطلاع دی نواب شہت جنگل نے آج ان کا ہتھکڑا سے کھانے کھانے کے لیے میں آیا اور اس نے بیزبان ہی کی طرح ہم سب کو بٹھایا ہے : آج ان کا ہتھکڑا بڑا بڑا اس پر پڑی تھی تیرہ سب سے ہوتی چائیں : اس کی یہ سبے سانگھی خبر پڑھاری تھی : آج ان کو یہاں دیکھ کے پولا فعوی رد عمل : لیکن رفتہ رفتہ اس کے ذہن میں طرح طرح کے سوال گونج رہے تھے اور میں ہوا، کھانے کے دوران وہ کھویا کھویا نظر

رہے لگا : اس کا کمر بے لحد بڑھتا ہوا اضطراب اس کے چہرے سے نمایاں تھا۔ یہ مجلس : آداب کے خوف سے ہاتھکڑے لوگوں میں دو کوئی اور سوال کرے جس کا جواب ہاتھوں کی شگفتگی نہ تھا جسے کچھ نہیں کیا تھا : ہتھکڑے نواب نے اس دوران اسے کب کیا کیا کیا جو کہ قائم کو ساتھ لانے والے لوگ کو ان میں : یہ تو اسے معلوم ہی ہو گا کہ ہزاروں کن لوگوں کے ساتھ تھی، جنھوں نے اس وقت شہت جنگل کیسے آوی سے بازار کا آوازیں لیا تھا اور جنھوں نے ہمارے استیجاب پر نواب خانہ بپ کی گزرتی پر جا تو کھڑا تھا۔ آج ان کا ایک محنت آج ان اور ان کے ساتھ کئے والوں سے وابستہ تھی یہ سب کچھ نواب شہت جنگل کو بہت بے سراسر نظر آ رہا ہو گا۔ آج ان لاہور آباد کے سب سے بڑے ہوئے ہیں : اس کے گھر کی تمامان کے پیرائے اور اس کے جائزہ جائزہ نام کی گزشتہ و سفارش کے بغیر ایک فریضی ہیرے کا خاندان : ایک بڑی حویلی کی نقد خریداری اور یہاں ان کے ساتھ موجود ہونے لوگوں کے چہرے : آج ان اور زور کے سوا ہم میں سے کسی کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ خود بڑے نواب کو آج ان اور شہت جنگل کے تعلق : میرے کی سعادت و فیض کی جبریت کہ نہیں ہوگی لیکن اس کی بات دوسری تھی : درمیان میں ایک مکمل دن گزر چکا تھا۔ آج سے پڑنے والے لوگوں اور وہاں گزرنے والے واقعات سے وہ پہلے ہی واقف تھا۔ اتنی انھیں باتیں جاننے کے بعد اس کے خیال میں اب سب کچھ ممکن ہو گا۔ اس کی مظلوم اسحق قائم بہ حال حویلی میں موجود تھی اس لیے باقی سب بچوں کا تو دل ہی قبول کر لیا تھا یہی تھا۔ قائم کی اس کے بعد اس کے دل فریضی تھے : ہمیں بھی وہ بادر و زور گرا دیکھنے کا موقع ملا ہے : لیونیا لہجہ مثال آپ ہے۔ ایک عرصے بعد ہم نے اس انھیں شہر دیکھا ہے : کھانے کے دوران بڑے نواب نے کہا : آج سے نواب شہت جنگل کی مہضرا نہ کیفیت کا کچھ احساس ہو چکا تھا : شہت جنگل ہند لے پہلے گھر کو سا بٹھا تھا : یہ بات اسے تو کئے کے مترادف تھی۔ نواب شہت جنگل سبیل گیا اور پہلے لیجئے ہیں بولا اور وہ : ہم چائیں اس کی قدر و قیمت منکشف ہو رہی ہے۔ ہم نے ہاتھ لگا تھا : سو سب سے اسے لے کے ہم پہنچے بھائی بھائی میاں : اس کے اس کے تھے : یہ اسے دیکھ کے دنگ رہ گئے تھے۔ پانچ گھنٹے، محنت بھائی : آج بتائیے کہاں سے دستیاب ہوا۔ ہم نے کہا : بس ایک مکھی دے گی : سمجھو : اسماں سے کھو گیا ہے۔ وہ دوا سے پر رماں نکالتے سب میں اب کہہ سکتی آج : انھیں یقین نہیں آیا کہ کسی کو

جی نہیں آتا : اودھ : ہم نے ریاست کے ایک چہرہ شناس کو کھلیا تھا۔ درمیک زور و لاس بدل بدل کے نظر دیکھتے رہے۔ پانچ گھنٹے سے : ہم نے دی اتنی جتنی جاتی میاں کو جاتی تھی : انھیں بھی کوئلے میں آج ان کے آگئی کے لیے نہیں بات نہائی کہ یہاں سے خاندان کے ایک قدم میں : ایک ہندگ زور و لاس تشریف لائے تھے : انھوں نے ہمارے ہوتے اپنی کھانسی کے احوال میں ازراہ کٹھن و محنت میں عطا فرمایا ہے : ان کے خیال میں ہمارے سوا اب اور کوئی اس کا حق نہیں تھا : نواب شہت جنگل نے پیشانی کے انداز میں : آج ان سے کہا : یہی کچھ کہہ سکتے تھے : مگر انھیں دکھانا ہی غلط ہوا۔ چہرے ہاتھ کے کس کس صاحب ذوق نے ہم سے فرماں کی بات کرگ : کنگ : کنگ : ہمیں پہنچ گئی : اتفاق سے ان دنوں ہمارا جاسوس دھریا ہیرے آئے ہوئے ہیں : ان کے پاس میں مشورہ کہ وہ اسان ریاست کو چھوڑے اگر کسی کے پاس نادر تیش ہیں : وہ کاغذ پر ہے : تو سارا ہا : ہسی : دھر کے پاس کیوں بھائی میاں ؟

جی ہاں : ہیروں سے ہمارا جاسوس کی تو عجیب جگہ انہیں مشورہ میں : بڑے نواب نے شہت جنگل کے لیے میں شہت جنگل کی بات کی اور آج ان کو بتا کر میں اسے کسی پہنچے ہیرے کی شہت جنگل کی بات کی ہمارا جاسوس وقت تک چھین نہیں آتا جب تک اسے دیکھ لے اور دیکھنے کے بعد اگر میں پسند آجائے تو کیجئے ہمارا جاسوس : ہیروں کو نہیں ۔

اس مرتبہ بھی کبھی ہی ہوا : نواب شہت جنگل اپنی دواز میں ملا : ہمارا جاسوس ذوق و شوق کے عالم میں آئے تھے : ہم نے ہیرا سنا سے رکھ دیا : تو پہنچے ایک کمال ہوا اور پھر پہنچے اس وقت میں اس کی اصلی قدر و قیمت کا اندازہ ہوا : ہمارا جاسوس : ہیرا : اور ان کے چہرے پر دیکھتے جاتے دنگ : دیکھ کے : ہیرا کی تعوی بہت بھانچا نہیں : ہمیں بھی یہ کہیں ہمارا جاسوس شہت جنگل سے اس سے ہیں ان کی نگاہ مستعد ہے۔ ہمارا جاسوس نے اپنے دوازی سوال کیا : ہمارے جاسوس اطمینان میں ہوتے : جھپٹے ہوئے کئے گئے : آپ کا کچھ اور خیال تو نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا : جناب دالایے ایک نقشہ : وہ خاموش ہو گئے : کچھ توقف کے بعد یوں : کوئی ایسا حق فاس نے آپ کو یہ انمول چیز سمجھتی کی ہے۔ ہمیں بتائیے : شاہر : ہمیں جانتے ہوں : آپ کے والد گرامی کے بیشتر املا و احباب میں بے شمار حاصل ہے : ہم نے جواب دیا : ایک دن کے بعد وہ ریاست تشریف لائے



میں وہ عزم کے حوالے کے بغیر ہمارے لیے بھی وہ نہیں ہی تھے۔  
 ان کا اتفاق ریاست سے نہیں، شمالی ہندوستان سے ہے۔ ہمارا پاس  
 سے اور تلف لینے کے لیے ہم نے کہا، گمان ہے کہ ان کے پاس  
 اور بھی کچھ پتھر ہوں گے۔ مریٹلانے گئے اور فرمایا کہ ان سے جاری  
 ملاقات ممکن ہے۔ جو اب میں ہمارے تامل و تدبیر کے وہ اویسے قرار  
 ہو گئے۔ پھر پھر اور کسی دھمک و دھپ میں بھی شاید ہی مرد  
 کا کوئی بڑا رکھو رہا ہو جس سے ہم واقف نہ ہوں۔ ہمارا خیال نہیں  
 کہ یہ ہے۔ ہم نے عرض کیا، ہم اپنے بزرگ کو ملاقات کی خواہش  
 ضرور پیش کر دیں گے، ہر چند کہ وہ ایک گوشہ نشین شخص ہیں، انھیں  
 جیسا کہ اوسے سے ہانے کی بھی جلدی ہے۔ اگر قیام ملے تو اب ورنہ  
 وہ بارہ دہائی پورانا اللہ فرمایا، ہم اس عزت افزائی سمجھیں گے  
 "گو آپ نے ہمارا کاجی کی پیش خوشی اور میرا کامیابی ہے۔"  
 بڑے نواب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان کی حالت و دینی تھی۔ بعد میں اس اس بھی ہو کر ہمیں  
 صاف منع کر دیا یا ہے۔ مقام۔ ہم کو بھی یہی مذکر کرتے۔ ہمارا کاجی ملاقات  
 ہے چاکری کی کسی تھی۔ اور بخدا، ہماری کسی اور چیز میں وہ کسی رغبت  
 کا ہرگز نہ تھا۔ ہم ان کی مذکر کرتے۔ ہم کو گھیرنے کے تھے کہ ہمارا  
 ہم سے زیادہ تفصیلات نہ پوچھنے لگیں۔ ہم انھیں کیا بتا رہے تھے۔  
 کیوں کہ اس سے زیادہ ہم خود کہتا جاتے ہیں۔ ہم ان سے کیا ضروری  
 کرنا بھی تو خود ہم پر ایک غصہ جرت جاری ہے۔ ہم اپنے اس بزرگ  
 کی اس نادرش کی ہر تشریح میں کہتے ہیں اور اس نتیجہ پہنچتے ہیں  
 کہ یہ ضرور ہماری کوئی آزمائش ہے۔ ہم اس لیے کہیں، یہ پناہ و شفقت  
 محبت کے متحمل بھی ہو سکیں گے کہ نہیں؟ نواب شہنشاہ جنگ کے بھی  
 میں معذرت اور شکریہ علاوہ تشویش بھی شامل تھی۔ وہ بڑے نواب  
 سے پوچھتے تھے کہ جہاں میاں آپ ہی تھے، اگر ہمارا کاجی ابھر  
 اٹھ کر سوال کرنے لگے، بظاہر ہم سے اس کا اشارہ، انہاں کی طرف  
 تھا۔ کوئی بات یہ کہ کچھ جملے بغیر ہم واضح طور پر کہہ کر کہتے تھے۔  
 ہمارا کاجی ہمارے گھر تشریف لائے تھے۔ ان سے قدریم و والدہ کا اتفاق  
 تھا کہ ہم اس طرح کچھ عرض کریں اور کم و بیش یہی کچھ تھا۔"

"آئندہ بھی ضرور ہمارا پاسے نیاز حاصل کریں گے، انہاں  
 نے تیزی سے کہا۔ ان کے ہونٹوں پر مسکرائی ہوئی مسکراہٹ چھیلی ہوئی  
 تھی۔ میں جلد ہی والدین کا نام لیا ہے۔ نواب صاحب کا اصرار تھا کہ  
 مشکل ہو گی۔ انشا اللہ والدین ہی ہو گی۔"  
 "نہیں یہیں ہے کہ کل صبح ہمارا کاجی کوئی قصداً آئے گا یا نہیں؟"

وہ خود بھی تشریف لائے تھے ہیں۔ نواب شہنشاہ جنگ نے کسی قدر کچھ  
 ہونے والا نہیں کہا۔  
 "مردست تو ہماری طرف سے معذرت ہی چاہ لیجیے۔"  
 انہاں اتنی آواز میں بولے۔

"ہماری بھی یہی منشا ہے۔ مگر اندیشہ ہے کہ ہمارا کاجی روز  
 خیال فرمائیں۔ جہاں میاں سے بول رہے ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ  
 ہر حال ہم ان سے کسی طرف نہ ہٹیں گے۔ اپنے حرم جنگ کے لیے  
 کسی حرم میں بار بار ظاہر ہونا ہمیں گوارا نہیں۔ یہ ذکر تو وہی ہی کیا تھا  
 یہاں ملاقات کا یہ خوش گوار حادثہ پیش نہیں آجائے تو شاید ہم نہ کبھی  
 نہ کر سکتے۔ اصل میں بات یہی تھی اس باعث ہمیں کچھ ایسا کہنا  
 ہوتا ہے۔ ہمارے حرم سے نرانا تھا کہ آپ کے پاس کچھ اور بھی فائدہ  
 ہیں۔ یہ بات ہمارے ذہن میں نہیں محفوظ تھی۔ چنانچہ ہماری بیوی کو  
 خیر راہی بھی مگر بغیر شوہر کی نہیں بھیج کر ہمارا پاسے بہتر کن ان کا  
 قدر واد ہو سکتا ہے۔"

میں نے کہا کہ کھل کے سامنے ہر سوسوں بڑی ہوئی ہیں مگر  
 اُسے درمیان میں نہیں بولنا چاہیے تھا۔ وہ نہیں بولے۔ تو وہ اپنے کسی  
 کھانے کے کمرے سے اٹھ گئے اور وضو خود بخود بدل گیا۔  
 نشست گاہ کی طرف آئے ہوئے راستے میں بڑے نواب نے یہی  
 حرف اشارہ کر کے نواب شہنشاہ جنگ کو میری اور انہاں کی کسبت  
 بتائی۔ شہنشاہ جنگ چلتے چلتے رگ گیا۔ اس کی آنکھوں میں تیز ٹپک  
 ہو رہی تھی۔ میرے قریب آ کے اس نے مجھے گھر لے لیا۔ ماشا اللہ  
 ماشا اللہ ہمیں سوچ رہے تھے کہ ہر بڑی کے خال و خصلت میں ہر چیز  
 سے کون سی بات ہو سکتی ہے۔ وہ میرے شلے پر کڑکڑا کر زور زور  
 سے جاتے تھے۔ نواب آپ کے جب تیار ہوئی تھیں، وہ بڑے نواب  
 سے ہم نے بدلتے ہوئے اس کے اشارے کو دیکھا۔ اس کی  
 آنکھیں ستر یا میرے گرد نہلا رہی تھیں۔ یہی صحت اور تناسب  
 رکھے گا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا، ہماری طرح نہیں کسی زمانے میں ہم  
 بھی آپ کے مانند دل کش اور چاق و چوبند نظر کرتے تھے۔  
 "اب بھی آپ ان لوگوں میں منفرد ہیں۔ بڑے نواب نے یہی کلام  
 کے لئے کہا۔"

"کہاں جہاں میاں اب تو آئندہ دیکھتے ہوئے شہر ہونا ہے  
 جب سے نہیں چھوٹی ہے۔ مارا جسم کاٹھ ہو گیا ہے۔ وہ عمارت  
 سے نابل ہو کر بولا۔ آپ بھی کچھ جھپٹتے ہیں؟"  
 "جی، جی ہاں! میں نے بھی کچھ پگھلاتے ہوئے کہا۔"

"لیجیائیں میں لک لک بھی مصل ہو گا۔"  
 "مگر میں بھی نہیں۔"

"دل نہیں میں میں ہے؟" وہ اشتیاق سے بولا۔

میں نے اسے کہا کہ ہاں، چاقو بازی، لڑائی، جھڑپنا، اور آواز کی گھڑی  
 میں نے بھی کھیل کھیلے ہیں۔ میں کون کون سے کڑب کا کام کیا۔ اسکول  
 کے زمانے میں لڑ باں، بیڈمنٹن اور کئی تھوڑی بہت کھیلی تھی۔  
 اس کے بعد موقع ہی نہیں ملا۔ دونوں کی ساری نظریں کچھ دوسری کوئی چیز  
 مجھے کچھ نہ کہہ کر رہا تھا۔ اگر میں یوں ہی کسی کھیل کے پاس سے کہ  
 دیتا تو وہ مجھ سے اور نصیحت پہنچنے لگتا۔ میرے منہ سے نکلی گی  
 "نشانے بازی؟"

"ہاں جی، اس کی آنکھیں کھلی گئیں۔ بڑے نواب کی نگاہیں بھی  
 مجھ سے چاروں طرف تھیں۔ مگر دوسرے نے اس سے اپنا سر ہٹا کر ان کا  
 راز نہ دیا۔ نواب شہنشاہ جنگ نے تعجب سے پوچھا، ہماری مراد  
 ہے کس ہتھیار کی نشانے بازی سے آپ کو شغف ہے؟"

"میں سے منظور بہت۔ میں نے دیکھے ہیں میں بول رہا  
 "پھر تو ہماری آپسے خوب سمجھے؟" وہ ہوشی آواز میں بولا۔  
 "جو ان مردوں کو یہی خوشی ہونا چاہیے کہ کوئی خاص ہتھیار ہمارا  
 خیال ہے بد وقت؟"  
 "ہتھیار کوئی بھی ہو تو شاید تو رگہ رگہ ہوتا ہے۔ مجھے بھی کھلی  
 بات یاد آگئی۔ میں نے دوسرا دی۔"

"میرا نواب؟" وہ اچھل کے بولا۔ "یہ ٹپک سے ٹپک؟"  
 بڑے نواب نے اس سے دوسرے لوگوں کا تعارف نہیں  
 کیا تھا۔ شہنشاہ جنگ نے بھی جستجو ظاہر نہیں کی۔ وہ ایک ماحول  
 اور کبھی کوئی معلوم ہوتا تھا۔ بڑے نواب نے باقاعدہ تعارفی رسم  
 انجام نہیں دی تھی۔ لہذا اسے بھی کہیں نہیں کرنی چاہیے تھی۔ میں نے  
 اس کی بات کو اتفاق بڑے نواب نہیں تو کبھی نہیں تھا۔  
 قائم کے آئے کی خبر نواب شہنشاہ جنگ کے کسی بھی عرض میں ہونا  
 کہ وہ جلدی اس کے لیے کوئی مولی و قانون ہو گی۔ اس کی بہن گیتی  
 نواب عالم کی بہن کی رشتیت سے عورتوں میں موجود تھی مگر کتنے  
 قدماں کے جس سے یہ کوئی تردد دکھائی نہیں دیتا تھا۔ دوسری بات  
 ہے کہ بعض لوگ چہرہ چھپاتے ہیں بہت شاق ہوتے ہیں۔ ایسے تو یہ  
 ہرگز نہیں کسی حد تک بھی کو آنا ہے اور پھر لوگ ایک دوسرے سے  
 دھوکا کھاتے ہیں۔

نشست گاہ میں وہ کچھ ہی دیر بیٹھے۔ پھر قائم کی اطلاع

ہر عورت کے ایک اور حصے میں بیٹے آئے۔ یہاں قالیسی بچے ہوئے  
 اور گاڈ لیکے گئے ہوئے تھے۔ محل کے پتہ صفحہ تیار تھا۔ فرش  
 کے وسط میں گولیوں کے ڈھیریں لگ دیں۔ ان کا ہفتا۔ اگر ان سب  
 رہی تھیں اور ہر طرف خوشبو بھری ہوئی تھی۔ یہ ایک ایک بل کر تھا،  
 عورتوں کے دوسرے حصے میں گولیوں کے مانند یہاں آ کے ہل کر  
 مورتوں کا اہتمام ہے۔ ہمارے لیے مخصوص نشستوں کے صحنہ میں کچھ  
 قصبے پر سیاہ شیر و انبوس میں بھوس تو الٹے تھے۔ بظاہر کچھ کے  
 کاتے اور زوراً مجھ سے جھٹ گئے۔ "قسم ہے راجا! ابھی تو راجا جان  
 بنے گا۔ زوراً بے تالی سے بولا۔ کاتے سے چپکے سے یہ کہ  
 میں کہا۔ نواب تو اتنا تھکا کاڈول ڈال رہا تھا۔ دونوں بالوں کی دہرے  
 وہاں کیا؟"

"اس نے انہاں اور میری طرف سے بچا تھا کیا؟"  
 "اشارہ کیا تھا؟" وہ سرگوشی میں بولا۔ "دونوں لڑکوں والے  
 بیٹھے رہے، پھر قوال پر ہی اتنا تھا اس کی ادھر کا فرماں مالک  
 ہوا۔ لاڈلے اسوچا، استاد کو ٹیکا لگاؤں! کلک الٹک ہنواؤ۔ پرانی  
 زبان لگے کو میں پٹی؟"

"کاتے جہاں؟" میں نے اس کا راز ختام کے کہ میں جی ہوتا  
 "کیوں لاڈلے؟" وہ شہنشاہ سے بولا۔  
 "میں کہتے ہیں ہاں کے آدم کر رہا؟"  
 "آدم تو نے ابھی خود کیا ہے؟"  
 "مگر مجھے نیند آ رہی ہے، اسچی مرنے سے میں ملتا ہوں۔"  
 "ایسی کیا جلدی ہے کچھ؟"

"کیا ضروری ہے کہ میں بھی ٹپک ہوں؟"  
 "چھوٹے ہوئے لوگ نہیں آتے ہوں گے۔ لاڈلے اسیلا  
 کو ہی لایا گیا ہو گا۔ ادھر اس حال میں جہاں خوشی و دھڑلہ، رنگ  
 دیکھ کے فضا کرنا، ادھر کر رہے ہیں اکیلے جڑ جھونکے لایا؟"  
 "ہم کچھ جاتے ہی دکھاتے جھانکا؟"

مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ کاش دہری کی طرح کانٹے کے  
 سے میں چپکے سے نکلی پڑتا کاتے نے مجھے آگے کی طرف دھکیل دیا  
 اور اس سے پہلے کہ میں لوٹ کے دروازے کا رخ کرنا نواب شہنشاہ جنگ  
 میرے پاس آ گیا اور دار دروازے مجھ میں بولا۔ "آپ نے اتنے بڑی کا  
 کہہ کے بے قرار کر دیا ہے۔ دل ہی کتاب کہ ابھی وہ لوگ کال کے  
 باہر ہیں اور آپ کا کال دیکھیں؟"

"میں نے آپ سے پہلے کا اتفاق کچھ کوئی کہاں حاصل نہیں ہے۔"



مگر تم نے اس طرح نہیں سنا جس طرح آپ نے کہا ہے۔  
 وہ لانا بھی اس کے انداز میں لولا تم بھی کچھ اس طرح کرتے ہیں؟  
 آپ اپنے نشانے باز مسموم ہوتے ہیں؟  
 مگر میں کہتے تو زیادہ مناسب ہو گا کہ میں اپنی نشانے بازی  
 بہت مرفوب ہے۔ نہ تو چھپتے تھے دنوں بعد کوئی ہم شوق نصیب  
 ہوا ہے؟  
 • لیکن مجھے آپ میری فکر کا رنج تو دین گئے؟  
 • اور میں آپ ہماری جانی فکر کا؟ وہ قدر لگا کر بولا۔  
 پتے پتے ہم اس بلگ آگئے تھے جو ہمارے لیے خاص ہوئی تھی۔ اب  
 واپس کو کوئی موقع میں غفلت ہمارے اندر دخل ہوتے ہی خوال آٹھ  
 کھڑے ہوئے۔ آدھا ٹھک کے انھوں نے ہمیں سلام کیا اور اس  
 وقت تک کھڑے رہے جب تک ہم سب بیٹھ نہیں گئے اور فوٹ  
 مشین جنگ نے انھیں باقاعدہ اجازت نہیں دے دی۔ اب کچھ  
 دی ہمارا بیڑا ان مسموم ہوتا تھا۔ اسی نے قانون کے بارے میں مختصر  
 بیڑا کر عرض ہوا۔ دلی سے آئے تھے پھر ٹوٹ کے نہیں گئے۔ دربار  
 تک بار بار ہوتے ہیں اور کئی خطا پا چکے ہیں۔ کم گاتے ہیں اور  
 اپنی خاص طرز نہانے میں کوتاہ ہیں۔ فوٹ مشین جنگ آجائیاں کے  
 پہلو پر بیٹھا تھا۔ پڑا فوٹ اس کے پہلو میں۔ اس کا تے اور زور  
 پیچھے ایک کوسے میں سمٹ گئے تھے۔ اس طرح کران کی آڑ میں ہو  
 گئی تھی۔ کاتے نے ٹھیک ہی کا تھا کہ جلی میں آئے ہیں تو ابھی لڑائی  
 لوگ ہی ہوں گے۔ فوٹ مشین جنگ نے ان کے پاس میں بتاتے  
 ہوئے امتیاط سے کام لیا تھا۔ ابتدا میں تو وہ تائیں ملاتے رہے مگر  
 پھر انھوں نے سب کو کھڑے سا کر دیا۔ آجائیاں گنگ ہو گئے تھے۔  
 منیر علی باقاعدہ جھوم رہے تھے اور رحمان اللہ رحمان اللہ کا دور  
 رہے تھے۔ پروردگار نے ان کی کیفیت طاری تھی۔ جھل کی انھیں بھی  
 ہماری ہماری ہو گئی تھی۔ میں شروع ہی سے اٹھنے کی تدبیریں  
 سوچ رہا تھا۔ مگر کوئی متحمل مگر بھری نہیں آ رہا تھا۔ بند آنے کا  
 فہم بددلتی کی بات تھی۔ طبیعت کی خرابی کا سبب ان کے رنگ  
 میں جھنگ ڈالنے کے مترادف تھا۔ رفتہ رفتہ قانون کی آواز مکل  
 رہی تھی۔ دریاں دریاں میں وہ نادانی کام کی آمیزش کر دیتے تھے  
 ان کی صلیں سناؤں میں بدل گئی تھیں۔ فوٹریں کیا سے کیا ہوئی  
 تھیں۔ میں نے ان کی طرف سے اپنے کا اور انھیں بند رکھنے کی  
 کوشش کی تھی لیکن یہ ممکن نہیں رہا۔ ان کی آواز میں کبھی کسی تو سارا  
 جسم جھنجھائی تھیں۔ میں بھی جانے کہاں جھنگ گیا تھا۔ مجھے تو اس

وقت کچھ ہوش آیا جب ان کے سرخاموں ہوئے۔ جیسے ہی وہ  
 سانس لینے پھرتے مجھے پھر وقت گزرنے اور دیر جانے کی گنج  
 ہونے لگی۔ ابھی اٹھا ہوا تھا اور دو سرے کام کے نائے تک  
 بیٹھا پڑا۔ میں اسی لمحے اٹھ گیا۔ لیکن کھڑے ہونے کے بعد مجھے  
 اپنی دشت کا احساس ہوا۔ میں ان سے کیا کہوں گا۔ سب کی نگاہیں  
 مجھ پر مرکوز تھیں۔ میں اجازت پا ہوں گا؟ یہ وقت تمام یہ فقیر  
 زبان سے ادا ہوئے۔ وہ معلوم کر بھی شاید آپ کے خلاف تھا۔  
 کسی نے مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔ ابتر سبھی کے چہروں پر کیریں کھنچ  
 گئیں۔ کاتے نے اسی وقت میرا ہاتھ پکڑا لیکن جب میں نے آگے  
 قدم بڑھایا تو اس نے فوراً ہاتھ ہٹا لیا۔ میں نے پھر کسی سے نگاہیں  
 نہیں ملائیں۔ نہ پیچھے مڑنے کا دیکھا اور نہ دیکھا۔ کھڑے سے اٹھ گیا۔ آئے  
 وقت مجھے جھل کی آواز سنا دی تھی۔ وہ ان سے کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ  
 وہاں موجود ہی تھا۔ اس نے ضرور میری طرف سے کوئی مناسب تذکرہ  
 دیا ہو گا۔  
 ابھی ایسا زیادہ وقت نہیں ہوا تھا۔ تقریباً ساری روشنیاں  
 جل رہی تھیں۔ راہ وادیوں میں پل پل بھی نظر آ رہی تھی۔ میں تیر تھوڑی  
 سے چند منٹوں میں بالائی منزل پر گیا اور کمرے میں جانے سے پہلے  
 کچھ دیر باہر ٹھہرا۔ وہ قرار بند ہو چکا تھا لیکن وہاں آواز کا تھم تھم  
 تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھ لیا ہو گا۔ کمرے میں داخل ہوتے وقت میرے  
 پیروں گنگ رہے تھے۔ اندر پرچہ روشنی تھی۔ وہاں کوئی نہیں تھا لیکن  
 کوئی آیا ضرور تھا۔ بہتر کیا دوسرے ٹھکانے تھے اور کچھ ترتیب سے رکھے  
 ہوئے تھے۔ میری کے ریلے میں نہ ہو مجھے کئی کتابیں نظر آئیں۔ میں  
 نے انھیں الٹ پلٹ کے دیکھا۔ سب جملہ ہڈی کی تاریخ سے متعلق  
 تھیں۔ میں نے کہا کہ دی اور پہلے اپنی کھڑی ہوئی سانس  
 بحال کرنے کی کوشش کی۔ اٹھنے سے پانی کی بوتل سے پانی نکال کر پیا  
 اور خاص دان کھول کے دیکھا۔ اتار دیا۔ گوران بھی نہیں کوئی کاسی کو گئے  
 زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ مسموم کون آیا ہو گا۔ میں نے گوران کو دیکھا  
 ٹول کے دیکھا اور خواب ہو جانے کے خیال سے ہوں ہی چھوڑ دیا  
 میں کچھ دیر بھی ادھر کھڑی رہ کر سے میں گھومنا رہا کبھی یہ اور کبھی  
 وہ چیز کھنکھوڑتا رہا پھر کتاب لے کے آگے کمرے میں بیٹھ گیا لیکن کچھ  
 سے ایک صفحہ پر نہ پڑھا جاسکا۔ فوٹریں ہی درمیان احساس ہونے  
 لگا کہ میں یہاں ہے کہ آگیا۔ جانے مجھے وہاں کیا آفت ٹوٹ رہی  
 تھی۔ کیا مجھے یہاں کسی کے منتظر ہونے کی توقع تھی؟ مجھے یہاں کس  
 نے دقت دیا تھا؟ وہ لوگ کیا سمجھ رہے ہوں گے۔ انھوں نے غیبت

ہماری خاطر یہ بزم آرائی کی تھی۔ یہاں کمرے میں تو دشت ہڈی  
 تھائی بھائی ہوئی تھی۔ اب یہاں تو کچھ مناسب نہیں تھا۔ پھر میں کیا  
 کروں۔ بیٹھ بیٹھ مجھے خفقان سا ہونے لگا۔ میں یہاں کیوں آیا تھا؟  
 میں نے کتنی ہی بار غور سے یہ سوال کیا۔ لیکن مجھے تو کتنی تھی کہ کمرے  
 میں دوسرا سفر ہو گا۔ کوئی کمرے میں موجود ہو گا۔ نہیں ہو گا تو میرے  
 پہنچنے ہی آجائے گا حالانکہ وہاں کمرے میں سے خود کاتے والی دھواں کو مٹ کر لڑا  
 تھا۔ ویسے ہی اب کیا رہے ہیں۔ میرے ہی میں آئی کیوں نہ لیک  
 بار و دیر بیٹھ کے دیکھوں۔ وہ تو میں نے کہا تھا اور اس نے ہی لیا  
 تھا۔ لیکن اگر وہ آگئی تو میں اس سے کیا بات کروں گا۔ وہ کون سی بات  
 ادھر رہی رہ گئی تھی۔ اب بھی اگر مجھ سے کوئی بات نہ ہو سکی تو؟ بہتر  
 ہے کہ ایک مرتبہ مجھے ہمارے کھانوں کو دکھانا چاہیے کہ میں گیا  
 ہوں، سراج کی مکمل میں شریک نہیں ہوں۔ ممکن ہے، ابھی کھولنے  
 مجھے نہ دیکھا ہو مگر اس سے پہلے ایک مرتبہ ڈوری بیٹھ لینے کیا  
 مرچ ہے۔ میں نے کسنا فائبر کے بغیر ڈوری کھینچ دی تھی۔ گزے گئے  
 روانے پر کوئی آہٹ نہیں ہوئی۔ میری انھیں دروازے پر بھی ہوئی  
 تھیں۔ اسے لانے کا یہ کوئی دقت نہیں تھا۔ اچھا ہی ہوا کہ کوئی  
 نہیں آیا۔ میرا خیال خود پر خود پڑی دھمک کہ ہو گیا تھا لیکن ابھی  
 ڈوری بیٹھنے پر کچھ منٹ سے زیادہ دیر گزری ہوئی تھی۔ کمرے کے دروازے  
 پر چاب کھڑی اور چڑھوں کی کھنکھانٹ ہوئی۔ میرا دل دھڑکا  
 لگا۔ جس وقت دروازہ کھلے میری انھوں میں اندھیرا سا آگیا تھا۔  
 وہی سانس تھی۔ وہ پرانی خلاصہ جس کا نام نہیں تھا۔ اس کی انھیں  
 جگہ رہی تھیں۔ اس کا سا جہر ہی جگہ رہا تھا۔ وہ دوسرا پاس پہنچے  
 ہوئے تھی۔ گھر سے نیلے رنگ کا کرتا، سفید جامہ، کرتے پر ریشم  
 کے پھول کڑے ہوئے تھے۔ وہ بڑا بھی نیلا تھا۔ روشنی میں اس  
 بدلتے ہوئے ستارے دکھ رہے تھے۔ اس کی "سکیم" پر چند  
 کھونکس میں چلی چلی انھوں سے اسے گھومتا رہا۔ ہندی آئینہ  
 کرتے، جناب کے کھراج بغیر ہوں گے؟ اس کی آواز میں پہلے  
 سے زیادہ ٹھنک تھی۔  
 • جی ہاں! میں نے جلدی سے کہا: آپ کی کتابوں کا شکر ہے؟  
 • سردست یہی دستیاب ہو سکیں۔ بہتر کتاب خاند کو جرات کوئی  
 کچھ ہے کہ وہ جناب کے لیے اس موضوع پر مستند کتابوں کی ایک  
 فہرست مرتب کر دے؟  
 • میں نے ابھی انھیں سرسری طور پر دیکھا ہے؟  
 • ہندی کو علم ہے، جناب کو کلمت ہی کتنی ہی تھی؟ وہ شریعت

ہوئے بولی، مسموم کا کتابہ کر اگر جناب کو کلمت پیش آتی تو وہ  
 راست کے کتب خانے سے بھی بعض نسخے لازم کر سکتا ہے؟  
 • آپ بیٹھے کا نہیں؟ میں نے کھنکھائی آواز میں کہا۔ دو گلیں  
 ہوئی میرے مقابل کرسی پر تھی جو کہ کھنکھائی میں سے آئی تھی  
 کہا: میں نے آپ کی وقت نعمت دی؟  
 • ہندی کب سے منتظر تھی؟ وہ برسر بولی۔  
 • آپ میں موجود تھیں؟  
 • جب تک جناب آرام فرما رہے تھے؟  
 • آپ کے جانے کے بعد مجھے گری بڑھائی تھی؟  
 • ہندی نے اسی لیے زحمت تھیں دی؟  
 • آپ کو معلوم تھا کہ میں۔۔۔ میں؟  
 • کمرے میں رات تک روشنی نہیں بجی؟ وہ چنگا آواز میں بولی۔  
 • دروازے بھی بند تھے؟  
 • ہاں! میں نے سانس لے کے کہا: دنوں بعد مجھ پر یہی  
 غفلت طاری ہوئی تھی؟  
 • گری بند تو نعمت ہوتی ہے؟" ہنسی سے بولی۔  
 • سرکار اور دی لایا تھا جی نہیں۔ انھوں نے آپ کہہ اور ان کی  
 کی ہدایت کی ہے؟  
 • میری طرف سے انھیں بہت ہت ملامت کر دی ہے۔  
 میں خود آجائیں دقت کی نہیں ملا۔ کیا وہ ایک جاگ رہی ہیں؟  
 • اب تو میرے سے کوئی وقت نے نہیں ہے؟  
 • جی ہاں! میں نے سر ملا کے کہا: میں جانتا ہوں، لیکن سب  
 غیرت کو ہے؟  
 • ہمدردی کا شکر ہے؟  
 • اس سے پوچھنے کے لیے مجھے کوئی ادارت بھجانی نہیں رہی  
 رہی تھی۔ اسے شاید میری اس غالی اللہ کی اس کا سب ہو گیا تھا۔ کھنکھائی  
 سی آواز میں بولی: جناب کچھ فوش فرماؤ نہ لڑیں گے؟ میں نے  
 انکار کر دیا تھا لیکن پھر میں نے جلدی سے کہا: آپ کو زحمت ہو گی؟  
 • ہندی جناب کی خلاصہ ہے؟  
 • اگر میرے لیے تو آپ خلاصہ نہیں ہیں؟  
 • جناب کی فائز ہے کہ ہندی کو زہر دے رہے ہیں لیکن  
 اسے یہی منصب سونپا گیا ہے؟ اس کی مستند کتابیں کسی قدر دلکش  
 آئی تھی۔  
 • آپ بہت اچھی آئیں کرتی ہیں؟



اُس کے زخماں لال ہو گئے: آپ کا خون صحت ہے؟  
 اُسے ہی جواب دینا چاہیے تھا لیکن مجھے صبر کیا کتنا ہے؟  
 وہ پھر کی طرح میرے ذہن میں ایک ساتھ بہت سی باتیں آتی تھیں  
 میں ایک ایک کے بہات رہتا رہتا۔ یہ اندر میری زبان پر کھڑی رہتا  
 تھا کہ میرے منہ سے نکلی ہوئی کوئی ایسی دلی بات گئی اور میری  
 کے لیے سرگراں کیا سبب نہ بن جائے۔ میں خاموش بیٹھا اُسے  
 دیکھتا رہا۔ مگر کبھی روشنی میں اُس کا گدی رنگ اور گما ہو گیا تھا وہ  
 بار بار اُٹھتا رہتا اور کبھی کبھی اُس کے ہاتھ میں کوئی  
 لمبی آنکھ تھی۔ ایک ایک صبر سے ہاتھ میں بیٹھے کوئی سرا گدی میں  
 اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا کہ آپ کی چھٹی سرکار اور بی بی اس وقت  
 کیا کر رہی تھیں؟  
 اُس کے بول پر مسکراہٹ کبھی کبھی شگفتگی سے بولی نہ بھڑک  
 پہلے کہ چھٹی سرکار خداؤں کو بلایا دے رہی تھیں، اُس کے  
 بعد ہندی سے ملاقات میں ہوئی؟  
 "اور میریں بی بی؟"  
 "ہندی اُن کے ساتھ تھی؟ اُس کی آواز مٹانے کی۔"  
 "وہ کیا کر رہی تھیں؟" میں نے جھکتے ہوئے پوچھا وہ سب  
 ہو تو بتائیں؟  
 "میں نہیں؟ وہ گھبرا کر بولی بی بی سرکار اپنے کمرہ میں  
 موجود ہیں؟"  
 "آرام کر رہی ہیں؟"  
 "ہندی کی عرض کرے؟ وہ درشتانی سے بولی پچھو تو میری  
 بی بی اپنے کمرے میں اپنے آپ سے باتیں کر رہی ہیں؟"  
 "کیا مطلب؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔  
 "بی بی سرکار کبھی کبھی ایسی خاموشی چھانچاتی ہے؟"  
 "پچھو چھا اگر ایسا کیوں؟"  
 "ہندی کچھ نہیں کہہ سکتی کہ سب سے اپنے کمرے میں خاموش  
 بیٹھی ہیں؟ وہ داسی سے بولی۔"  
 "اُن کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"  
 "نظارہ نہ نہ خواہ اس کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ ابھی نماز  
 تک تو سب باتیں کر رہی تھیں، اچانک انھیں نہ جانے کیا ہو جاتا ہے؟"  
 "آپ کی بی بی بہت بہت اچانک بہت اچھی لڑکی ہیں؟"  
 "بے شک؟ وہ دلچسپی سے بولی؟ تو انھیں ہمیشہ خوش  
 رکھے، بی بی سرکار چھوٹوں کی طرح ہیں، انہیں کے اندر ہیں؟

"ایک بات تو مجھ پر بتائیں گی؟" میں نے سرگوشیاں کیا۔  
 "ہندی قریب تک کے لیے لکھی گئی ہے تاہم اُس کی درخواست  
 ہے کہ اُس کی بساط خوبصورت نظر ہے؟"  
 "میں نہیں؟ وہ بی بی ایک بہت ذہین میں آگئی؟ آپ کو بول  
 کہ دونوں میں آپ کو کون زیادہ پسند ہے؟" میں نے جان بوجھ کے  
 ایک فضول بات کہی۔  
 "ہندی نے کبھی انھیں جلد بڑا تصور نہیں کیا؟"  
 "مجھے یقین تھا کہ آپ ہی جواب دیں گی؟"  
 "ہندی نے احوال واقعی عرض کیا ہے؟ وہ مسکراتے ہوئے بولی  
 "اور اور یہ چھٹی بیگم صاحبہ اور میریں بی بی کے متنازعہ کا  
 رہتے ہیں؟" میں نے نظارہ سرسری انداز میں پوچھا۔  
 "متنازعہ کی بات تو پہلے بھی تھی؟ وہ دوپہ ہونے لگے ہیں  
 بولی؟ اب تو عرض ہے، ایک ہی شخصہ رہ گیا تھا، دعاؤں کا تہہ دارانہ  
 کا اور عبادت کے لیے آنے والوں کی پرستش کا پہلے بھی چھٹی بیگم  
 صاحبہ کو ایک بل کی فرصت نہیں تھی، عیسیٰ میں اُن کے آنے  
 کے بعد بڑی سرکار نے سارا انتظام اُن کے سپرد کر دیا تھا۔ ساری  
 چوٹی کی دیکھ بھال، ایک ایک گھنٹہ پر اُن کی نگاہ رہتی تھی۔ لڑکوں  
 کا خیال، اُن کی تھی خوشی میں شرکت، تقریبات کا انتظام، آہستہ آہستہ جانے  
 والے اعزاز اور دعاؤں کی بڑائی، انھوں نے اپنے ذہن سے کام  
 لیتے ہوئے تھے، چوٹی کے مصارف کی بھی وہ نگاہ کرتی تھیں، ان  
 تمام مصروفیات کے علاوہ مطالعے کے لیے بھی وقت نکال لیتی تھیں  
 کبھی فطرت سے بھی شوق فرماتیں تھیں۔ شادی سے پہلے سنا ہے  
 یہ منشی خوب کھیل کرتی تھیں۔ شادی کے بعد ترک کر دیا لیکن چھٹی  
 سرکار کی خواہش پر دوبارہ مشق شروع کر دی تھی؟  
 "اور میریں بی بی؟"  
 "دونوں کو ایک دوسرے کا سہا بھیکے؟"  
 "واقعی، یہی سمجھتا ہوتا ہے؟"  
 میری نظروں میں میریں اور چھٹی کے سراپا گھوم رہے تھے۔  
 اُن کا ذکر کرتے ہوئے خاموشی میں کی اور کچھ جھلکتے تھے جیسے وہ  
 اپنی یاد کر رہی ہو۔ میں نے طے کیا کہ صبح ہوتے ہی زبان خانے  
 کی طرف ہاتھ لگائیں؟ میں نے اُسے نہیں بتایا۔ وہ میرے سامنے  
 بیٹھی اپنے دوپٹے کے ساتھ کہہ رہی تھی جیسے ہی اُسے احساس  
 ہوا کہ میری نگاہیں اُس کے چہرے پر مرکوز ہیں، اُس کا دل مٹنے  
 لگا اور اُس کی لبی لبی کھلی ہزار عاشق طاری ہو جاتا۔ وہ شہر قری

کرمیں اُس سے کچھ اور پوچھوں گا، اُسے کوئی حکم دوں گا یا اُسے جانے  
 کی اجازت ہی دے دوں گا میری خاموشی اُسے بہت گراں گزری تھی  
 لیکن میرے سر میں پھر سب کچھ منتشر ہو گیا۔ کیا میں اُس سے یہی  
 کچھ جانا چاہتا تھا؟ مگر اُن کا وہ دل میں ہی جاتا تھا۔ چہرہ میں  
 اتنی بات گئی اُسے زحمت کیوں دی اور اُسے بے جواز تھی؟ وہ کتا  
 بھی ٹھیک نہیں ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ وہ بہت کی طرح ٹھیک  
 رہے اور میں اُس کی صورت دیکھتا رہوں جو گھر گھر رہا تھا میرے  
 ذہن کا سا نا بڑھتا جاتا تھا اور رفتہ رفتہ میرے ہاتھ پر ٹوٹنے سے  
 گئے تھے۔ میں ایک جہی، ایک فضول آدمی ہوں میری زبان پر لڑکے  
 لگے لگتے تھے۔ جب تک یہ کوئی نہ رہے گی، میرے دگ وہ میں یہ  
 آگ ہی ملتی رہے گی۔ بہتر یہ ہے کہ وہ جلی جائے۔ میرا اندازہ وہ  
 تھا کہ اس سکوت سے اُن کی تھی سترے ہوئے لیے میں نے کئی  
 "ہندی اب کتنی بڑھ چکی ہے؟" وہ سراسیمگی سے بولی؟ اُس نے غصے  
 کچھ بھول رہے ہیں۔ وہ اب ہندی کو یاد فرماتا تھا؟  
 "ہاں ہاں؟" میں نے دوسری سے کہا؟ آپ کو طبعی ہے؟  
 "ہندی کی یاد میں؟" وہ سراسیمگی سے بولی؟ اُس نے غصے  
 یاد دہانی کے لیے یہ جھارت کی ہے؟  
 "میں آپ کو کچھ بتاؤں؟" میں نے کبھی ہوتی انداز میں کہا۔  
 "مجھے یہاں آگے بہت تھمائی محسوس ہو رہی تھی جب کہ میں اس تھمائی  
 ہی کے لیے سماع کی ایک بہت اچھی محفل چھوڑنے کا تھا مگر اب  
 سب ٹھیک ہے۔ اب کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ آپ چاہیں تو جا  
 سکتی ہیں؟"  
 "ہندی ضایع فرماتے ہیں؟ لیکن خدا گواہ، اُس کا کوئی اور قصد  
 نہیں تھا؟"  
 "مجھے معلوم ہے؟" میں نے تھکتے ہوئے بھجے میں کہا۔  
 "ہندی خود کو گواہ گھر چھوڑی ہے؟"  
 "نہیں، ایسا نہیں ہے۔ ایسا تم سمجھتے ہو؟ میں آپ سے کسی  
 غلطی میں نہیں، صاف دلی سے کہہ رہا ہوں؟ میں نے اُن کی غلطی  
 کیا ضروری تھا کہ ضرورت پڑنے پر اُسے چھوڑا لوں گا۔  
 "جی جی؟" وہ لڑکتے ہوئے بولی۔  
 لوں اس صورت میں اُس کے لیے خود کو کمرے سے چھڑانے  
 پر آمادہ کر لینا اُن میں نہیں تھا۔ رنجھے اُس سے دوبارہ کہنا چاہیے تھا  
 میرے ذہن میں اب بات آتی تھی۔ میں نے اُس کا دل دہی کے لیے کہہ  
 "اُس وقت دست دلی ممکن ہو تو مجھے ترسے کی کوئی دعا فرما کر دے؟"

"نصیب دشمنان، ہندی کو پہلے ہی بڑھ چکا کہ جناب کے عزت  
 ناساز ہیں؟"  
 "کوئی خاص بات نہیں لیکن احتیاطا رہے؟"  
 "ہندی ابھی کے کے حاضر ہوئی؟" چوٹی میں ہر وقت ایسی  
 اور اتنی موجود رہتی تھی۔ غیب آئے عیسیٰ کوئی درمیان میں  
 فون پر اُن کو کبھی بلایا جاتا تھا۔ جناب کے لیے انگریزی "داسی"  
 زیادہ مناسب ہوتی ہیں یا یونانی؟"  
 "کوئی بھی جو آسانی سے خراب ہوئے لکھی حکیم ڈاکٹر کی ضرورت  
 نہیں ہے؟"  
 "نظارہ سرور کی بھی شکایت ہو گی؟"  
 میں نے سڑک کے اقرار کیا۔ وہ دوبارہ جلد داسی کا کہہ کے  
 کمرے سے فوراً چلی گئی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کہ سب سے پاک  
 ثور کم ہو گیا ہو اور میں کسی چھاؤں میں آ گیا ہوں۔ جیسے اپنے آپ  
 سے زور دے گا تھا وہ اب اپنے آپ تک داسی آ گیا ہوں لیکن  
 لڑائی و طمانت کا وہ دم سب عارضی تھا، چند محسوس بعد ہی جیسے  
 مجھے سب کچھ یاد آئے گا اور میرے جسم سے پسینہ چھوڑا دے گا دیکھا جاتا  
 ہوگا، وہ جیسے قوس کی درستی پر ضرور شکر کرتی ہوگی۔ رات کے اُس  
 لیے ناقابل فہم ہو گا۔ وہ تو بہت نرم و نازک بہت خوب صورت لڑکی  
 ہے۔ اتنے دل نہیں انداز میں باتیں کرتی ہے، میرا کیسا خیال کمرہ  
 قفس میں اُس سے کتنا بے جاں کی باتیں کرنا تھا؟ شکر کے متعلق، چوٹی کے  
 متعلق، محسوس کے بارے میں مگر میرا دل لگتا ہے، میرا دانا جو  
 خراب ہونے لگا ہے۔  
 اُسے جلد ہی داسی آجنا چاہیے تھا لیکن دیر ہوئی اور وہ نہیں  
 لائی میرے ذہن میں طرح طرح کے دوسرے کھیرنے لگے، اچھا ہے  
 کہ وہ داسی نہیں آئے؟ میں اس دوران خود کو طمانت ہی کی لذت رہا۔  
 اب کے وہ آگئی تو میں اس طرح نہیں کرنا گا، میں نے ایک بار میر  
 مزمع کی اور آرام کر کے سے اُن کے ایک گویا بی بی بیٹھے بیٹھے میرا  
 جسم گڑا لیا تھا۔ سامنے ہی آئینہ نصب تھا، میں نے ایک نظر اپنا چہرہ  
 دیکھا، خوب چہرہ، بھرے بال، گریبان کے اندر کا بھی میں نکلا ہوا۔  
 قتل خانے جا کے میں نے منہ پر تین ہاتھ پٹے مارے، ہاتھ میں لکھی  
 پیر کے میں جلد سے جلد کر کے میں دایاں کیا۔ وہ نہیں آتی تھی لیکن  
 میرے آرام کر کے پر بیٹھے کی دیر تھی کہ دروازے پر کھٹک ہوئی وہی  
 تھی۔ وہ باپتی ہوئی اندر آئی، ہاتھ میں ایک چھوٹی ڈسے تھی جس  
 پر ریشمی پردے سے ڈھکا ہوا سا رکھا تھا، تیسے ہی اُس نے چھوٹی



سانوں سے مجھے بتایا کہ وہ میرے لیے خوشامدہ تیار کر کے لائی ہے اور کوڑا بہت کے خیال سے اس نے ذرا سی شکر بھی کر دی ہے ابھی گرم ہے۔ جو شانہ ذرا ٹھنڈا ہو جائے تو پینے کے لائق ہو جائے گا۔ میں نے اس کی شکر بوا دیا اور میٹھا جانے کو کہا۔ وہ کھڑی رہی۔ "جناب سے کب گھر لڑی کرتی ہے؟ وہ دکان کی کوڑا میں بولی۔

میں نے چونک کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

"لی لی سرکار یہاں آنے کی خواہش میں ہے۔"

لی لی سرکار! میری لی لی؟ "میں نے حیرت سے کہا۔

"وہ جناب کی مزاح پر کسی کے لیے آنا چاہتی ہیں۔"

"مگر میں تو بالکل شکیک ہوں۔ مجھے کوئی ایسی خاص۔۔۔"

میں نے اپنی ہی بات کا کٹھ کے کی "لیکن اگر ان کی ہی خواہش ہے، وہ تشریف ہی لانا چاہتی ہیں تو سرور و عزت میں رات خامی ہو گئی ہے انھیں خواہ مخواہ زحمت ہوگی۔ آپ نے ان سے کچھ زیادہ تو نہیں کہہ دیا؟"

"ہندی نے پٹی جناب سے احتیاط کی تھی لیکن لی لی سرکار پریشان ہو گئیں۔ انھوں نے ہی یہ خوشامدہ تجویز کیا ہے۔ وہ تو یہی کوڑا سے کے لیے اصرار کر رہی تھیں۔ ہندی نے ان سے عرض کیا کہ جناب سے منع کیسے؟"

"ارے۔۔۔ میں نے فحاش سے کہا۔ وہ کیوں تکلیف کرتی ہیں؟ میری بھری نہیں آکر تھا کہ اور کیا کہوں۔"

"انھیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، بس جناب کا خیال ہے ابھارت ہو تو ہندی ان سے جا کے کہہ دے۔"

میں نے تذبذب سے کہا "بہر حال اگر ان کی کڑی مرضی ہے تو۔۔۔"

اس نے میری بات پوری ہی نہیں ہونے دی، اتنا سنتے ہی تیزی کے ساتھ کمرے سے اوجھل ہو گئی۔ میری نگاہیں میں ٹھونک جھمکے ہوئے لگا تھا۔ کچھ دن تک تو میں کڑی پرکھ کر تمکیم بٹھارایا کرتی میری نظریں گھڑی رہ گئیں۔ اس وقت ہونے بارہ بج رہے تھے میں فوراً کمرے سے اٹھ کھڑا ہوا اور سیدھا اندرونی کمرے کے دروازے کی طرف دوڑا۔ وہ ہندی تھا۔ پھر میں نے کمرے پر ایک نظر ڈالی۔ فرش پر میرے سر پر بیکس رہے تھے مجھے اپنے آپ کو جمع کرنے کی بھی مہلت نہ ملی۔ ابھر غلاموں نے گئی، ابھر اس کی آہٹ گونجی۔ گویا بریس پہلے ہی اُپر آگئی تھی۔ اس لیے میرا سارا جسم جھٹکا لگا تھا۔ اب میں نے غصے کے پیچھے بریس کا چہرہ دیکھا۔ وہ بریس ہی تھی۔ جیسے بدلیوں سے اچانک پاؤں تل لگے۔ غصائی رنگ کا

ہوڑا پہنے، اسی رنگ کے دوپٹے سے اس کا سر ڈھکا ہوا تھا جس کی وجہ سے چہرے کا شہابی رنگ اور کھل اٹھا تھا۔ وہ اپنے کتے تیرا سے اندر داخل ہوئی تھی۔ میں دزدہ دھنگا ہوں اسے اس کے دیکھتا رہا۔ اس کی تلبیم کا وہاب بھی میں نے جانے سے اس طرح دبا لیں کہ ذہنی معلوم ہوا کہ آپ اس وقت کچھ ترسوس نہیں کر رہے ہیں۔ ایسا لگایا کمرے میں اس کی آواز کی کرچیاں بگھڑتی ہوں۔

"میری آواز کوئی پریشانی کی بات نہیں تھی۔ میں نے ٹوٹے چوٹے نظروں میں کہا۔ آپ نے اتنی اتنی۔۔۔"

"وہ نہیں، میں ہم ہاگ ہی رہے تھے۔ وہ سہمی مجھے میں بولنا کہہ رہی ہیں آپ؟"

میں نے مسکراتے کی کوشش کی۔ "بس یوں ہی ذرا سرسجاری بھاری سا تھا۔"

"موسم بھی کچھ تبدیل ہو رہا ہے۔ آج ٹھنکی نیند زیادہ ہے۔"

وہ بکیتی آواز میں بولی "تم تو چھ رہے تھے کہ آپ محل سرائی میں شامل ہوں گے۔"

"واں کچھ دور رہی بیٹھا جا سکا۔"

"کیا اچھے قوال نہیں تھے؟"

"وہ تو اپنے ہی میں لگتے، بس جی نہیں لگا۔"

"اچھا ہوا، آپ اس طرف چلے آئے؟"

مجھے خیال نہیں رہا تھا وہ ابھی تک کھڑی تھی۔ میں نے سہارہ کرتے ہوئے اس سے پیچھے کی درخواست کی۔ وہ مکنت سے کہنے لگی کہ بس اب ہم چلیں گے۔ آپ کو آرام کرنا چاہیے، رات بہت ہو گئی ہے۔ مگر کچھ دیر تو بیٹھیے۔ میں دن میں تھلا سچا ہوں۔ شام کا کچھ آتے کا ارادہ تھا یہی لکھانے کے بعد یادیں زندہ آکر بھڑکی تھیں۔

"ہم بھی یہی توقع کر رہے تھے کہ شاید آپ آجائیں۔ اس کی آواز مڑ رہی تھی۔ خود ہی بھی شام کو آنے کی سوچ رہے تھے لیکن یہی افکار مٹی رہی کہ آپ آرام کر رہے ہیں۔"

"بیٹھیے۔۔۔ میں نے التجائی لہجے میں کہا۔ اس نے نگاہیں مٹھا کے میری جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بکلیاں سی گوند رہیں۔

اس نے پھر انکاد میں کیا انہادی سیٹھے سامنے کے صوفے پر بیٹھ گئی۔ چند منٹوں تک میں خاموش رہا پھر میں نے جسے ہونے لہجہ میں کہا "چھوٹی بیگ صاحب کیس ہیں؟"

"انھیں آپ کا انتظار تھا۔ وہ بے تابی سے بولی۔ وہ عالم بھائی کی طرف لگی ہوئی دین در ہمارے ساتھ ضرور آئیں۔"

"چھوٹے نواب صاحب کا کیا حال ہے؟ میں نے بے ساختہ پوچھا۔

اس کے چہرے پر ایک کھجواں سا چلایا۔ مجھے فوراً اپنے سوال کی ہدایت کا احساس ہو گیا تھا کہ میں کیا کرتا ہوں منہ سے نکل ہوئی بات تو فانی نہیں جا سکتی۔

"میں ان کی جانب سے اب ایسی خبر نہیں ہے۔ وہ دو بے لمحے میں بولی۔ اس کے بعد سب کچھ غبارِ مجھوڑا بنا ہوا ہوگا اور ان کے اپنے کمرے کے دروازے پر ہر گھول ہی دیے ہیں۔"

میں نے اس بات پر کچھ نہیں پوچھا۔ غلاموں نے دروازے کے پاس ہاتھ باندھ کر کھڑی تھی جسے اس سے بھی پتہ نہ تھا کہ کوئی چاہیے تھا۔ لیکن بریس کے خیال سے چپ رہا۔ دوبارہ جب میری نظر اس کی طرف کی تو وہ کہہ میں جس تھی۔ اندر وہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ نیچے تو تھیں مگر ہوگی، میں کمرے سے غصے سے لڑوؤں کے گوشے میں موجود ہوگی۔ میں دربر میں کمرے میں اکیلے رہ گئے تھے۔ نہیں مذاقی تو چھٹا تھا اس کے جاتے ہی میرا جسم کس ساہونے لگا اور میری زبان اٹھنے لگی۔ اس سے کہنے کے لیے ہی کوئی بریل اور غصے اثرات سوچ رہا تھا کہ اس کی سہیلی آواز کمرے میں گونجی یہاں آپ کو کسی چیز کی شکایت تو نہیں ہے؟"

"کہا ہے کی شکایت؟ میں نے تھک سے کہا اور مجھے ہنس اگئی۔ کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ میں آپ سے کچھ کہوں کہ اتنے تکلفات سے ہیں بھی ساتھ نہیں چلا۔"

"تکلفات کہاں ہیں؟" وہ ٹانگیں سے بولی "یقین کیجیے میں ہر پہلے یہ احساس کھٹکتا ہے کہ ہم۔۔۔ ہم سے۔۔۔"

"ہاں آپ کو کوئی کوئی تو نہیں ہو رہی ہے؟ میں نے اس کی بات مکمل کر دی۔ ہم سے پوچھو تو اب میںیں فرزند کی ہونے لگی ہے۔"

"نہیں، نہیں۔ وہ بے تابان بولی "ایسا مدت سے ہے۔ ہم سے کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے۔ ہم کبھی کیا کہتے ہیں؟"

"اس سے زیادہ کیا کہیں ہے؟"

"یقیناً ہمارے پاس اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔"

میں نے التجائی کرنا بول، اب اس سے دُور رہنے میں نے اس کی منت کی۔ ہمارے لیے یہی کیا کہ ہے کہ اس بھانے اتنا اچھے لوگوں سے مل لیے اور اور کسی کے کام بھانے کی خوشی کچھ کم ہوتی ہے کیا؟"

"آپ کا حوصلہ ہے۔ ہم سے آپ کے سامنے سر نہیں اٹھایا جاتا۔ بچے ہونے کا ثبوت ہم نے پہلے بہت دیا ہے۔"

"مجھے پھر وہی میں نے شکایتی لہجے میں کہا۔ آپ کیسے باتیں کر رہی ہیں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔ میں آپ کو کیا بتاؤں زندگی ہم سے کیا سلوک کرتی رہی ہے۔ میں نے اپنے پہلے میں کیا تھا کہ یہ ہمارے لیے کوئی نیا نہیں تھا بلکہ پہلے سے کچھ کم ہی تھا۔"

"یہ بھی غیب تم سے کہہ کہ آپ ہی گویا اور کس لیے ہیں؟"

"پچھلے غلط نہیں کرنا ہوا۔ میں نے شکست آواز میں کہا جس مشقت اور آپ کے دیے ہوئے اس غلاب کے بعد اگر ایسا فرشتا ہے تو آدمی بہت سے غلابوں سے گزر سکتا ہے۔ مجھے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ غلاب۔ وہ تو ہمارے لیے یا نہیں تھا۔ یہ غلاب بہت باطلی نیا ہے۔"

اس کی آنکھیں جھلکانے لگیں۔ کیا کہتے ہوئے میں بولی "آپ بہت صبر مان ہیں؟ پھر خود ہی کہنے لگی: آپ درست کہتے ہیں، ہمیں اس ذکر سے اجتناب ہی کرنا چاہیے۔"

"جی ہاں، بہت سی ہے۔ میں نے تیزی سے کہا۔ میں آپ کو بتاؤں کہ اگر میرے نواب صاحب کی جگہ ہم ہوتے تو ہم بھی اس صورت حال میں شہر ہی کچھ کرتے۔"

"شاید بھی درست ہے۔ وہ بکیتی آواز میں بولی "آپ پہلے بھی ہمیں دلاسا دے چکے ہیں لیکن ہم جانتے ہیں، آپ ایک بھی کرکتے۔"

"بہر حال؟ میں نے پلو پلو کے کہا۔ اور بھی بہت سی باتیں بہت سے موضوعات ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم جب بھی ملتی ہوں انھیں بے کوتاہی کریں؟"

"ہم بہت کاوشیں کرتے ہیں لیکن ہماری آنکھوں سے وہ رات اوجھل نہیں ہوتی جو ہم زندان میں دیکھ کر آتے تھے۔"

"وہ رات اگر تم کوئی قوی رات جنت بھی تو۔۔۔"

ظفر میرے طوق کی گڑھ ہو گئے اور ایک تانبے کے لیے میرا سر کھوم کے واپس اس کی نیچے آنکھیں میرے سامنے حیرت کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔

ظفر سے سے پک رہے تھے۔ میں کچھ نہیں یاد کیا۔ یہ کون سی کیفیت ہے، سو میرا جھوٹا اندر ہی اندر تار تار ہوا اس کے شہادہ پہلی گال سی ریشمی اور ان کے گوتے چھڑک رہے تھے۔ اس کے ہم وہ ہونوں میں جہش ہوئی تو میرے دل کی دھڑکن بند ہوئے لگی۔ ہمارے لیے اس سے بڑی مسرت اور عزت کی ہو سکتی ہے کہ آپ ایسا عموں کرتے ہیں۔ اس کی آواز دھڑک رہی تھی۔ لیکن یہ کتنا بھاری دھڑک جانی میں شاید بیش بہا ہوت رہے کہ وہ تم بھی تو ہماری طرف تھا۔ میں نے ایک گری سانس بھری۔ وہ آپ کی طرف سے تھا۔



میری آواز صبر جاری تھی، دیکھیے اب آپ اپنے دل سے یہ غبار نکال دیکھیے؟

وہ خاموش رہی۔ اس آتش میں اپنے آپ کو نہ مار رہی تھی۔ اس صبر میں مجھے ایسی بھری ہوئی بیانی سینے کی قسمت مل گئی تھی۔ میں نے تشنگی سے کہا: سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کی کیا خاطر کیجئے۔ اس وقت تو میزبان میں ہوں۔

اُس کا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا: شکر ہے کہ آپ ایسا سمجھ رہے ہیں۔

”کیا آپ اس وقت میری ممان نہیں ہیں؟“  
”مگر یہ بلائے۔ وہ چنگنی آواز میں بولی۔

”اظہار تو یہی ہے مگر یہ بھی شاید ایسا نہیں؟“  
”کیوں؟ کیا آپ؟“ وہ مضطرب ہو کر بولی: ”کیا آپ ہمارے

بارے میں سوچ رہے تھے؟“  
”کچھ ہی دیکھیے؟ میں نے ہنسی زبان سے کہا۔

”تو پھر آپ نے خادما سے کہہ کیوں نہیں دیا؟“  
”میں کتنے کتنے رہ گیا۔ میں نے اگلے ہونے مجھے کہا۔

”باد ہے، آپ نے کیا وعدہ کیا تھا؟“  
”کون سا وعدہ؟“ میں نے مذہب سے کہا۔

”کہ آپ کوئی تکلف نہیں کریں گے۔ وہ قہقاری آواز میں بولی۔

”اے! یہ ذوق! تکلف میں ہے تکلف سراسر۔“  
”مجھے وہ بے فکر دیکھیے، اذیت ہی کہاں ملے۔ شام ہی کو کھنکھ

تھا اور شام سونے میں غایت ہوئی۔ پھر رات کو کھانے پر بلا لیا گیا۔ وہاں سے واپس میں دیر ہی آتی ہوئی تھی۔

”اب آپ کا یہاں دل گد مارتا ہے؟“ وہ سرسراتے لہجے میں بولی۔

”یہ جگہ تو ایسی ہے کہ یہاں ملدی زندگی گزار دی جائے؟“  
”اس سے بہتر نہ کیا ہوگا؟ اُس کا آواز دمک نہی تھی۔

”آپ چاہیں تو ماری زندگی رہیے۔ یہ تو ہمارے لیے سب سے بڑی راحت ہوگی۔“

”میں نے کہا ہے کہ جلد ہی یہاں آؤں گا۔“  
”ابھی جلد جانے کا ارادہ تو نہیں ہے؟“

”جیسا ہے تو ہم اصرار نہیں کریں گے مگر جلد واپس آئے گا۔ اور اب انکھ سمجھ کے؟“

”لیکن ایک بات کا خیال رکھیے گا، تکلف سے میری بہت گھبرائے۔ میرا خیال ہے کہ میں کچھ بول گیا۔ اس نے اپنا گھر دیکھ کے آؤں گا۔“

”ہم نے خود آپ سے یہی آداب و قواعد ترک کر دیئے کی خوش کی ہے اور ایک بات، ہم درگاہ چاہتے ہیں؟ وہ ہوتے ہوئے تھے مگر

”کیوں؟ آپ تک کیوں نہیں؟“  
”ہم مناسب لفظ چھوڑ رہے تھے۔ وہ بے گلی سے بولی: ہم

چاہتے ہیں، میری جگہ میں آپ کے کچھ ہیں کہ ان حوالوں سے الگ بھی ہو چکے ہیں۔ ان سے الگ بھی آپ کی ذات ہے، ہماری ذات ہے۔ بڑے

کیوں بار بار اس صراحت کی تلاش کرتی رہے؟“  
”آپ کتنا جانتی ہیں، ہر گز سب اس طرح نہیں آتا تو

”میں۔۔۔ تو کبھی۔۔۔ لازم نہیں کہ ایک دوسرے کو ایسا دکھانا ہی کے سبب جانتیں پہچانتیں؟“

”ہاں ہاں، یہی سمجھئے۔“  
”وہ بات جو آپ کے دل میں کھلتی ہے، میرے سینے میں بھی

کبھی کبھی چھیتی ہے۔ کسی دل اگر احساس آپ کے لیے شاید اتنا تکلیف دہ نہ ہو جتنا میرے لیے ہے مگر تعجب کیجئے کہ کس کس ایسے

گرب سے دوچار نہیں ہوں۔ کتنی بڑا ناچار آدمی کو آدمی کے قریب کرنے کا جواز ضرور دیتا ہے لیکن یہ عرض بہانہ ہے۔ آدمی آدمی کے حقوق

تمام فیصلے ایک ہی مصلحت پر تو نہیں کرتا اور کسی کو قیاسے تو کس سے حادثے سے بھی اور نسبت ہو گا کہ آپ میں کوئی تعلق ضروری نہیں ہوگا۔

ایک ہی عیاذ تو نہیں ہوتا؟ میں نے کسمائے ہوئے کہ شاید یہ صحت نہیں کر رہا ہوں؟“

”نہیں نہیں، ہم سمجھ رہے ہیں؟ وہ چپکلیں بکھول کر بولی۔

”میری مراد ہے کہ کسی صراحت کی ضرورت نہیں۔ صراحت کے لیے کیا لفظ ہی ضروری ہیں۔ آپ میرے سامنے ہیں، میں آپ کے سامنے؟“

”اُس کی آنکھوں میں ایک ایک آنسو منڈلاتا ہے۔“ آپ نے ہانکا مشکل حل کر دی؟ وہ گھٹی ہوئی آواز میں بولی: ”ہماری ایک گرفتار ہے جس طرح آپ کی ذات کے ہوا ہمارے لیے آپ کا کوئی حوالہ سند نہیں ہے، ہمیں اسے جاننے کی جستجو ہے۔ اس طرح ہماری بھی یہ اجتہاد ہے کہ آپ میں اس خوبی کی نسبت سے نہ جانے۔ اب ہم اپنے لیے اس خوبی کا حوالہ مغیر نہیں سمجھتے، یہ ماننے کے لیے کسی امتیاز کا سبب

نہیں ہے۔ پہلے میں اس نسبت پر غور و فکر تھا لیکن یہ تب کی بات ہے جب ہم آپ کو نہیں ملے تھے۔ آپ کہتے ہیں یہ عزم دیا ہے۔ اب

ہم پہلے اندر ایک عجب توانائی محسوس کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں بھی تو ایک حیثیت ہے۔ یہ خوبی ہمارے قدم سے لڑی نہیں ہے ہمارے

چلنے والے احساس سے ہوا نہیں ہے۔ میں اس کی عزت بہت عزیز ہے۔ یہی ہے ہماری قیمت پر نہیں، ان انداز کی قیمت پر نہیں جو ہم پر بھی

بار کشف ہوئی ہیں؟ اُس کی آواز میں نکتہ کے ساتھ ساتھ کھنکھ بڑھی کی آواز میں بھی تھی۔ وہ گویا نے غلط نہیں کہا ہے، اُس کے سر

سے پھول جھڑپے تھے۔ اُس کا اٹھا پھیلے پھول پھول پھول رہی ہیں اُس کے گلے کی چرسے میں سفید دانت جگ جگ جگ جگ کر رہے تھے میں جہاں نظروں سے آئے دیکھتا رہا میں نے کوئی جواب نہیں

دیا تو وہ آواز دنگی سے بولی: آپ چپ کیوں ہو گئے؟ کیا سوچ رہے ہیں، کیا ہم غلط کہہ رہے ہیں؟“

”نہیں۔۔۔ میں نے بڑبڑا کے کہا: سوچ رہا ہوں کہ کیا کون۔۔۔ کوئی سی بات جواب دیتی ہے۔ سب کچھ تو آپ نے خود کہہ دیا ہے۔

کچھ بول کے کہہ دوں ایک دوسرے کے نزدیک بات چیتیں ہے۔ میں بلکہ تم نہیں سمجھتی ہیں؟ میں صاحبہ تو یہی کہہ رہی تھی میں شاید

صورت حال کی نہ تھی اور نہ اس کی فکر کا سبب ہے تاہم میں آپ کے ایک بات کو کہہ کر حوالے عزت و حرمت کا سبب ہوں، اُن

سے دست برداری کیوں کی جائے۔ یہ خوبی ہے شک آپ بڑی نہیں سمجھتے لیکن یہ کوئی کم تر حوالہ بھی نہیں ہے۔ ابھی نسبتوں کو توں مسترد

نہیں کیا جاتا ہے۔ یہی انداز کی بات، تو آپ کے بقول اُن کے کشتہ سے تو اب ایک اور بہتر سبب تاہم ہو سکتا ہے۔ کیا خوبی ان افراد

سے منحرف ہے، ان کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ کیا خوبی کے حوالے سے ان افراد کا خیال نہیں رکھا جاسکتا۔ آپ کو تو اتنی ہی محسوس

کرتی ہیں تو کیا خوبی کی نسبت سے میں کوئی فرق پڑنے کا سامان ہے۔ کوئی اچھا حوالہ ہو تو اُسے ترک کیوں کی جائے؟ میں محسوس نہیں

سب کس طرح کہہ دیا لیکن ایک میری زبان بیکے کی اور میں نے کوشش نہیں کی کہ آپ کو میرے گزرتا تو خیال نہیں کریں کہ کوئی حوالہ نہ

مکمل کے سامنے نہیں ہے۔ اور جو وہ خیرات اُتتے ہنگ ہے؟“  
”بھلا ایسا نہیں ہے؟ وہ بے ساختہ بولی:“ اور اگر اور اگر بھی ہے تو کیا مناسب نہیں ہے۔ ہم اس طرح آپ کے تئیں کچھ

ہمدردی کرنا چاہتے ہیں؟“  
”یقیناً۔۔۔ میں نے خیرات سے کہا: میں یوں ہی بکا بکا ایک

خیال آگیا اور میں نے اسے کہہ دیا یہ ارادہ تھا کہ اور میں تھا اُسے دیکھ کر دیکھیے نہ جانے میں کیا کہہ رہا تھا؟“

”آپ نسبتوں کے بارے میں کہہ رہے تھے؟ وہ ہنسی سے بولی۔

”ہاں! میں کہہ رہا تھا کہ وقت مقام، مادے اور آدمی کا مناسب بھی کوئی چیز ہوتا ہے۔ کہیں کوئی ایسی کوئی ایسی مراد ہے صحت

وجود میں آجاتی ہے جس سے کوئی نسبت الگ نہیں کی جاسکتی؟“  
”لیکن اصل کو فراموش نہ کیے، ابھی سب کچھ نہیں ہے۔

”ہے شک اصل کو فراموش نہ کیے، اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔“  
”ہم حوصلے سے اپنی نسبت ترک کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

ہم خود دوسری بات کہہ رہے ہیں کہ کوئی کوئی ناموس سے زیادہ اپنے کیوں کے مہربان کا احترام کرنا چاہیے؟“

”وہی کہہ رہی تھی کہ خادما نہیں کر رہے میں خودار ہوئی، اُس کی کہ سے پہلے چاہیں کر رہے ہیں ابھی میں نہیں۔“

”نہیں۔۔۔ میں نے بڑبڑا کے کہا: سوچ رہا ہوں کہ کیا کون۔۔۔ کوئی سی بات جواب دیتی ہے۔ سب کچھ تو آپ نے خود کہہ دیا ہے۔

کچھ بول کے کہہ دوں ایک دوسرے کے نزدیک بات چیتیں ہے۔ میں بلکہ تم نہیں سمجھتی ہیں؟ میں صاحبہ تو یہی کہہ رہی تھی میں شاید

صورت حال کی نہ تھی اور نہ اس کی فکر کا سبب ہے تاہم میں آپ کے ایک بات کو کہہ کر حوالے عزت و حرمت کا سبب ہوں، اُن

سے دست برداری کیوں کی جائے۔ یہ خوبی ہے شک آپ بڑی نہیں سمجھتے لیکن یہ کوئی کم تر حوالہ بھی نہیں ہے۔ ابھی نسبتوں کو توں مسترد

نہیں کیا جاتا ہے۔ یہی انداز کی بات، تو آپ کے بقول اُن کے کشتہ سے تو اب ایک اور بہتر سبب تاہم ہو سکتا ہے۔ کیا خوبی ان افراد

سے منحرف ہے، ان کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ کیا خوبی کے حوالے سے ان افراد کا خیال نہیں رکھا جاسکتا۔ آپ کو تو اتنی ہی محسوس

کرتی ہیں تو کیا خوبی کی نسبت سے میں کوئی فرق پڑنے کا سامان ہے۔ کوئی اچھا حوالہ ہو تو اُسے ترک کیوں کی جائے؟ میں محسوس نہیں

سب کس طرح کہہ دیا لیکن ایک میری زبان بیکے کی اور میں نے کوشش نہیں کی کہ آپ کو میرے گزرتا تو خیال نہیں کریں کہ کوئی حوالہ نہ

مکمل کے سامنے نہیں ہے۔ اور جو وہ خیرات اُتتے ہنگ ہے؟“  
”بھلا ایسا نہیں ہے؟ وہ بے ساختہ بولی:“ اور اگر اور اگر بھی ہے تو کیا مناسب نہیں ہے۔ ہم اس طرح آپ کے تئیں کچھ

ہمدردی کرنا چاہتے ہیں؟“  
”یقیناً۔۔۔ میں نے خیرات سے کہا: میں یوں ہی بکا بکا ایک



شفیق کو از میں بولی۔

”نہیں“ میں نے نندی سے کہا ”مجھے ان کو کوئی خیال نہیں تھا“  
”جی“ وہ دیکھیں پل پلانے لگی ”یا آپ کیا کہتے ہیں؟“  
”میں کچھ کہتا ہوں“ مجھے ان سے محبت ہوئی تو تو میں۔۔۔“  
میں نے اپنی کار و حق میں گھوٹ لی، مجھے اس سے بے سبب کچھ نہیں  
کہنا چاہیے تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی تجسس ظاہر کرتی، میں نے  
اس سے کہا کہ کل صبح میں نیچے آؤں تو وہ مجھے اپنی اخی بان سے  
مزدور ملے، میں ان کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہوں،  
”مزدور مزدور“ وہ شاردانی سے بولی ”وہ آپ کو کدھ کے  
بہت خوش ہوں گی، بہر حال نہیں سمجھ سکے کہ غلام کی کے آنے سے وہ  
کس قدر پر سکون ہو گئی ہیں“

خادم نہیں چائے رکھ کے واپس ملی گئی تھی، میرے نے اپنے  
ہاتھ سے خیموں میں چائے اڈھلی اور اب کے مجھے سے شکر کے لیے  
نہیں پوچھا۔ وہ دو دھ کے بغیر نہایت خوش ذائقہ چائے تھی میں نے  
ایک کے بجائے دو دفنان پیئے اور اب جو شاد ہے کیا ہوگا میں  
نے شکر کرتے ہوئے اسے لکھا۔

”اے اے! ہم تو بولی ہی گئے“ وہ میری اسی ہو گئی اور  
معموریت سے بولی ”اب تو خوش ہو گئی ہوگا۔ ویسے سوتے وقت  
ہی بیٹا مناسب ہوتا ہے، بہتر ہے کہ دوسرا بیال بھیج دیتے ہیں؟“  
”میرا بیال سننے میں چاہنے والے نئے پر کٹھا کرنا چاہیے؟“  
”اے مزدور ہے، انا! اندر ہی سے، انا تو بولنے کا یکن ہتر  
ہے کر اسے بھی بیٹھے“

”آپ رہتے ویجے، رات کو بے آرامی رہی تو کسی کو لا کے  
گہروں گا“  
”اے اے بولنے دیر ہو گئی تھی میرا میں نہیں جانتا تھا کہ وہ  
چلی جائے، اس کے چہرے سے بھی یہ ظاہر ہوتا تھا کہ رات بہت ہو  
گئی تھی، چائے پیتے ہی وہ اٹھ گئی“ میں نے اسے سیدھا صبح تک آپ  
بالکل ٹھیک ہو جائیں گے“

”میں تو اب سے بہت بہتر محسوس کر رہا ہوں“  
”ہمارا بیٹھے لیکن اب میں جانا چاہیے“  
”مجھے بھی اس کا خیال ہے، وہ نہیں اپنے درخواست کرتا“  
”ہم چھڑ جائیں گے، ہو سکا تو کل ہی ویجے کی بیگ کو آپ  
آئیں گے ہی؟“  
”اے اے! اگر اس کا مطلب نہیں کہ آپ کل اس طرف نہ آئیں؟“

”ہم مزدور ہیں، کل اسی وقت، اب کچھ پہلے“  
”میں انتظار کروں گا“

”ہم بھی بات آنے کے منتظر ہیں گے“ وہ سر جھکا کے بڑگی  
سے بولی، راتے ہو توں سے اس نے شب بھر کا، اس کے خدایان  
پر شوق سی چھوٹ، ابھی تھی، جاتے ہوئے اس نے ایک اپنی لگاؤ سے  
مجھے دیکھا اور مٹا اندرونی درد اسے میں چھپ گئی۔

اس کے جاتے ہی میں نے بستر پر اپنا جام پھیلا دیا تھا۔ میں نے  
نڈھ کیوں کے پڑے پڑے نڈھ کی گلی کی، مذکورہ وقت کے کا ادھر  
کی چٹنی گرائی اور نہ چٹن آکر سے میں یوں ہی بے مدد سارے پر رہا  
رہا، آدمی کی ابھی بھی ایک خوشبو ہوتی ہے، وہ کرے میں اپنی خوشبو  
چھوڑ گئی تھی، میں نے تمھیں بند کر چاہیں لیکن تمھیں کسی آباد  
اس کا کہہ، اس کا سارا سامنے تھا آ تھا، شاید میں خود سوتا نہیں جانا  
تھا کیونکہ تیرے وہ سب کچھ مدد ہو جانے کا انداز تھا، اس  
کے چائے کے بعد بھی موجود تھا۔ اس کی آواز میں اس کی آئیں اور  
اس کی خوشبو بھی، لطیف سی عجیب سی جیسے کوئی نام نہیں دیا  
جاسکتا۔ وہ خوشبو کیا تھی، نہ جوی کی، نہ گل کی، وہ تو کچھ اور  
تھی، وہ خوشبو میری سانسوں میں بسی ہوئی تھی، جب تک وہ بھیجی  
رہی میرا جسم بندھا ہوا سا کچھ ہوا سا رہا، میری نگاہ اس پر جتنی  
نہیں تھی، ایک نظر اسے دیکھا اور تمھیں خبر ہوئے نہیں، مہمان  
میں تھی تو اب بیٹھے میں اسے غیظان سے دیکھ سکتا تھا، اتفاقاً  
خوب ہوا، میرا بیال آنا اور رئیس سے بولی ہی نہ لے کی شکایت کر  
دینا، اگر میں نہ آتا، رئیس سے یہ نہ کہتا تو وہ نہ کر، اس وقت بھی کہہ  
داتی میں تو یہ لال کہہ ہاتھ کر مجھے اپنے کمرے میں جانا چاہے، وغیرہ  
وہ کوئی میرا منتظر ہو، اچھا ہی ہوا جو میں کوئی چھوڑ کے بھاگ گیا۔

تو اب سے لاکھ درجے کی اس کی بزم کی قوال تو اب وہ کوشش کرتے  
ہیں، سارا اور آواز کے ساتھ ساتھ کلام بھی پڑھتا ہوا مزدور ہی ہے، یہی  
بات جتنی ہے، اس کی آواز میں سارے ہر ہر نغمہ میں کے لیے  
میں ترنم کوٹ کوٹ کے بھرا ہے، صفا غفلت نے اس کے سینہ میں  
ہر اچھا سے فیاضی برتی ہے کہ میں اس کے گلوں کی آواز میں  
چھوٹی تھیں، چوں توڑتے وقت آدمی کے ہاتھ پر پڑتا ہے، چوں  
کیا کسی بھی ناگ بیڑ کے سامنے آدمی میں اعتبار طوطا پر خور آجاتی ہے کہ  
لیکن چھوٹے سے سکی ہو جانے اس پر عین دکھائے، لیکن آواز تو  
نہ جانے میں بستر پر چڑھا اس کی آواز میں ایک ایک بات نہر آتا

روا کہ میں نے اس سے کوئی شے دینی بات تو نہیں کہی ہے میں  
اس کی دلی کشش کا پلو نکھتا ہوں اس کے سامنے تو کوئی آواز میں  
بات بھی نہیں کی جانتی میں نے اپنے غور پر پوری اعتبار کی تھی تاہم  
اب مجھے بہت سی باتوں کا خیال آ رہا تھا میں اس کے اور نرم اندر لگ بھگ  
میں بات کر سکتا تھا۔

کمرے میں سکوت چھایا ہوا تھا، اندرونی دروازے کے اس طرف  
ہاڑوں کے گوشے میں خادم رئیس خردی سو ہو گئی، میں اسے دیکھ سکتا تھا  
اس مرد اس کے سامنے زبان کو بولے ہوئے شاید مجھے اتنی دشواری نہ  
ہو، میرے بعد میں ایک بار ان کی تھی میں نے ارادہ ترک کر دیا، اس  
سائلے میں بہت سکون چھپا ہوا تھا، گھڑی سے نہ دیکھا، پھر ڈھائی  
کا گھنٹہ بجا دیا، چٹن کا میں سری سے اٹھ کے کھڑکی پر ایک گھڑکی کے  
پر حصے اور پٹ کھولے پڑھنے کی ہوا ڈالی، باہر سارے نظر کشا ہوا رہا  
اور صبر کے چاند میں نہا ہے تھے اور صبر کیوں، صبر کیوں کی صلاں  
سے فضا کو آ رہی تھی، کئی عجیب ہے کہ صبر کیوں کیوں کیوں  
بڑھا دیتی ہیں، کوئی اور وقت ہوا تو میں باہر نکل پڑتا، میرے باہر نکلنے  
سے بڑھ کر کیناٹ تھوٹی کے غلام خواہ خواہ پر نشان ہوتے، سو میں  
ہیں کھڑکی سے نکلا، اگلا خیال لیا، ہاتھ پر کھونا اور تازہ آواز ہونے  
میں جیسا تار میرا بند بند جیسے تھل رہا تھا، پھر کھڑکی سے بیٹ کے  
میں نے دایک روٹیاں اُگلی کر دیں، لیکن کر کے کہ محمد ربی سے  
کچھ لکھ جھٹ گئی تو میں نے سارے قلعے دوبار روشن کر دیے اور  
لکھوں کے دوقی پڑنے لگی، کس کتاب کا ایک پیرا بھی دھیان سے  
نہ پڑھ سکا، میں نے کیشاوی کے گھر بھی رہا ہوں سو وہ تھا، میں نے  
اس کا میں گھما چھڑا کے دیکھا تو ہر گز سے گریزی اور کچھ پڑا کر  
آرہے تھے گرو گرواٹ میں بہت تھی، میں نے پڑھیں پڑھ کر دیا۔

سکوت ہی زیادہ بھلا تھا، زندہ اور بیلاری کے دریاں جو کینیت ہوتی  
ہے، میں میں آدمی سا بھی بنے گا، کچھ ہے، نہ جان ہے اور نہ سارے  
میری کچھ بھی حالت تھی، دل و دماغ پر غنودگی میں چھائی ہوئی تھی  
گھر مجھے اپنے ہوش و دماغ کا بھی پڑھنا تھا، خدا، خدا میں نے کیناٹ  
کھائے تھے، دانت، دانت میں نے چھڑا تمھیں موندنے کی کوشش  
کی اور پھر بھی چار میں بچے تھے کیونکہ میں نے چار بیٹے کی  
گوارا نہیں کی تھی، جانے کس وقت مجھے نیند آگئی۔

کمرے میں آتھوں کی تیز روشنی میں صبح کی روشنی میں شامل ہو گئی  
تھی میں نے بڑا بڑا کے تمھیں بھول دی، کاتے بڑی طرف مجھے بھڑو

رہا تھا اس کے چہرے اور آواز پر دشت چھائی ہوئی تھی، لاٹھ لیا  
ڈوٹے، راٹھ جلا، جلا سے اٹھ جائے  
میں نے ترش لگا ہوں سے اسے دیکھا، کچھ دیر اور سوتے  
دو کاتے چھائی اہلانت کو بہت دیر سے اٹھ گئی تھی، میں نے جمائی  
بیٹے ہوئے کہا۔

”ہر رانی اس نام اٹھ جانا ہی ٹھیک ہے؟“  
”کیوں؟ کیا بات ہے؟ میں نے تو کچھ سے پوچھا۔“  
”میں جلدی سے منہ ہاتھ دھوئے۔“

”اس کی آواز مجھے ٹھیک نہیں معلوم ہو رہی تھی“ بناؤ نا کیا بات  
ہے، وہ میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔  
”پتلہ منہ ہاتھ دھوئے پھر نیچے کچھ چٹا ہے؟“  
”نیچے کیا ہے؟ راتے کیوں نہیں؟“

”خندوت کر ڈالے، جو بولتا ہوں، پہلے وہ کر دے کاتے نے  
تھی سے کہا“ ہر بات پر تو ایسا کیوں کرنے لگتے؟  
”جب تک تم بتاؤ گے نہیں، مجھ سے کچھ نہیں ہوگا“  
”کچھ کو بولنے کی کیا بات ہو؟“

میں نے جھپٹ کے اس کے شانے پر لپکے، کاتے کی انگوٹھوں  
میں انگوٹھ سے ہونے لگے اور وہ مجھ سے غور سے چرچا رہا تھا، کاتے  
چھائی آپس نے لڑتی آواز میں اس سے پوچھا چاہا۔  
”کیا بولوں لاٹھ؟“ وہ بھیچے ہوئے ہوشوں سے بولا، چھوٹا  
نواب چلا گیا۔  
”کیا۔۔۔۔۔“

”اے اے! وہ چلا گیا“  
”کاتے نے مجھے میرے سینے میں بھرا دیا، جو میں بھی بھری ہوئی  
انگوٹھوں سے اسے دیکھتا رہا۔“

”ابھی نیچے اندر سے خبر آئی ہے؟ کاتے جیسے بہت دھڑے  
بول رہا تھا، مجھے سکتا سا ہو گیا، کاتے میرے گلے سے لپٹ کے  
بڑے لگا، اپنے کو پتہ تھا ڈوٹے میں کیناٹ بھی جال ہوگا“  
”نہیں نہیں کاتے چھائی کی غلط ہے؟“

”تیرا چھائی بھی ہی جان رہا تھا، تیرا کچھ ساری کھولی میں  
کرا رہا ہے؟“  
”کیسے ہو سکتا ہے؟“  
”ہو گیا ڈوٹے اچھو گیا“ کاتے رو رہا تھا، چلا اٹھ کھڑا ہو۔  
نیچے بڑا نواب بیٹھا ہے۔“



میں فوراً کبوتر سے اٹھ گیا لیکن مجھ سے اپنے نمونہ پر کھڑا نہ ہوا جا سکا میرا سارا دم بھر ہو گیا تھا۔ کاتے سے مجھے سنہال یاد تھے۔ بستر پر بٹھا کر ٹوٹا پانی، تولیا اور پٹیلی لے آیا میرے ہاتھ کام نہیں کر رہے تھے۔ کاتے بیٹھی کو لباس سے میرا ہنسی خنک کرتے تھے۔ لگا میں اسے ایک طرف ہٹا کر اندر دینا دیر لگے گی کہ وہاں سے کاتے نے مجھے بازار کے پاس پکڑا یا کہ وہ کھڑا جا رہا ہے۔“

وہ نظیر کو کاتے جہاں ایش ایسی آتا ہوں۔ میں نیچے نکلتا ہوں میں جا رہا ہوں۔ میں نے دروازہ میو کر لیا اور نیچے تھری میر جیوں تک پہنچا لیکن میرے قدم وہیں گھر کے گئے۔ ٹھونک میں زمین میں بیٹھا ہوا ہمارا۔ اندر سے بھاگ دوڑی تو اس کی آہیں تھیں۔ اس سے پہلے کہ مجھے وہاں کوئی دیکھ لیتا، میں کمرے میں جا رہا تھا۔ کاتے دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس کے کتے پر میں نے منہ پر پائی کے دو چپکے مار دیے تھے اور بالوں میں گھسی گھسی کر لی تھی۔ باہر میں اور دکان ویران پڑے تھے۔ کاتے کا ہاتھ پکڑ کر کتے پر میں نے یہ جھپٹا لیا۔ کتے میں نیچے چند قدم کے فاصلے پر نشست گاہ کے باہر پہنچے ہوئے چوڑے سے پردہ سبب موجود تھے۔ سب سے پہلے میری نگاہ بڑے نوب ہی پر پڑی تھی۔ میری آجانی، بھل اور پراس کے دروازہ پر خود بیٹھے تھے۔ بڑا نوب پر چھانکے بیٹھے کسی گری سوچ میں ڈوبا نظر آتا تھا۔ ہماری بہت پر اس نے ایک بار سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ میرا دم لرز کے رہ گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے گری پر بیٹھے کا اشارہ کیا۔ اس کی آنکھیں ہماری ہماری تھیں اور ان میں آنسوؤں کا ایک آغوش بھی تھیں۔ ہاتھ ڈھرائی کے ساتھ مجھ پر تھیں اور گنگ بھی بیٹھے سے کڑھی ہوئی تھی۔ اسی لمحے کے لیے میرا لگا جیسے کاتے نے مجھ سے بہت بڑا ملوث کیا ہو رہا ہے۔ جیسے ہی مجھے دھوکا دے رہے ہوں اور جیسے سب سے جان بوجھ کر مجھے ستانے کے لیے وہ غامضی اختیار کیا ہو رہا ہے۔ سب سے میرے دماغ کا کل مل جاتا ہے۔ جیسے ہی کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ کاش ایسا ہی ہوتا۔ بڑے نوب کی آنکھوں میں آنسوئیں تھیں۔ میں اس کا مارا ڈھرت کا دھیر مضمون ہوا تھا۔ میرا دل بچا ہوا تھا۔ میں نے بھل کی طرف دیکھ کر وہ بھی بہت کی طرح رکت دیکھا تھا۔ چوڑے سے باہر ہونے کے چار دھڑک کر ایک رہے تھے۔ کاتے میں یہاں کیوں لے آیا تھا مجھ سے کہیں کے لیے بھی نہیں پھر رہا تھا۔ بار بار میری نگاہ بڑے نوب کی طرف اٹھتی تھی۔ اس کے جسم میں کوئی بیش نہیں تھی۔ لیکن جس سے حرکت نہیں۔ میں وہاں سے اٹھ جا گا کرتے میں چوڑے سے کہہ رہا تھا کہ ایک ہو کر لے کر اور نوب شربت بڑا تیزی سے

باہر لگا۔ وہ تقریباً جھانک ہوا چوڑے سے بڑھا، بڑے نوب نے چونک کے اس کی طرف دیکھا اور کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ ہم سب کھڑے ہو گئے تھے۔ نوب شربت بنگسہ پر دو گلی عاری تھی۔ ہماری جانب بھڑائی نظروں سے دیکھتا ہوا بڑے نوب سے لپٹ گیا۔ ہمیں ہارنے لگا۔ یہ کیا ہو گیا جہاں میں! یہ کیا ہو گیا؟ بڑے نوب کے ہاتھ پھوٹے ہوئے تھے اور ہونٹ پکپکا رہے تھے لیکن اس کی ہان سے ایک لفظ بھی ادا نہیں ہوا۔ نوب شربت جنگ اس کے شانوں سے سرگڑنے اور بیٹنے پر سر ہارنے لگا۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر میری سسکیاں نکل پڑیں۔ کاتے بھی روئے لگا۔ دروازے سے کرسی پر کڑا پڑا تھا۔ وہ خود دیکھ رہا تھا۔ آج ان سے نوب شربت بنگ کو بڑے نوب سے ایک کا تو وہ ان کے بیٹے سے لپٹ گیا۔ آج ان کے تھیکیاں دیتے اور بڑا دے ہوئے جانے کیا کیا تھیں کرتے رہتے تھیں۔ اسے بھی کرسی پر بٹھا لیا گیا۔ وہ ان سے اپنا بازو چھڑانے لگا۔ اندر نشست گاہ کی طرف بھاگ پڑا۔ بڑا نوب وہیں بیٹھا رہا۔ اسی شربت بنگ کو کتے دیر نہیں ہوتی تھی کہ ایک دوسری سواری کے لگی چھتر مری ہو گئی۔ بھل پر اور میری بڑے نوب کس کی سے بٹھ گئے۔ دیکھتے دیکھتے آئے والوں سے چوڑے سے بڑا ہوا تھا۔

وہاں سے اٹھ کر ایک طرف بھل نہیں تھا۔ کسی کو کسی کی تہنیں تھیں۔ میں چوڑے سے آگیا۔ میں اترو گیا تھا لیکن میری بھل کی تہنیں آ رہا تھا کہ کیا کر دیاں، انہیں جانوں، مجھے کیا کرنا چاہیے؟ بڑے نوب سے دو گلی مسلسل چوڑے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ میں حوصلے کے نوب میں ایک طرف لپٹ گیا۔ بھڑائی دیر پہلے کے بعد میری سانس پھوٹ لگی۔ میں تھری پتھر کی ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ یہاں کا ایک حفر تھا اور یہاں بہت سنا آتا تھا۔ مجھے ایسی ہی جگہ کی ضرورت تھی جہاں ڈار پر پتھر کے خود کو ایک نوکر کوں اور مجھ کوں کا یہ سب لپاسے لیکن اب ایک میرے جسم میں کوئی جھٹکا سا تھا۔ آواز میرا سر دھمکے لگا تھا۔ مجھے یہاں سے چند ہی لمبے گزے ہوں گے کہ کھیت میں چنچ سے اٹھ گیا اور میں نے چوڑے کی جانب دایں جانے کا اشارہ کیا۔ وہاں لوگ اکٹھے ہو رہے ہوں گے اور میں یہاں گیا ہوں۔ کسی نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو کہا کہ وہاں اس طرف کوئی مجھے دھوکا نہ دے۔ میں نے صرف ایک قدم دھڑکے تھے کہ مجھے کھیت کے سامنے لگا دیا۔ وہاں پہنچے پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کا محسوس ہوا تھا جیسے میں زمین میں غمنا جا رہا ہوں۔ اندر میرے میں ڈوب رہا ہوں۔ جیسے سب کچھ تم ہو گئے ہے۔

میری آنکھیں جیسے تیری آنکھیں نہیں رہی تھیں۔ مجھے سب کچھ بھڑائی اور غمناک لگ رہا تھا۔ چوڑوں کے رنگ تبدیل کی آواز، اپنا وجود، سب ایک قریب غمناک ہے۔ سب کاتے، ابھی کوئی آہی بٹے لگا آگ بھڑکے گی اور سارا کچھ اپنی اصل شکل میں آجائے گا۔ کوئی اندازہ نہیں تھا کہ مجھے یہاں سے کتنے وقت گزر چکا ہے۔ کاتے اور دروازہ کاتے کو شاید میرا جسم وہیں بیٹھے بیٹھے کڑا جاتا کتے لے آتے تھے۔ میرے درویش کا تھا کہ کدھر چھپا بیٹھا ہے تو؟ وہ میری سے بولا۔ سارے میں چھان مارا تو میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھ میں جواب دینے کی جہت بھی نہیں تھی۔ دروازے سے میرے ہاتھ کڑے اور پانے سینے سے لگے کے بولا۔ تھو سے زانہ ان سے اس کو ایک دم نہیں دیکھتا تھا۔ پر ابھی میں کو ایسا لگا ہے کہ اپنا کوئی جہاں چلا گیا، اپنا ہاں باپ مر گیا ہے۔ زور اڑا دی ہوئی اور زمین بولا۔

مادر کو ہر گاہ بہت آگے میں لڑے لے! کاتے نے تشریف لے لی تھی مجھے ٹوکا۔

وہاں داجا، اور اور استاد نے بولا ہے کہ ابھی تھیں اس کو ایسے لے کے تو اس کو ایسے ہی جو پنا جیسے، ابھی کچھ دیر میں بیٹا اٹھنے والا ہے۔“

میں نے ٹھنڈی لگا ہوں سے اسے دیکھا۔ کاتے نے میری کرسی پر ہاتھ ڈال کے ایک جھپٹے سے مجھے کھڑا کیا۔ ان دونوں سے وہاں جانب سے میرے ہاتھ کھڑے تھے۔ لیکن میں اپنے ہی پیروں سے واپس آیا۔ ہر طرف بھوکھ پھیل ہوئی تھی اور چوڑے سے کپاس کا کڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس طرف جانے کے کہانے کاتے اور دروازہ پہنچے ایک طرف پر پڑھ گئے اور رابا دی سے ایک کمرے میں آگئے۔ بھل اور میرے کے سوا وہاں کوئی نہیں تھا۔ دونوں آرام کریں۔ پر ایک دوسرے کے قریب نہ ٹھوٹتی بیٹھے تھے۔ میرے دماغ میں تھی بھل نے بھل آواز میں مجھ سے پوچھا کہ کدھر چلا گیا تھا؟

”میں، میں نہیں تھا۔ میں نے منمناتے ہوئے کہا۔

”میں چھو جا، بات اٹھنے ہی والی ہے۔“

میرے پیٹ میں ایک ہو کر اٹھی۔ میں نے بیٹا انداز میں کھنک دیکھا۔ بھل کی آنکھوں میں خون بھرا ہوا تھا۔

”اور جانی اندازہ جا کے پکڑے ذرا بدل لے۔ یہ بڑے تھکے تھکے لپٹے مجھ سے کہا۔ وہ بھی آگے بڑھے ہوئے تھے۔

”میں ٹھیک ہیں دادا! میں نے اٹھنے سے کہا۔

”بھل لے رہے؟“ بھل تک کر بولا۔ بابائے دھر حوی سے

خاص کر کھولنے ہیں۔“

”دادا! ابھی ہی اس کو پوچھو۔ زور سے بھڑکتی آواز میں بھل سے کہا۔ ابھی کوئی کیا کر سکتا ہے؟“

بھل بھکاری بھڑکے دیا۔

”ابھی کو یاد ہے؟“ میرے کتے لگا۔ ابھی کوئی کیا کر سکتا تھا جس کا بول تھا کہ میرے کا ایک دھکا لکھا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ اپنا وقت لے کر آئے۔“

”کدھر کو دادا؟“ کاتے کے پوچھتوں پر بھل کی سسکاہٹ خود کرانی۔ ”میرا ملا موت کا دن ہے۔ کوئی بھی طے نہیں لگا۔ دادا! اس آگے کوئی آگے کھٹکنا نہ ہے۔ کچھ ہو سکی تو کھینچا نہیں تو سب بڑھ چکا۔ میرا سرفرا ہے لگا۔ دروازے سے میرے کتے کے سامنے رکھ دیے تھے اور کتے لگا کر میں نے حرکت نہیں کی۔ دیر کمرے سے جھکی اٹھنے کی اطلاع مل سکتی ہے۔ میں نے خند نہیں کی۔ دیر کمرے سے جھکی اٹھنا نہ جانا ہوا تھا۔ زور اٹھا ہاتھ تمام کے مجھے وہاں لے آیا جیسے میں کوئی بچہ ہوں۔ جیسے میں اندھا ہو گیا ہوں۔ میں نے اندر جا کے تہہ لپٹ کر لیا۔ وہ میرے ہی کپڑے تھے۔ کڑا پنا چھرا اور اس کا کپڑا باہر نکلتے ہی وہ چاروں اٹھ کھڑے ہوئے۔ میری آنکھیں جل رہی تھیں۔ بھل نے دروازہ کھولا۔ کتے سے میرے کدھر سے ہاتھ کھنک تو کتے سے ضبط ہو کر۔ کھنک سے لے کر وہ بیٹھنا لے لیے میں مجھ سے لگا۔ چوڑا دروازہ میں تھا۔ وہاں تیری آمد میں لوگ موجود تھے، سرگوشیوں، آدھی دھبی آوازوں اور سکینوں کا ڈھونڈ گونج رہا تھا۔ جیسے میں جنازہ لکھا تھا۔ سب اس کے اطراف گھومتے ہوئے چھٹے نوب کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ کاتے نے مجھے بھی اس طرف کی طرف دیکھا۔ چاہیں مجھ سے آگے نہ جانا تھا۔ مجھے چوڑے کے سبب جو میں مثال ہو گئے تھے۔ میں ایک عنوان سے کمر لگا تے وہیں مجھے کھڑا رہا۔ اس دور کا خاص صاحب میرے سامنے سے گزرے۔ ان پر گریڈ کا تھا۔ ان کی آنکھیں جھپٹتے جھپٹتے ہوئے ایک جانب لے گئے۔ جنازہ میں وقت آٹھا، اس کا جیسے مداری حویلی میں کر رہی ہو، وہ دروازہ پر کھڑا ہے۔ حویلی کے کتے غلام خود کو فوج محسوس ہے تھے، بھوکھ چھوٹ کے رو رہے تھے۔ میں کسی تنازائی کی عرض نگاہ نہ کرنا۔ جب وہ آگے بڑھے تو میں بھی ان کے ساتھ چلا گیا۔ بڑے دروازے تک جانے والے راستے پر مداری کی تھی نظروں سے بڑا دروازہ پر اٹھ ہوا تھا وہاں سے گزرنے کے وہ حویلی کی فصیول کے باہر میدان میں سے پھر لوگ پر آگئے۔ آگے کسی جگہ کاتے اور دروازے مجھے دھوکا لیا تو نے دیکھا۔







کو خیال نہیں رہا کہ میں ان کے ساتھ نہیں ہوں۔ دروازے تک چلے  
میں بہتر قدموں سے لوٹ آیا اور کوئی مجھے ہرانے بھی نہیں آیا۔ کچھ  
ہی دور جا کر مجھے احساس ہونے لگا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ ان  
سے الگ ہو سکے ہیں اپنے آپ کو بہت اکیلے اور فیر محفوظ محسوس کر  
رہے تھے۔ میری کوئی حس گریہ ہی تھی کہ میرے گرد فضا نے تنے ہوئے ہیں  
تسے میں تنی تمام مجھ سے ٹکرانے لگے۔ مجھے دیکھ کے گواہوں نے نظریں  
چھپی کر لی تھیں اور سنا کہتے ہوئے گزر گئے تھے لیکن ہر دم پر مجھے  
شہہ تھا کہ ان کا وہ سچا گھر بھی میرا راستہ روک سکتے ہیں۔ پکھڑی آگے  
اٹکے کوئی سمت نہ کرنے کے لیے میں رگ گیا اور درج تک ٹھکا کھڑ  
رہا۔ مجھے کوئی ایسی کو نظر نہیں آتی تھی جہاں میں خود کو چھپا سکوں اپنے  
گھر سے ہی میں دلایں جا رہا تھا۔ فضا میں دہاں جانے کے خیال سے میر  
جسم ٹھنڈے لگا تھا۔ پھر بھی اس طرح کہ کب میں بچ رہا تے میں کھڑا  
رہتا۔ میرے سر میں یہی حکایا گواہیں ہو جاؤں اور نشست گاہ کے کسی  
کوٹے میں بیٹھ جاؤں لیکن اندر جا تے جا تے باہر پورے سر مجھے  
گھسیٹا نظر آتی تھیں۔ وہاں میں اکیلا نہیں تھا۔ چند ٹوٹے اور اجڑے  
لوگ بیٹھے چھوٹے ٹوبہ کی غادات و خدشات کے بارے میں باتیں کر  
رہے تھے۔ میرے کان اس وقت کھڑے ہوئے جب انھی میں سے کسی  
کی زبانی میں نے گھٹے کا نام سنا۔ کوئی نگرانی میں گئی کی حالت زار بہر  
افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ کسی کی مگر یہ قیامت تو ٹھنڈے کی نہیں  
تھی، خدا اس پر رحم کرے۔ اسے کھڑا وقت ہی گستاخانہ تھا۔ کسی نے کہا  
کہ شربت جگتے زندگ میں ایک ہی غلطی ہوئی تھی لیکن وہ اب بھی کہہ سکتے  
تھے، وہ لڑکے کا کہہ رہے تھے۔ یہ تو گنتی کے نصیب کی بات تھی، جس کے شے  
تو دور دورے آئے تھے، لڑکھو نصیب بھی اپنی صورت جیسا داتی۔ انکی  
کانا چھوٹیوں سے بیڑا دل اور ڈوبنے لگا تھا۔ میں نے مجھ کو کہنا شروع کیا کہ خد  
آجہاں سے کہہ کے آج ہی مکہ اٹھیں یہاں سے چلا ہاؤں گا۔ وہ یہ نہ صرف  
سے کوئی بھی خد کہہ سکتے ہیں۔ ایک آدمی کے نہ ہونے کے باوجود کہہ سکتے  
کا کہیں تو سبھی کا حال ہوگا۔ یاد وہ سب پھر کے بنے ہوئے ہیں۔ میری  
کڑن کا کڑن نام دروازے کی طرف نہیں تھا۔ اس طرح میں موجود کی  
تعداد کم ہو گئی تھی اور پورے پر بھی شدہ درگاہ خالی ہو گئی تھیں۔  
جبری میں کی طرح اتنی ہی وہ خیالیں تھیں۔ یہی نہیں لیکن روشنی اور گ  
منطق تو بنانی سے بھی ہے۔

جہوڑ سے پر عرف میں میٹھا رنگ کیا تھا، اتفاق سے نواب حشمت  
 جنگ اُھر سے گزرا۔ وہ کسی کو چھوڑ کے واپس جا رہا تھا، جمعہ پر نظر  
 پڑ گئی، وہ سیدھا میرے پاس آ گیا اور حیرانی سے بولا: "اے آپ

جیسے خولی میں کچھ درختیہ کے نیزہ ملی اور اہل جان کے سوا چار ملا  
بالائی منزل پر پہنچے آئے تھے، دوپہر کے کھانے کے لیے تڑپے اہل میں  
انتظام کیا گیا تھا۔ بہت سے لوگ اس میں شریک تھے۔ نہایت سادہ کھانا  
تھا۔ کھانے کے بعد میں فرش نشست کا انتہا اچھا سونٹ کا کھانا کھا۔ مجھ سے  
ایسے بھی نہیں کھا جاتا۔ ایک تقریر میرے متعلق سے تین اتر اہل میں  
میں غرض کو منع کیا تھا لیکن انھوں نے امر کیا کہ شریک ہو جاؤ اس مناسب  
سے چنانچہ میں بھی ایک کھانا کھا۔ آخری سرے پر بیٹھ گیا تھا۔ کچھ ہم بھی  
کسی سے نہیں کھ کھیں کھائی گئی۔ سب دکھا د کرتے رہے۔ دروازہ کھینچ  
اپنے کروں میں جانے کے لیے تھل کے کمرے میں آئے تھے، کمرے  
میں عجیب جھانسی گئی تھی۔ چھوڑ کر وہ بھی اندر ہی میں تھا۔ اندر سے  
ایک دروازہ دونوں کمرے کا دیرتا تھا لیکن بیرو تھل کے ساتھ ہی بستر  
پر ایٹ گیا۔ چم تینوں صوفوں اور آرام کرسیوں پر دروازہ کھینچے ہیں آئے  
اس بعد وہ صاف ہونے لگے کہ ایک خانہ میں آئے کمرے کے صاف کے سامنے تازہ  
حقہ رکھ دیا اور چائے کے لیے پوچھا۔ تھل نے انکار کر دیا۔ خانہ کے  
آگے بڑھ گئے اور دروازہ کھینچ کر بیٹھ گئے، وہ مستقل اس کی شکل رکھتے  
رہے۔ تاہم انھوں نے ایک دوسرے سے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور کسی نے  
کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ کمرے میں سامانوں اور کمروں کی آہٹیں  
گھڑی کی ایک ٹپ اور گلاسے تھے۔ تھل کے تختے کی گڑبڑ کھینچ کر  
ری۔ دروازے کھینچے تھے۔ تقریباً ساٹھ سال آئے والے اُن دو بیویوں کے  
اداسے میں تجسس ظاہر کیا تھا۔ پوچھنے سے چاہوں کی گھڑائی میں جین دن  
کے وقت پہنچے تھے اور ان کی آمد پر ہمارے بیویوں کی گھڑائی سنائی  
دی تھی۔ انھوں نے چھوٹے نوپ کی قبر پر چھوٹوں کی چادر چڑھائی  
تھی اور ان کے ساتھ آئے والے چاہوں نے سیلوٹ کیا تھا۔ کھاتے  
میں بنا کے روگیا تو دروازہ کھینچ ہو گیا، سب جیسے لوگ ہو گئے تھے۔  
کسی کی بھی آنکھ ابل بل کے نہیں تھی۔ تاہم چاہوں نے انہما  
جیسی ایک خانہ کی مخالفت پر ہوا۔ اس مرتبہ ہم سے چھینے کے کھانے وہ  
چائے لے کر کھانا دینے آیا تھا۔ تھل نے بھی پھر کمرے میں روک  
چائے کے ساتھ دیگر کوڑے ہم جیسے تھے لیکن نہایت دھوکے اور ایک ایک  
بیلا اندلیں کے ہم بھیجے اتر آئے۔

چونکہ سب کے باہر اب بھی موزوں کی تظار گئی تھی یہ جیسے پر  
معلوم ہوا کہ یہ مازناب نشست گاہ میں موجود ہے۔ ابا جان اور علی علی  
بھی وہیں میں۔ سب سے ہی میرے اذان اٹھنے لگے۔ ایک ہی صورت  
منجی کہیں ان سے کہہ بیچھ ہوا اذان نشست گاہ میں جاتے وقت کسی

یہاں تہا میٹھے ہیں؟  
میں کھڑ ہو گیا، میں نے سہٹ چراتے ہوئے اسے سلام کیا اور کہا  
”جی ہاں، میں بس بیٹھ گیا۔“  
”آئیے، اندر آئیے، ہم کوپ کو چھوڑی سے بچنے، ایسی جگہ ملے گی  
جہاں آپ کے والد سے مل سکیں گے۔“  
”میں نے سہٹ کر اپنے گھر کے باہر آئے، میں نے سہٹ کر اپنے گھر کے باہر آئے  
تو میں کسی روز دفتر کے باہر اس کے ساتھ چل پڑا۔ فاب حتمت کا وار  
کی شکل صاف نمایاں تھی، نشست گاہ میں داخل ہوتے وقت میری  
راگوں میں خوف جیسے تھی۔ براہ راست کسی شخص کو نہ دیکھنے کے لیے  
ماتے کھڑ ہوا تھا۔ وہی خون بھری کس کی آنکھیں تھیں، ابھی ابھی شہداء  
سے میں دروازے کے قریب ہی بیٹھ جانا چاہتا تھا مگر میرے فاب نے  
برو راست چھوڑ کر مخاطب ہو کر قریب آئے گا، میرا سرا سارا جسم  
ہو گیا۔ فاب حتمت جنگ نہ دیکھنے کے لیے اپنے شخص کی طرف متوجہ  
ہو گیا تھا، میں نے فاب کی آنکھیں بھی پرکھ کر تھیں میں دو گنا تے  
میں روئے اس کے پاس پہنچا تو اس نے میرے دو گنا بازو دھام لیے  
اور میرے فاب پر لگے گا، مجھے جانے کی ہوا اس کے سینے سے گئی تھی  
جی میری آنکھیں کھولنے لگیں، میں نے خود کو روکنے کی کوشش کی  
لیکن میری سرسکائی نکل پڑی۔ اس نے مجھے اور میرے بیٹھے کیا؟  
انہیں ہے، انہیں اندازہ ہے کہ آپ۔۔۔ خود اس کی آنکھوں نے  
تھی، جیسے کوئی سوا کھل گیا ہو۔ اس کی بچکیاں بندھ چکی تھیں، اس کے  
سینے سے لگ کر مجھے ایسا لگا جیسے اس میں کوئی بھی سنگ نہ رہی  
ہو۔ جیسے اندر ایک سمندر تسلیم ہو میری طرف اس چند لمحوں میں شاید  
میں بھی اُن میں رہا تھا کہ وہ کون ہے، کہاں ہے اس کے ماتے ہے  
اس کی گردن میرے شانے پر دھک جاتی تھی اور بازوؤں کی گرفت  
وٹسلی پڑ گئی تھی۔ خود میرے فاب میں بھی گئی، میں گراؤں  
تھا۔ نہ زبانی تو شاید وہ نہ دھک ہو کر گرا جا۔ فاب حتمت جنگ اور  
جھلنے نہ دیکھ میں اس کے اُسے مجھ سے لگ کر جیت جگہ نے  
مجھے ختم کیا، جھلنے نے اُسے۔ فاب کی آنکھوں سے آنسوؤں کا  
سیل جاری تھا، اب آج میں نے اس کی فکر کو تو جھلنے نے انہیں روک  
دیا، اب میرے دانے ہو با! ان کا گنا ٹھیک نہیں ہوتا۔“

بہت دیر تک جڑا نواب بھول کے بازوؤں میں مٹا سکتا  
 بلکہ زرا بھر نواب شہرت جنگ کی دھن اندازی پر اسے کچھ ہوش آیا۔  
 خود نواب شہرت جنگ کے ہوش کھلنے پر مجھے نصیحت اندازی میں  
 لسی کہ کوئی دھن سے تیز نہ لے گئے۔ باری باری کی بات ہے۔ کسی کی  
 سیلے کسی کی اہد میں غیر نئے والہ ایمان کوئی نہیں ہے۔ بڑے بڑے کوئی غیر

کی دعا کریں، نیز میری کچھ بڑ بڑاتے رہے۔ پڑا نواب گردان ڈالے سنا رہا اور دو سال سے اس کو شک کر لیا تھا۔ اچھا ہوا کہ اس وقت خاتم نے ایک شخص کے آنے کی اطلاع دی۔ نواب شہمت جنگ نے نہ صرف ان سے کھڑی رہ کر نظر ڈالی، ساتھ سے فوج رہے تھے، اُنے والیاد است کا فی پڑا آدمی ہی ہوگا، وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے، اُن کی پہچانی میں جہم بھی۔ نوادہ آتے ہی وہ دو کو اپنی غیر حاضری کا عندیہ پیش کرنے لگا اور وہ سب دُہمرا ہا، جو ایسے موقعوں پر کما ہوتا ہے۔ ایک ہی دلیل، ایک ہی انداز، معلوم نہیں تعزیرت کرنے والے کیا کئے گئے یا نہ آتے ہیں، کچھ دُور کی طرح صوت کی وجہ پر چلتے ہیں جیسے ابھی کوئی ملکا کوئی دُور لڑاکا آتی ہے موت کے بعد پوچھنے کو کارہ جاتا ہے تعزیرت کرنے والے بار بار یہ احساس دلاتے آتے ہیں کہ کوئی مُرگیا ہے۔ وہ شخص بھی بڑے نواب کو کچھ بڑھنے آئے تھے، چھوٹے آیا تھا، لوگ کہتے ہیں تعزیرت کا مقصد دُکو بٹھا کر بڑا بنانا ہے۔ یہ بارہ کارنا صرف تھی، اکیلے نہیں گراس سیکے کا حاصل، کیا دُکو تقسیم ہو جاتا ہے۔ ہزار آدمی شامل ہو جاؤں گا، ایک آدمی کے پٹلے جانے کی کمی تو ہی مجرّم رہتی ہے۔ اُنے والی جد ہی واپس چلا گیا اور خاں صاحب کے اشارے پر نواب شہمت جنگ نے بڑے نواب کو فوراً وہاں سے اٹھا دیا۔ سب قہقہہ مٹانے کے لئے کھڑے ہیں، اُنکے جہاں ہمارے ساتھ آنے والے لوگوں کے علاوہ پہلے سے لوگ موجود تھے۔ دسترخوان پر سب آدمی طور پر بیٹھے تھے، دیئے بھی آدمی کو صرف خوشی کے لیے توانائی کی ضرورت نہیں پڑتی، اُگلنے کے بعد بہت کم لوگ رہ گئے تھے، حویلی کے خالص خازن بڑے نواب کے چیر خاں، نواب شہمت جنگ، خاں صاحب اور سب پڑا نواب میرے جیسے چھوٹے کا دسترخوان، جھکے جھکے ہاتھان سے مزاحمت جو کے بول، اس وقت آپ سبھی یہاں موجود ہیں، ہم آپ ایک گزشتہ کرنا چاہتے ہیں، اس کی وار پر نفاذات جاری تھی، اُجھان بیکس جیسے نہ گئے تھے، ابھی وہ کچھ کھنکی کی کوشش کر رہا تھا کہ قبضے نہ جاری آؤں گا، ہم کو پتہ ہے نواب صاحب، آپ کو بولنے کی ضرورت نہیں ہے، اُن ابھی ادھر ہی ہے تھپہ پڑنے نیز یہی کہ آپ الیاسی بنا رہا ہے تو بڑا ہے۔“

ہاں جی ہاں وہ کھوئی ہوئی آواز میں بولا کہ ہم کتنا چاہتے ہیں کہ اس کے جانے سے ۔ ۔ ۔



دی تھیں۔ اس کا مذاق کچھ اور بھی معلوم ہوتا تھا لیکن وہ چپ بول گیا۔ لاش آدمی کا دھوکہ دینے کی صلاحیت آدمی میں ہوا کرتی۔ کاش آدمی کا بدل آدمی بولا کہ آدمی کو آدمی کی طرح چلنا پڑتا ہے۔ میں اپنی ساری عمر چھوٹے نواب کو دے دیتا ہوں اس لیے بڑے نواب کے سامنے آنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے چہرے سے جیسے دھواں اٹھ رہا تھا۔

ہم لوگ جلد ہی اٹھ گئے۔ وہ دن بھر لوگوں کے درمیان گرا رہا اور بہت بڑے گراؤ نظر آیا تھا۔ نواب شہت جنگل اُسے اندر لے گیا۔ گو وہ ہمارے ساتھ ہی بیٹھا رہنا چاہتا تھا۔

اُس رات میں اپنے کمرے میں نہیں گیا۔ کہنے کے ساتھ اُس کے کمرے میں مل گیا۔ زور دیا وہیں ایک عظیم رات ہمیشہ صبح ہو جانے کا انتظار کرتا تھا اور اعلیٰ الصباح تیار ہو کر میرے سے نکل گیا لیکن بالائی منزل کے فوارے تک ٹکڑ کاٹ کے وہیں آگیا۔ نیچے جانے والے رات کی طرف دھڑکتے ہوئے میری آنکھوں میں دھندلنے لگی تھی نیچے نواب کے سامنے کچھ دوپٹے بٹنے کے سوا سارا دن میں کتنے ہی کے کمرے میں گزارا۔ دوسرے دن بھی جیڑی میں لوگوں کا آنا نہ دھارہا۔ ایک رات اور گزر گئی۔ دن میں تھی جیڑی میں بارش سے ارادے بندھے کہ ایک بار اپنے کمرے میں جا کے دیکھنا تو چاہیے کہ فائدہ نہیں وہاں موجود ہے جیڑی میں جب ادھر مارے لازم ہوئی کے توں موجود ہیں تو وہ بھی وہیں خانہ کے گونے میں موجود ہوگی۔ نہ ہوگی تو میرے آنے کی طرف اُس کے اُٹھانے لگی۔ نیچے زمانہ نہ مل گیا تھی اور میرے کے سامنے جانے کے تعویذ میرے ہاتھ پر چڑھ گئے تھے تو کیا ہوا میں نہیں کوٹا کے کچھ کر سکتا ہوں کر مجھے اُس سے کیا ہو چھٹا ہے۔ کیا کہنا ہے۔ میرے دن جیڑی میں قرآن خوانی کا اہتمام تھا۔ اُس روز بڑے سال میں اور بارہ چوتھ پارتل دھڑکتے ہوئے جیڑی میں تھی۔ وہ دہر کو کھاتے پر بھی ہینک لوگ موجود تھے۔ اُنہر باہانی منزل پر پہنچے جانے اور نیچے لوگوں کے درمیان اُٹھانے کے بھوکا۔ ہمیں کوئی کام نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ رات نیچے کے وقت جب سب لوگ چلے جائیں گے تو آج جان بھل زان کو لے کر کوشش کریں گے۔ رات تک وہ بڑے نواب کے ساتھ میرے اور کمرے میں رہے لیکن اب وہ کسی وقت میرے وہ بات اُس کے سامنے کہہ سکتے تھے جو ان کی زبان پر آئے کہ وہ جاتی ہوگی۔ پہلے ہی بات تو جیڑی میں ہی کو جیڑی کے دروازہ پر پہنچے سے گئے جیڑی کے سوئم سے تودو پیچھے کوئی سوال نہیں پڑتا تھا لیکن سوئم کے بعد رات کی اجازت کے لیے انھیں بڑے نواب کو اشارہ کرنا ہی چاہیے۔

پروچھو جیتا ہوا تھا۔ میں خود بھی غمزدار تھا۔ ہمارے کی طرح زان خانے میں بھی جیڑی جیڑی ہوگا۔ پہلے کی بات اور بھی چپ آنکھوں نے نیچے نہایت میں نے گئے لیے اُٹھانے کی اجازت کی رسم سے مستثنا قرار دیا تھا اور اس سے بھی بہت کچھ تھا۔ اب تو انھیں کسی طرف دیکھنے کا جوش ہی نہیں ہوگا۔ میری جیڑی کی کئی دسے سکول گئی۔ کچھ بے کس پاس کے کئی لفظ دہرا دینے کا نہیں جیڑی میں اُسے والوں سے مستثنا ہوں؟ وہ مجھ سے اتنی ہی توقع کرتی ہوگی کہ میری گریں اور کیا کر سکتا ہوں۔ میری کوئی بات اُن کے سامنے نہیں ہو سکتی۔ وہاں سے کہ سبب میں نہیں ہو سکتی۔ وہاں سے کہ میری زبان شہری رہی تو یہ اور بھی نامناسب ہوگا۔ انھوں نے کس کس طرح مجھ سے سخت کی تھی کہ میں اس سے اپنا ہی گھر کھوں۔ مجھے معلوم ہے کہ انھوں نے زان سے وضع کی نہیں کہہ رہا تھا۔ وہ لہجہ دہرا دینا تھا۔ میں ایک بہت اہم اسوار میں تھا۔ گروہ سے میرے وہ دہرا دینا تھا۔ تھا اور میرے کوئی میری جان کی کچھ نہیں تھا۔ میرے زان سے کوئی نہ ملانی اُن کے دلوں میں نہ بیٹھ جاتے۔ بھی مجھے خیال آتا تھا کہ ہم بھی تو کوئی چیز ہے۔ کس دہرا دینا تھا۔ ذکر یہی ہوں۔ انھیں اس عالم میں میرا خیال تو کیا ہوگا۔ غافل تو ان کے سامنے ہی تھی۔ اُسے دیکھ کے میں اُن کی نظر میں مزید ہلکا ہوتا ہوں گا۔ ممکن ہے۔ میرے دہرا دینا تھا۔ اُن کے لیے سدا بہت ہوئی۔ وقت کچھ اختیار نہیں چھوڑتے۔ اگر میں یہی ہی کیا تو شاید چھپ چھپ میں کسی کی تالی نہ ہو سکے۔ جانے چھپ چھپ میں آنا ہوا۔ آنا ہو بھی نہ دیکھیں۔ کون انھیں چاہے کہتا ہے کہ میں اُن کے سامنے نہیں گیا ہوں لیکن وہ سلسل میرے سامنے رہی ہیں۔ میں اُن کے لیے زان میں ہی کرتا ہوں۔ زان میں تو وہاں کا درجہ رکھتی ہے۔ غذا انھیں میرے وہ خود بہت جوش مند ہیں۔ بہت تحمل ہے۔ اُن میں بھی جیڑی ہوں کی گئی یا اس میں میرے قدم رکھ رہا ہے۔ میرے پاس انھیں قائل کرنے کی کوشش کوئی دلیل نہ ہوگی۔

وہی ہوا چھوٹے دن سورج نہ اُٹھنے کے وقت بڑا فوٹا کس تو بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ آج جان نے اشارہ اُس سے ڈر کر دیکھا۔ انھوں نے ہر ممکن احتیاط کی تھی لیکن بڑے نواب کا چہرہ بھاری ہو گیا۔ اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سوچتا ہوا پھر بولا کہ ہم کیوں ہم خود کو بہت بے چارہ سمجھ کر رہے ہیں؟

”نہیں، نہیں؟“ آج جان نے بے تابی سے کہا: ”آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ کے پاس تمام جواز ہیں۔ آپ خود چھوڑ کر بڑا جواز ہیں؟“ ”ہم، ہم بہت اکیلے ہو جائیں گے۔ وہ پڑھ رہی ہے بولا۔“ ”بھلا ایسے عالم میں یہاں سے جانے کو جی نہیں چاہتا کیا

عوض کریں۔ جانا بھی ضروری ہے لیکن ہم جلد ہی واپس آئیں گے؟“ ”ہمیں احساس ہے۔ ہم نے پہلے ہی آپ کا راستہ کم کھوٹا نہیں کیا ہے؟“

”نہیں نواب صاحب! اچھی راسمیت بولیں۔ میرے ذمے غلط ہے۔ کھانا اپنی نے دھڑکتے بہت کچھ بولا ہے۔ ہمارا کوٹھ ہے کہ اپنی۔۔۔“

میرے کو آواز نہ تھی۔

نواب نے فوجی ہوئی آنکھوں سے اُسے دیکھا اور غصے میں سر ہلکے رہ گیا۔

”خدا آپ کو صدمہ نہ پہنچے۔ میری جیڑی میں ہے۔ ہماری جیڑی میں ہے۔“

”نہیں کیجیے ہمارا دل نہیں اٹکے گا؟“

”ہم بھی اپنے ہی کھانا چاہتے تھے کہ اُس کے جانے کے بعد میں آپ کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ لاش آپ کچھ دن اور قیام کرتے۔“

”ہم نے عرض کیا کہ ہم جلد واپس آئے کی کوشش کریں گے۔ بولیں کسی دن تو جانا ہی ہے۔ نواب صاحب؟“

”ضروری نہیں ہے۔ یہ تو جیڑی میں تو آپ کا گھر ہے؟“

”آپ کی گھر میں رہتی ہے۔ جنگ ہے۔ ہماری گھر ہے۔ جیڑی بھوکے یہاں آتے رہیں گے؟“

”اُس کے جانے سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہماری سزا ختم ہو گئی ہے یا آپ کے سکول کو فوٹو لاش کا وزن کم ہو گیا ہے۔ وہ بھی اتنے سکول نہ جاتا۔ ہم آپ کے عرض کریں گے۔ دیکھ کے میں ایک اطمینان میں نصیب ہوا تھا کہ وہ اپنی سزا پا گیا ہے۔ جس کے بعد اُس کے لیے کیا گیا تھا۔ بڑے نواب کی آواز میں جیڑی میں چھٹیں گئی۔

کمرے میں سکوت چھایا ہوا تھا۔ کسی نے کچھ نہ کہا تو بڑا نواب چھ چھلے لے لے لے بولا: ”آپ کو معلوم ہے۔ اُس نے خانہ کے زانوں پر انھیں بند کی ہیں۔ یقیناً اُسے اندر شہر کا کوئی بے بحر ٹوٹ نہ جائے۔“

”کیوں یہ حقیقت کچھ میری غلط ہے دھار نہ ہوا ہے۔ اُس نے سب سے شمار شہر دہرا دینا کی جاں کنی میں گزارا ہے۔ تختہ اب اُس میں مزید سکوت نہیں تھی۔ کہتے وہ اپنے آپ پر ہوجہ بنا ہوا تھا۔ اُسے جیسے ہی یقین آیا کہ اُس کی آنکھیں دھوکا نہیں کھاتی ہیں، اُس کی منزل آسان ہو گئی۔ بڑے نواب کی آواز کی جیڑی میں تھی۔ کتنے گھبراہٹ نے کچھ اور زمین تو اس کی موت آسان کر دی تھی؟

”میں کر دھانی میں اُن نواب شہت جنگل عاجزی سے بولا: ”کوئی نہ کوئی یہاں ہی رہتا ہے۔ آدمی نہ اپنے دوست سے ملے مانے نہ بد میں نہ پھر آج جان سے مخاطب ہو کے بولا: ”قبل عالم کیسا ہے

نامناسب نہ ہو گا کہ آپ دو ایک دن اور قیام فرمائیں؟“

”ضرور ضرور؟“ آج جان نے تیزی سے کہا۔ میں بھی ہر خیال سے جانتے ہی روانہ نہیں ہو جائیں گے۔ دھڑکتے ہیں کچھ دیکھنا چاہتا ہے۔ دو ایک دن، جب تک شہر میں ہی رہے یہاں اور وقت نہ بے گناہ؟

”ہماری گزارش ہے کہ آپ کی ایک ضرورتیں ہیں۔ شہر شہر جنگ شہر شہر سے بولا کہ اُس طرح ختم شہر ہو رہا ہے۔ اتفاق ہے کہ اُس کی آجی اعلیٰ نواب کی سالگرہ کا دن بھی ہے؟

گھر گھر اور ان کے گھر میں کچھ نہ کچھ بڑے نواب سے گئے تھے اس لیے وہ غرض بدل گیا۔ یہاں سے فوراً وہاں سے اٹھ گیا۔ حرف ایک ہی باقی رہ گیا تھا۔ ایک دن بھی یوں ہی گزر گئے۔ کچھ ایسے کمرے میں جانے غادر نہیں کوٹوں کے دیکھنا چاہیے اس طرح زمانہ خانے اور اُن کے مال کے پاس کوئی بھی صبح اندازہ ہو سکے گا۔ کچھ بولتا ہے کہ اُس میں نہیں جانا ہوں۔ اُس کی کوئی کسی دوسری بات نہ ہوا سہا ارادہ بھی نہ چھین لے۔ اس طرح مجھے اُن کے پاس جانے کا ایک اور قدر مل جانے گا۔ جہاں مجھے خیال آیا کہ یوں نہ خانہ سے ملنے کے لیے نہ جانے خانہ کا رخ کروں۔ یہ قدر تیرے معقول ہے۔ جسک وہاں ہے میں اُس سے مل بھی نہیں ہوں۔ وہیں کوئی صورت نکل آئے گی۔ چھپ رہے نہ خیال بھی نہ تو کروا۔ غافل کھال بھی اُن سے کچھ مختلف نہ ہوگا کچھ درمیان انھیں ملو جاسے گا۔ گھر کو کب یہاں سے جانے میں کوئی کوشاں ہو جیڑی نہ ہو۔ ممکن ہے۔ میرے خود مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے اور اس کے لیے ایک خاندان میں ہی لازم نہیں ہے۔

میرے قدم خود پر خود مجھے بالائی منزل کی طرف لے گئے۔ اپنے کمرے میں داخل ہو کر مجھے احساس ہوا کہ کمال آگیا ہوں۔ کمرے میں

شہر بزرگان دین کی مشہور کتابیں

بزرگان دین کے ایمان افروز واقعات

روشنی کے مینار

تقریباً 150 روپے

مصنف: ضیاء تسنیم، لکھنؤ

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23 کراچی نمبر 1



آگے میرا دل بھڑوڑھٹنے لگا۔ ہر جیسے سنبھلنے سے رکھی تھی، کسی جگہ روک کر ڈرا بھی تیرہ سببیں تھی، نہ ہنسنے نہ کوئی شکر۔ میں نے غصے سے اپنی کٹی ہوئی کھانسی میں غصہ ڈال دیا۔ وہ دوسری بول میں گرم جاسے بھری ہوئی تھی، خاص دن میں کوئی بھی تازہ نہیں۔ ابھی نہیں تو کچھ دیر پہلے ہی میں سے کوئی کیا تھا۔ گویا نہیں ابھی تک ملازموں کے گوشے میں تعینات ہے میرے ہاتھ اسے بلانے کی دھڑکیں کھینچنے کے لیے بیٹھے بیٹھے گئے۔ پتے پتے لیے اپنے سامان درست کر کے چائیں میں یہاں آگیا ہوں تو کسی وقت میں اسے بلا سکتا ہوں۔ پتے پتے چھٹی طرف سوچ لیتا چاہیے کہ اس سے کیا کہنا ہے۔ ایک پوچھنا ہے کیا میں اس سے صرف میرے سے لے کر خواہش کے حصار کروں۔ کیوں نہیں دیکھیں کو ایک واقعی کو دوں۔ یہ طریقہ سب سے مناسب ہے۔ گویا جو چاہوں اس کے سامنے نہیں کیوں گا وہ خط میں لکھ سکتا ہوں میں اسے لکھوں گا کہ اس کی ایک بات میرے دل پر نقش ہے۔ اسی اعتماد میں یہ طریقہ لکھنے کے بھی حیات کر رہا ہوں اور سردست اس سے تمنا ہے کہ اس سے ہنر کوئی کویت کچھ میں نہیں کہتی ہے مجھے خبر ہو کہ کس پر سب کے سب سے ذہن سے نکل نہ جاتے ہیں۔ سنبھل اور گندھ کوئی کس مہر کے ساتھ کھڑی ہوئی نیز کی دراز میں دولت قلم موجود تھا میرے دماغ میں جو بھی کسی وقت آتا کہ میں نے کتنی بار اپنا شوق کر دیا میں نے لکھا۔ مجھے اندازہ ہے کہ آپ کتنی بڑی ذہنی کیفیت سے دوچار ہوں گی میں آپ کو بتاؤں میں سوچتا رہا کہ اس عالم میں میرا جانا مناسب بھی ہے یا نہیں۔ ہر لمحے اس مناسبت نامناسبیت کا خیال آئے آتا رہا اور یہ بھی کہ کہیں میری آمد آپ کے دکھ اور نہ بڑھا جائے۔ آپ کو اور یہ منتظر کرے۔ زمان خانے میں عرصہ گزار غنائی کے عزم سے نہیں مجھے روکے رکھا اور میں یہ بھی سوچتا رہا کہ وہاں جا کے کوڑا لگائی۔ اگر غصے پر نہ ترمز لیا نہ ضروری ہے تو جبر ہے کہ نہ جانی کبھی بھی یہ ہم وہ موقع بھی بہت اذیت پہنچائی ہے۔ کم از کم آپ مجھ سے اس کی توقع نہ کریں ہوں گی میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو بھی میری کیفیت کا بخوبی احساس ہوگا اور مجھے ایسی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

میں نے قلم روک دیا کہ ابھی اذیت کے بجائے مجھے سیدھے سامنے غفلتوں میں لکھنا چاہیے سوچنے سے توقع کے بعد میں نے لکھا: ہم کسی وقت یہاں سے چلے جائیں گے۔ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ نہ ہوتا تو یقیناً تنگ جاتا لیکن میرا کہیں نہ آپ کو بتایا تھا میرا بھائی آتا ہی ضروری ہے۔ مجھے ہر دم یہاں کا خیال ہے کہ آئندہ جگہ

وہاں زیادہ در نہیں گئے۔ ہر حال میری کوشش میں ہوئی کہ میرا دل آواز اس وقت تک حوالی میں آئے دونوں کی بیڑ میں ختم ہو جائے گی اور اس عرصے میں آپ کو بھی کچھ استقامت ضرور نصیب ہوگی خدایا کو میرا دھوکا نہ دے۔ آپ کا اور چھوٹی بچہ کا خیال آتا ہے تو دل بہت گھبراتا ہے۔ دکھ میں آؤ خود کو بہت تنہا اور کمزور محسوس کرتا ہے شاید میں احساسِ شائے کے لیے لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں گرفتِ قاپنی کوئی ضروری کرتا ہے کہ اس آدمی کے پس میں اس سے سوا ہوا کرتا نہیں آج کے لیے دکھاتا رہوں گا۔ میری طرف سے چھوٹی بچہ کو بہت بہت پیوچ لیتے گا۔ اس وقت تو اپنے سب کچھ کا تقاضا کر رہا تھا۔ اب میری دھواں سے کہ آپ میرا انتظار ضرور کیجیے۔ میری انگلیاں کا پ رہی تھیں۔ آتا تھا کہ میں نے سامنے لے کر پتھر روک دیا اور مجھ سے کہتا تھا کہ ایک طرف ڈال۔ وہ مجھے اپنا خط ہی معلوم نہیں ہوتا تھا۔ ایک اتفاقاً اور ایک اور میں نے بہت جلدی کر لیا تھا۔ قلم و دماغ کا ساتھ ہی نہیں دے رہا تھا۔ دماغ میں ساتھ ساتھ ایک بہت سی باتیں رہی تھیں کہ قلم تک پہنچنے پہنچنے کو جاتی تھیں میں نے مشورے سے تم کو ایک لے دو اور میرا مجھے سب کچھ بھرا دیا۔ یہ ربط معلوم ہوتا تھا۔ اس طرح کا نظریہ نے پہلے کسی کو نہیں لکھا تھا۔ میں دیر تک انتظار کر رہا تھا۔ بعد میں میں نے اسے پڑھا تو وہ کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ اڑا، اڑا ہے مگر میں جو کچھ جانتا تھا۔ وہ لکھی نہیں سکا تھا۔ شاید میں لکھ ہی نہیں جانتا تھا۔ میں نے اسے کچھ لکھنے پر مجھے کی مصلحت ہی تھی ہے۔ اتنے طویل حوالے میں کے مجھے مجھے چند طرزیِ تحریر پر رکتا تھا کہ چاہیے میں نے وہ کاغذ لکھ دیا اور وہاں لکھنے کا ارادہ کیا۔ میرا قلم ہنگامہ تھا تاہم میں نے لکھا کہ کتنی ہی بار اسے کارادہ کیا مگر نہ لکھا۔ اس میں جانا ہوں۔ مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ کم از کم ایک بار یہاں ضرور آؤں گا اور بعد میں اس یقین کے ساتھ کہ آپ میری منتظر ہوں گی۔

تعدادی مناسب ہے میں نے تحریر صاف کرنے کے لیے ناکاہت لیا اور ابھی ایک لفظ بھی نہ لکھا تھا کہ قلم کا خیال آیا۔ مجھے کسی کسی لفظ سے تو اسے مخاطب کرتا ہے۔ کوئی نوزاد لفظ ہی کچھ میں نہیں۔ اب تھا زیادہ ادب و احترام سے مخاطب اسے اگر گزرتا ہے۔ حرف اس کا نام لکھنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے کچھ لکھنے کے بجائے صرف قلم لکھ دیا۔ میں نے ایک ایک لفظ غور سے لکھا تھا کہ کوئی میری انگلیاں جھٹک رہی تھیں۔ آخر میں میں نے اپنا نام بھی نہیں لکھا۔ لکھنے کے بعد مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ کوئی نہ بولی ہی بات اس

خیال سے کہیں میں نے کوئی تاثر مابت تو نہیں لکھ دی ہے میں نے اپنی تحریر متعلقہ بار پر بھی۔ ہر حال میں تحریر مجھے پہلے سے زیادہ اگھڑی ہوئی اور سب جان نظر آتی تھی۔ اس کے متعلق میں تو پہلے والا نظریہ مؤثر تھا۔ اتنا زیادہ اشتہار لکھا تھا چائیں ہوتا ہے بہت دیر کی تحریر ہے۔ اس میں کچھ محسوس ہو رہا تھا اور ایک اور بات میرے سینے میں کھینچنے لگی تھی کہ اس سلسلہ میں اس وقت ہنگامہ زور سے لکھ دینا چاہیے۔ میں نے اسے اس وقت تک نہیں لکھا ہے۔ میں نے اسے قلم چاک کر دیا اور میرے جی میں آئی کہ ساتھ ہی ہمارے جی میں چاک کروں۔ مگر یہ کی ساری چیزیں تو پھوڑ ڈالوں۔ مجھے اپنے آپ سے بہت چڑ ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ میرے میں میری موجودگی کی کس کس خاور میں کوئی جانے اور وہ میری اس بتری کے دوران اندر داخل ہو۔ مجھے ہرگز لگنا چاہیے۔ ابھی کچھ وقت ہے کسی اور تہذیب کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔

میں نے شام کو کئی اور شام سے رات۔ ایک ہی رات درمیان میں باقی میں اس رات بھی اپنے کمرے میں نہیں گیا۔ جیسے جیسے وہی کا وقت قریب آ رہا تھا میری بہت جواب دہی جاری تھی۔ وقت کھو جانے کا احساس ہو رہا تھا۔ اپنے آپ میں میں دلی جا رہی تھیں کہتے اندر اس کے ساتھ بنے سے میں اپنے ساتھ کہہ رہا تھا اس لیے ایک لکھ لکھی میں سے اور میں ہوا تھا۔ ساری رات لکھنے کے سزا میں لکھنے پر تیار رہا۔ میں نے کچھ سے ختم شریف ضرور ہو گیا تھا۔ یہ کر رہا تھا تھا۔ اس دن میں بڑی تعداد میں لوگ موجود تھے لیکن میں وہاں کچھ ہی دیر بیٹھا۔ ظاہر ہے ختم کے بعد کھانے کا اہتمام ہوگا اور کھانے کے بعد ہی ہماری دعا کی ممکن ہو سکتی ہے۔ پھر میں نے بیٹھی کیا کہ اپنے کمرے میں جا کے غلام نہیں کو بلاؤں اور کوئی طریقہ پرور کرنے کے بجائے سب کچھ اسی سے کر دوں میں اس سے بہانہ کروں گا کہ میں وہاں میری طبیعت ہی ٹھیک نہیں رہی تھی اور میں یہ بتا کر کسی پریشان کاریاں نہ جانتا تھا۔ میں تیز قدموں سے اوپر کی طرف جا رہا تھا کہ کھانے کے بعد شاید موقع نہ مل جائے مگر میں نے آدھا زبیری چور کیا ہوگا۔ مجھے سے کہنے کی آواز میرے پیچھے ملتا پڑا۔ وہ میرا چہرہ چلا گیا ہوا تھا۔ یہ چلا گیا کہ کھر کھا جاتا ہے۔

میں بولی میں اوپر کی طرف: میں نے سرسری انداز میں کہا۔ اپنے کو کبھی جھوٹی بان کی طلب ہو رہی تھی۔ تم ایسے تو پان میں کھاتے۔ اور کئی گویاں کی بات ہی اور ہے لاڈلے اچانے پھر لکھ کھانے کو میں سوچا جلتے وقت دوپہر اور ڈالوں۔

”یہاں سے ہم کب مل سکتے ہیں؟“  
 ”اُستاد کھانے کے بعد کوئی مل سکتے ہیں۔ اس نے سرسری میری کہا اور اچانک میرا ہاتھ کے گنے کے ہونے کچھ اور بھی سنا۔“  
 ”کیا!۔۔۔ میرے سر پر وہیں جم گئے۔“  
 ”خاتم اپنی اپنے ساتھ نہیں جا رہی ہیں؟“  
 ”کی۔ اپنی نہیں جا رہی ہیں؟“  
 ”ہاں لاڈلے! اپنے کو ابھی پتہ چلا۔ اپنی نے انکار کر دیا ہے بولتا ہے کہ ابھی وہ ادھر ہی رہیں گی؟“  
 ”میں اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہی۔“  
 ”اُستاد اور پیر و داد بھی ابھی ادھر اندر کھائے تھے۔ ٹوٹ کے اُن لوگ نے کیا جان اور بڑے صاحب کو ایسا ہی بولتا ہے۔“  
 ”تم نے کچھ غلط تو نہیں سنا ہے؟“  
 ”اپنے کو خود بھی بہت اچھا ہوا تھا۔“  
 ”یہ کچھ ممکن ہے! اپنی یہاں کی رہیں گی؟“  
 ”اپنی نے بولتا ہے۔ سب ان کو مانا ہوگا۔ وہ بھی چھی وں گی۔ انہوں نے ہم سب کے لیے بولا ہے کہ ہم لوگ چلے جائیں۔“  
 ”میں اس کا تے بھائی! میں نے مذہب کے کیا؟ اور اور داخل بھائی کیا کہہ رہے تھے؟“  
 ”اور کچھ نہیں! آج اُپان اور بڑے صاحب بھی اس کے کپڑے لائے اور اندر اسانے اپنی کچھ دھوا ضرور ہوگا۔ اپنے ٹوٹ کے آگے تو کوئی بات ہی ہوگی۔“  
 ”میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ غارت نے یہ فیصلہ کیوں کیا ہے وہ تو یہاں آئے پر کادو میں نہیں تھی۔ کھاتے کچھ اور میں جانتا تھا کہ میں اس کے اسے نہیں ہاتھ دھوا، بال بالوں سے اور چائے کی پانی پانی لگ میں گم ہو جاتا تھا۔ مجھے قلم سے لکھا چاہیے۔ مجھے خود کھانے کے دھما چاہیے کہ انہوں نے یہاں مجھے کے کارادہ کیوں کر کیا ہے۔ اب وہاں کے معصوب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسے صحتی ہو کر وہ زیادہ دنوں تک یہاں گیر کے بیڑ کیے رہ سکتی ہے۔ اور دریں کے لیے بھی۔ وہوں ایک دوسری کی نہیں تھی ہیں۔ ان میں ہنوں سے زیادہ لگات لگات ہے۔ کچھ جگہ کے لیے کوئی ایک نظروں سے ادھل سے تو دوسری پریشان ہو جاتی ہے۔ دریں کی حوالی تو اس کا گھر ہے۔ اس کی بنا کا۔ دریں کی حوالی کی ساری چائیاں اس کے حوالے کو ہی تھیں۔ یہاں کسی کے مجبور کر کے کبھی اب سوال یہ نہیں ہوتا۔ میں نے اپنے کمرے میں جا کے غلام نہیں کو بلائے کارادہ ترک کیا۔ مگر مجھے زبان خانے کی طرف جانا ہی ہے تو پہلے وہاں



صورت حال کا جائزہ لوں۔ میں نے گھڑی دیکھی ایک بجنے والا تھا۔  
 کانتے کسی راتے کی تصویریں دیکھ رہا تھا۔ میں اس سے کچھ کے بغیر باہر  
 نکل آیا۔ نیچے اب بھی جیر مٹی میں عورت کی پشت میں خاص زمان لٹنے جانے  
 والے راستے کی طرف مڑ گیا۔ قریب پہنچے کے میں نے ایک خادمہ سے کہا کہ  
 وہ اندر جا کے خاتم کو مطلع کر دے۔ غلام کی واپسی میں درگ لگئی سیکن  
 میں وہیں کھڑا اس کا انتظار کرتا رہا۔ واپس آئے پر وہ کچھ دیر تک میرے  
 ساتھ چلا۔ اس کے اشارے پر جیسے ہی میں ایک دروازے میں داخل ہوا  
 ایک خادمہ نے مجھے آداب کیا اور بتایا کہ اندر خاتم میری منتظر ہے۔ میرے  
 قدم ڈانگے رہے تھے۔ دوسرے کمرے میں خاتم موجود تھی۔ اُسے دیکھ کے  
 مجھے جھکا سا لگا۔ صرف چند دنوں میں وہ پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ کبھر  
 کبھرے بال زرد رنگت، لباس صاف گر جا بجا شکنیں پڑی ہوئی۔ میں  
 دروازے کے قریب ٹھٹھک کے ٹوک گیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ مضطرب مڑی  
 طرف بڑھی اور اس نے میری پیشانی کو ہوسہ دیا، میرے ہاتھ چومے میں  
 نے اس کے ہاتھ زور سے تھام لیے۔ "آئی آپ کیس ہیں؟ میں نے کتنی  
 ہوئی آواز میں پوچھا۔

وہ بے اختیار میرے سینے سے لگ کے سسکتی گئی۔ میرے حواس  
 گنگ ہو گئے تھے۔ "آپ نہیں جا رہی ہیں آئی؟"  
 "مجھے ابھی میں رہنا ہے۔" وہ زدنسی ہوئی آواز میں بولی اور  
 بڑی جبرک کے رشتے کی۔

اس سے کچھ اور پوچھنا لامحالہ تھا۔ سب کچھ میری سمجھ میں  
 آ گیا تھا۔ تمام سوالوں کا جواب مجھے مل گیا تھا۔ یہ جان کے میرا سینہ بھی لٹنے  
 لگا۔ اُسے تسلی دینے کے بجائے مجھے اپنے آپ کو ضبط کرنا مشکل ہو گیا تھا۔  
 "آپ کیس تو ام اور رنگ جاؤں، میں رنگ جاتا ہوں" میں نے برداشت  
 تمام کیا۔ آپ یہاں کیل میں گئی؟

"نہیں یاد مایاں! یہ بھی میری گھر ہے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا  
 کہ میرا کوئی ایسا گھر بھی ہے۔" اس کی آواز میں کڑی مٹی تھی۔ تم جاؤ تو خدا  
 جا بابت ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے پیچھے سے ہواؤں سے ملانے۔  
 خدا کرے تو وہ سب خبر حیرت سے ہوں۔ انھیں لے کے فیض آباد دی  
 پلے جانا اور جہاں گیر کا خیال رکھنا۔ اس سے نکلنا تمہاری اپنی  
 تھا۔ اے لیے ہے جہن سے گی اور جلد ہی تمہارے پاس پہنچے گی۔ سبزی  
 سے بھی یہی کہہ رہا تھا۔ میں اور سب زہرہ اور نیریاں سے بھی لا  
 میں بیٹوں سے واپس فیض آباد نہیں جاؤں گا۔ میں نے جھپکتے  
 ہوئے کہا میں آ جاؤں گا؟

اگر میری خاطر یہاں آنا چاہتے ہو تو موت آنا۔ تعین میں ملنا

چاہیے۔ اتنے دنوں کے بعد بھائی بہنوں سے ملا ہو گا۔ کچھ عرصے میں ان  
 کے ساتھ نہیں رہو گے؟

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے اپنے دوپٹے سے آنسو پونچھے  
 اور بھینچے ہوئے ہونٹوں سے بولی۔ "میری فکر مت کرو۔ میں یہاں ٹھیک  
 رہوں گی۔" اس نے میرے گریبان کا تھن بند کیا، میرے بال درست کیے  
 وہ اپنی قابو نگاہی کے خدا کی ناکام کوشش کو زبردستی مٹا دیا اور اس کے سانس  
 بدن پر لذت کا طعم طاری تھا۔ مجھ سے کہنے لگی۔ "اپنا بھی خیال رکھنا اور  
 اب بہو کے تواب کہیں اور منت جانا؟"

میں منتا رہا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں قہریلے ایک اس کے  
 سامنے موجود ہوں گا۔ ان کی رسمی مضطرب کیفیت طاری رہے گی۔ پھر  
 میں وہاں ایک لمبے بھی نہیں ٹھہرا۔ اس نے بھی مجھے نہیں روکا۔ وہ میرے  
 ساتھ دروازے کے باہر دوسرے کمرے میں آئی۔ باہر نکلتے ہی میری  
 نگاہاں ایک دائیں جانب ستون کی آڑ میں پھری ہوئی۔ میری بڑی نوج  
 بد کوئی بولی سی گری، میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ میری ہی تھی  
 سادہ لباس میں بیوس ہونٹیں پھٹی پھٹی میری آنکھیں، حیرت پر گھٹائی  
 چھائی ہوئی۔ اس نے آہستہ سے ہاتھ اٹھا کے مجھے قیادت کی۔  
 میرا سارا جسم سنسنار ہوا تھا۔ جانے کس طرح میں نے اس کے سوا کا ہوتا  
 دیا۔ میں بے تکلف اس کی جانب بڑھ جانا جاتا تھا۔ لیکن پیروں نے ساتھ  
 نہیں دیا۔ ہاتھ مجھے خاتم کی موجودی کا خیال آیا اور میں کوئی فیصلہ نہ کر  
 سکا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ دوسرے لمحے جب میں نے نگاہ اٹھا کے کہا  
 تو وہ وہاں نہیں تھی، شاید ستون کی آڑ میں ہو گئی تھی۔ چند لمحوں تک میں  
 بہت ناگھڑا رہا۔ میں میں واپس آؤں گا۔ آئی! چند روز بعد ہی آنے کی  
 کوشش کروں گا۔ میں نے سب پٹائی آواز میں کہا۔ وہ موجود ہو گئی تو اس  
 نے بھی میری آواز سن لی ہو گی۔ اس سے پہلے کہ خاتم مجھ سے کچھ کہتی  
 تیرے قدموں سے وہاں سے چلا آیا۔

دھوپ ابھی اتنی نہیں ٹھکی کہ فواب حضرت جنگ اور بڑے  
 فواب کی موتوں نے میں اب جان کی حویلی میں پہنچا ہوا۔ بدن کی آواز  
 کے مارنے۔ شامو امیر اور رنگو فرور باہر نکل آئے۔ اچھلتے کودتے، شور  
 مچاتے ہوئے انھوں نے نہ توڑے کی بیڑیاں پھینکیں اور دو بونڈ  
 ہم سے پلٹ گئے۔ جیسے ہم طویل مسافت کے بعد کہیں سے آئے ہوں،  
 کوئی بڑی مہم سر کر کے۔ خود مجھے بھی ایسا ہی لگا۔ ہاتھ جیسے میں یک  
 عرصے بعد انھیں دیکھ رہا ہوں حالانکہ ان سے رخصت ہوئے نہیں ایک  
 پلٹے سے زیادہ نہیں ہوا تھا۔ بونٹیں نہیں چھوڑ کے واپس آئی تھیں۔







یہاں آئے تھے اسے راستے میں شعل نے، آجوان سے خاک مار کر دو ایک دن قیام کے بعد اُسے اگر فوراً دھو لگی کارواہ کر میں تو کیا ترچہ ہے آجوان سے جواب میں کئی پستولوں پر شعل کو تو تیرہ دانی تو وہ بھی چپ ہو گیا، آجوان نے اس کے گلے کا تھکا کر انھوں نے چوہو پر حملت مناسب میں سمجھی۔ اُن کے خیال میں روگنی کے لیے کچل بڑا کچا اٹھاروں خوش اسولی کے ساتھی خاص کر وہ بڑے نواب کی جوتی میں ہر پے پر خیال رکھتے رہے تھے۔ وہاں سے آجوان کے بعد ورجو نہیں کچا لگے گا۔

کاغذ پر نہیں کرنا چاہیے تھا جیسے یہاں پر کلاب بیٹھے تھے، جیسے بس زماں سے چھوٹنے کی دیر تھی جو تو ملی انھوں نے غزوئی تھی، اُس کے جواز اور ہرج کے طور پر بھی انھیں ایک دو دن وہاں ٹھہرنا چاہیے تھا۔

آجوان کو خام کا خیال انھیں تھا تو ابھی تک جیسے نواب کی جوتی میں موجود تھی جب تک وہ وہاں موجود ہے۔ دونوں نوابوں سے رابطہ و تعلق کی استغوا کر غزوئی ہے، اُن نواب ایک بملا جوتا قرقر شرف ہوا ہے بہتر ہے کہ وہی قاتل ہے۔ یہاں ہمارے (الیناں) اور مکمل کے سبب سے تھا۔ ہمارے بارے میں کچھ نہ والے تمام سوالوں کا جواب ہمارا الزم تھا۔

آجوان نے شعل سے تھکن کا اندر بھی کیا تھا، کاغذ دیکھتے ہی دو ایک دن آرام کے بعد ہی سفر کرنا ٹھیک ہے، کہ وہ نواب شمت جگ سے آنے والی کل کے لیے طاقت کا وقت بھی ملے کہ چکے تھے۔ نواب نے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ آجوان کے گھر والوں کے لیے چند تحائف میں کرنا چاہتا ہے۔ آجوان نے منع کیا تھا کہ اُسے رسوا کو موقع نہیں ہے لیکن نواب شمت جگ نے انھیں قائل کر دیا تھا کہ زماں کے لیے تو یہ زندگی رواں رہی ہے، کتنے گئے اگرچہ مکمل نہیں کوئی شہر، جسے دنا تو وہ اسی نسبت سے بڑے نواب کی جوتی میں جیدرا بارے ایجنہ ہر حملت دھو لگائی کا ترچہ ہے۔

انھیں آنے دیجیے۔ گرمی صورت ہے تو ہم ان سے معذرت کر لیں گے۔  
جہاں تک میزبان کا معاملہ ہے، ہمارا ایک مقول اور بردباری معمول بننا ہے۔  
بھل و اب سے یاد رکھنے سے کیا حاصل تھا کہ یہاں جوئی میں  
دوا و دوا کی مسلسل آمد ہی ہمارا کام ہے جوئی کی غمر ہے اور نہ دوا  
کا دوا و دوا کی آمد ہی ہمارا کام ہے شہتہ شوق کی علامت ہے۔  
”مگر دوا کی کام ہے کہ گرمی میزبان آنے والے آدمی دوسرے تختے  
آجہاں کچھ توقف سے بعد ہی برتی ہوئے۔“

[illegible]

حائبِ نظری کی چھترسات سے بولا: "ہمیں جنابِ اکبر کی طرف سے کہا گیا ہے کہ ہم اپنے عزیز غلطوب ہی سے عطا ہونے والی ہے؟"

"کیسے کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" آیا جان نے گھڑی ہوئی آواز میں کہا: "جنابیتِ ایک درخواست کرتی ہے کہ اس شخص نے روٹی سے کہا کہ اس سے کھلیفہ بنائے ہیں؟"

طے کیا بیٹھی اور  
 مستقیل بیٹھی  
 صفحہ نمبر ۱۱۱  
 انعام دوسروں کے دھنوں تک پہنچانے  
 ۱۰۰ کے دل کا مال جاننے کا سائنس کا  
 ڈاک خرچ ۲۳/-  
 ۴۰/-  
 کتابیات پبلی کیشنز  
 پوسٹ بکس 23 کراچی 74200  
 فون 5802551 تا 5805313  
 kitabiat1970@yahoo.com  
 راجہ کے 263-C ۱۱ سیدنی ڈی ایف ایف سٹریٹ، کراچی



”جی“ وہ بھینکتے ہوئے بولا ”کیا یہی اچھا ہو کہ میں بندوں کے لیے غلوٹ مٹر آجاتے یا نہ کتنے ہی وہ ہماری باب دیکھتے ہوئے نہایت کڑوا۔“

”آپ حضرت کو یقیناً رحمت ہوگی لیکن ہمارا خیال ہے ہم غلوٹ میں تھوڑے سے پانچ ماہ مناسب طور پر گوش گزار کر سکتے ہیں“

”نہیں نا! جانانے کوئی توقف کیے بغیر جواب دیا اس کی خدمت میں۔ ان سب کو میرا رفیق کار سمجھیے۔“

مارتی دروازے کے پاس کھڑی تھی، کانٹے بھی لگا ہوا تھا۔ بھلنے بہن جن کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دونوں خاموشی سے بیٹھے تھے۔ میرے ملے خور، پڑا اٹھ گئے کسی نے انھیں روکا بھی نہیں۔ بھلنے نے مجھے بھی اشارہ کیا تھا لیکن میں اپنی کمری پر ہمارا دبا کر سے میں ہم چاروں ہی رہ گئے تھے۔ آجہاں پیرو بھل اور میں۔

”کچھ یوں ہی بات ہے“ اگلے ہونے سے ہم نے شخص طلب نہیں کیے۔ میرے تیرہ سالہ بھائی اور دو بھائی تھے۔ بولا ”باب بہن! ہمارے تین لیکن ہماری گزارشات کے بعد جی سب کا شریک کی بات ہو سکتی ہے۔“

”آپ بولو صاحب!“ بھلنے نے جیسے مینا کی آواز میں کہا ”میں آگ کوئی بات نہیں کرتے۔ اہد کو دو بار ان کے ٹوٹانے سے آجہاں کہ آپ ہی کی زبان سے ہمیں لیں۔ گھر نہیں صاحب! بولو“

”نہیں۔ نہیں۔ گھر نہ لے کی اس کی بات ہے۔“ شہناز اُمی ہر موقع سے کہنے کوئی چیز ناشکی سے کہا ”ابا ہر ہے۔ تو جواب پر غصہ ہے کہ وہ آپ حضرت سے بعد میں مشورہ کر سکتے ہیں نا! نہیں ہماری تو عرض اتنی ہے کہ یوں میں پانچ ماہ بیان کرتے ہیں کسی حد تک صورت ہو جائے گی“

”اپنے کو ساتھ لے گئے میں آسانی ہوگی۔ بھلنے نے نسبت اُن کی آواز میں کہا ”جو بولنا ہے صاحب! اوصاف بولو“

”جیسے آپ کی مرضی“ قطب الزہری کی پیشانی ٹھوکر کی تھوکی توڑا وہ مغالماں آواز میں بولا ”بیساک کہہ رہے آپ کو تیار! ہم کاروباری آدمی نہ ہمارا اپنی طرف سے کاروبار کے آداب و اصول کی پابندی کی پوری کوشش کرتے ہیں بات کچھ آگے بڑھے گی تو جواب کو خود ادا لہزہ ہو جائے گا۔“

”بولو صاحب! کام کی بات ہو تو بھلنے نے تہہ لہجے میں کہا۔

”جی ہاں نا! قطب الزہری بھلنے کو بولا اور اپنے ساتھ بھی محو عمل سے کہنے لگا ”کیوں محو بھائی! آپ ہی بات شروع کیجیے۔“

”ہم سترے سے محو عمل سے سانس لے کے کہا ”اصل میں اپنے بھائی ہونے کی رکاوٹ اڑے آتی ہے۔ ہمیں اس میں ہے کہ ہمارا کوئی دیگر سزا خوار آپ کے سامنے نہیں ہے۔ ایسے میں آجہاں ہی کہہ سکتے ہیں کہ کسی حالت

سے پہلے آپ ہمارے سامنے ہیں جتنی طرح جہان میں کر سکیجیے۔“

”اپنے لوگ ایک دم سیدھا بات اٹھا ہے۔ یہ بیرونے غلے کی۔“

”ہماری بھی یہی خوش ہے کہ ہم دو گانہ آواز میں بات کر رہے“

”محمود علی نے نہ سکتے ہوئے کہا۔

”ہر آپ تو بھی ایک لوگ بھی پورائیں بول رہا“

”میرے کان آٹھ کی طرف گئے ہوئے تھے۔ آجہاں کی انھیں بھی جمل کچھ رہی تھیں۔ ابھی تک کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ محالیت سے ان دونوں کی کیا مراد ہے۔ کاش وہ اس خوبی کی خریدی کے سلسلے میں آئے ہوں لیکن پھر انھیں اور حواہر کی آتی بائیں کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

”یہی بات سن کر دونوں سترے ہوئے۔ کیا خوب کہا ہے آپ نے“

”محمود علی نے بکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔“ معلوم ہوتا ہے جناب کا تعلق بہن شہر سے ہے۔“

”ہاں بہن کا دادا ہے۔“ فخر کا دادا بھی کچھ اور بتائے۔“

”نہیں جناب!“ محمود نے تنہائی سے کہا ”معاف کیجیے۔ آپ تو آج اپنے ساتھی کے ٹوٹنے پر دے کچھ کہنے کے لئے آگیا۔ قطب الزہری نے فوراً نرم لہجے میں کہا ”ہم ہر خیال ہے۔ ہمیں اس مقصد پر آجہاں لایے ہیں کی زبان کرنا ہوں۔ براہ کرم میری طرف توجہ دیکھیے اور میری گزارش ہے کہ پہلے میری بات پر سے غور کر لیجیے۔ صورت ہے جناب۔“

”وہ ایک لمحے جھپکے بولا“ ہم خوار کا کاروبار کرتے ہیں۔“

”میری لگا رہی ہے اختیار آجہاں پر مثلاً نہ لیں۔ ان کا ہر ہمتا رہا تھا اور انھوں نے اپنے ہونے بھیج رکھے تھے۔“

”قطب الزہری کے بھی میں پسے جی چپک نہیں تھی۔ کہنے لگا۔“

”ہمیں اپنے ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جناب کے پاس ”الاحتم“ کے خوار مو جو ہیں و خصوصاً خوار خیروں کی شکل میں۔ ابھی سے کچھ کتنا غلط ہے لیکن ایک بار ہماری خدمات حاصل کر کے دیکھیے و انشا اللہ آپ کو کسی کوئی شکایت نہ ہوگی۔ یہاں ریاست میں ہمارا کام یہی ہے کہ اور حواہر سے خوار اٹھنے کر کے صاحب ذوق حضرت کی خدمت میں پہنچ کر اپنا ہم اپنی اس خدمت کا عواوض و دعووں میں وصول کر لیتے ہیں۔ پہلی باقاعدہ خریداری کی صورت میں، اگر مال ہماری بجا طے کے مطابق ہو تو ہم خود سوداے کر لیتے ہیں۔ دوسری شکل، مو مو کو قیمت پر مناسب اور قدرہ کی شکل میں ہے۔ یعنی ہماری کوشش سے خوار کی جو رقم بھی دیا ہوگی اس میں ہمارا حصہ تیس فیصد خوش، اسٹیو سے ہمارے ایک فیصد دینا ملے چاہئے۔ خوار کا معاملہ آسان نہیں ہوتا کہ ہر کسی آئے والے کے دعوے پر اصرار کر لیا جائے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ لوگ بہت خوف بجا کے کسی سکہ

اور معتز آدمی ہی سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ یہاں شہزادگان، ادا ہیں اور ہر صاحب ثروت حضرت کی ایک بڑی فرست ہے۔ شاید یہی کوئی لیا قابل ذکر آدمی رہا ہو جو ہم سے اور ہمارے کام سے واقف نہ ہو۔ یہ ایک صاف اور سیدھا کام ہے۔ ہماری حیثیت و دربان کے آدمی کے بھی ہے اور باقاعدہ اہل معاملہ بھی۔ غالباً ہم نے اپنے منشا کی وضاحت کر دی ہے۔“

”جی ہاں کچھ بولے۔“ جیسے ہی وہ چپ ہوا، پیرو نے کہا۔

”جی ہاں، لیکن، لیکن“ وہ بچپنا سے ہوئے بولا ”ایک بات ہی جاتی ہے۔ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے اتنی توجہ اور محنت سے ہماری گزارش کی۔ خود کے سلسلے میں انھیں انھیں خیرات حضرت کے پاس چاہ رہا ہے جن سے پہلے کوئی واقفیت نہیں ہوتی۔ ان میں خیرات کے لوگ ہوتے ہیں۔ مالیت لوگ بھلنے سے بڑی و در حواہر کے بعد کوئی کام کی چیز کھانا کی ہوا ایسے لوگ جنھیں انھوں نے آجہاں سے کچھ لیا ہو اور اور سبیل مذکورہ میں ہے۔ اس نے کس سے اس کے لئے ہوئے کہا۔ ہمیں ایسے لوگ سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ کسی اور طرح بعض خوار جن کے ہاتھ آگئے ہیں نا! قطب الزہری نے فوراً قدرت چاہی اور تیزی سے بولا ”میں نے یہ کہہ کر چڑھا ہے کہ ابھی دیکھ لیں سے آتی ہونا زاداری کا خیال فطری ہے لیکن ابھی کچھ بھی یہ اتفاق سے گر جاتی ہے۔ یہ خیر ضروری ہو جاتی ہے اور ابھی چیز اپنے ہاتھوں تک نہیں پہنچتی یا مثلاً کوئی چیز دیکھ کر ہم ستر آدمی کی نشان دہی کر سکتے ہیں کہ کہاں اس کی صحیح قیمت وصول ہوگی۔ یقیناً کوئی جہالت تو ہر مال کرنا پڑتی ہے۔ ہم اپنی جانب سے بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے کاروبار کا دار و مدار ہے اور وہی ایک شخص جی بات کر آنا اٹھ شہر ہے۔ آپ ہمیں صرف ایک بار موقع ضرور دیں۔“

”آپ اپنے کو کوئی سے لوگ میں جاتے ہو؟“ بھلنے نے ابھی سے کہا۔

”جناب! جناب! انداز کے لیے دل پر کوئی مل نہ دیکھتے۔ ہم نے جو محض کر کے ایک قیمت عرض کی تھی کہ کیسے کیسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے اور ان کے دل میں اپنا اعتماد قائم کرنے کے لیے ہمیں کیا کیا جتنی کر کے پڑتے ہوں گے۔ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں ذرا دیر چلتے سے کوئی دل پس نہیں ہوتی۔ ہمارے لیے چیز کی قیمت ہوتی ہے اور اس شخص کی جس کی قبول میں ہے۔ لوگوں کو دیکھ دیکھتے اور کام کر سکتے ہیں ہماری بھی عمریں گزر گئی ہیں۔ مختصر یہ ہمت آدمی کی بھان ہو گئی ہے۔ کوئی اور بات اصرار کی تو ہم دوسری طرح بات کرتے۔“

”ہم جس طرح کام بات کرتا؟“ پیرو نے تنکے لگا کر۔

”وہ تو صاحب دوسرے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ آدمی کو دیکھ کے بات کی جاتی ہے۔“ قطب الزہری کے بجائے محمود علی نے سترے ہوئے کہا۔

”ہاں بہن بولے کہ ان وہی دوسرا لوگ ہے۔“

”جی، جی، آپ ضرور بڑا مان گئے۔“

”نہیں نہیں، ابھی بولو پھر آپ کیساتھ کرے گا۔“

”بات پہلے سے نہیں ہوتی جناب والا! قطب الزہری نے کہا۔

”آپ یقیناً مذاق کر رہے ہیں نا! محمود علی بولا۔

”ہاں ایک دم چپک بولتا ہے۔“

”گتا ہے گی کوئی جھٹک جی ہے۔ ہمیں کوئی ایک پیسے والا ملا کر لیا تھا!“ بھلنے نے سوچے میں کہا ”ادھر چلے اپنے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور میں میں بھی اپنے کو خستہ رنگ ہے۔“

”ہم دیکھ بھال کے آئے ہیں جناب!“

”آپ اس قدر ذوق سے کیوں کہہ رہے ہیں نا! آجہاں نے برائی سے کہا۔

”جناب! عرصہ ہو گیا ہے اس دشت کی سیاحتی میں۔“

”آپ کو غلط نہیں ہوئی ہے۔“

”دیکھیے۔ وہ کیا بات سے بولا۔“ ہمیں ایک بار کچھ بات کرنے کا موقع ضرور دیکھیے۔“

”ہم ابھی کو بولا۔ آپ ایک گی تیرہ پیسے ہو کر کے آگیا ہے ایڈر کس نے میرا جواب آپ کو؟“

”ہمارے اپنے ذرائع میں شہر میں خوار کی نقل و حرکت ہو کوئی نئی چیز آئے اور میں خیر نہ ہو۔“

”آپ تو اب کو پولیس کا آدمی گتا ہے۔“

”اعت بھیجیے ہو پس بے حقیقت۔“ محمود علی نے بے ساختہ کہا۔

”پولیس میں ہی اس کا کھوی لوگ ہوتا ہے۔“

”اسی کھون سے میں آج ریاست کے سب سے خوار فروش کی حیثیت حاصل ہوئی ہے۔ پولیس کھوج لگے تھوڑا سا ڈال دیتی ہے۔ ہم اس کے رکھ کر ہیں۔ ہاں ہم سترے کی تھوڑی پٹائی تھی۔“

”ابھی آپ کیا پتے لگا۔ شہر ت چلے گیا نا! مٹکولے۔“

”شکر بہت مہرانی آپ کی۔“

”نہیں نہیں، ابھی آپ بولو، آپ کی کیا نہ طر کے ابھی کچھ اور نہیں آیا ہے تو ابھر سے کچھ کھلی کے چائے۔“

”اس کے لیے تو وقت پڑتا ہے جناب! کھانیں گے نہیں گے۔“



جی مگر جناب فریب ملنے کو عزت بخشے کی درخواست بھی کر رہی تھے۔  
 "جی وہ بیکار ہوا تھا کہ کام کو اندر داخل ہونا دیکھ کر کچھ بولا۔ دونوں  
 کوڑیوں سے جانے دوڑا تھے گا دگر سداں و خروان کے ملنے کی میز  
 پر سما دیا یہ آپ کی نعمت کی انقلب التیرین سے خوش اطوار سے کہا۔  
 یوں بھی آپ کو بروہی ہوگی؟  
 "ہاں سے سوچا، ابھی آپ کو خود مالک کھلائے؟  
 "اور وہ انقلب التیرین بھی کھلانے لگا: بے شک بے شک،  
 انشا اللہ جی ادا کیا جائے گا۔ ایک ضروری بات شاید ہم کر نہ سکتے  
 آپ کے اطمینان کے لیے عرض ہے، آپ چاہیں گے تو پڑی سے جری  
 ضمانت بھی پیش کی جاسکتی ہے؟  
 "مکتبہ صفا صفا ابھی اور کیا ہونے گا؟  
 "ابا! انقلب التیرین اچھل گیا آپ نے کیا ثوب کہا ہے؟  
 "ایک بات بوجھے؟" ہیرو نے ہنسنے ہوئے کہا "ہی لوگ شکل  
 سے اسی کیا تھا ہے؟"  
 "جی،" دونوں گھبرا گئے "کی فریاد ہے میں آپ؟"  
 "ہیرو گول میں خون بھلا تھا۔ ہیرو یہ کسی باتیں کر رہا ہے،  
 جھل بھی بے نہیں کوئی، صاف صاف بات کرتے ہوئے نہ کیوں  
 جھوٹ رہا ہے۔ لیکن تھا، ہیرو کی زبان سے کوئی اور بات نکل جانی کریں  
 نے کھنی ہوئی آواز میں کہا: "میں اب معذرت کر رہی چاہیے؟"  
 "ہاں ہاں،" جھل میں سر ہلا کر رہ گیا۔  
 "ہیرو دخل اندازی پر میل دار انھوں نے مجھے غور سے دیکھا  
 نہیں ساس ہے، محض ملے ہی ہیرو کی ٹوٹے ہوئے کمان پر پھر  
 آجائیں گے۔ امانت ہو تو کل آجائیں؟"  
 "کل سے کیا فرق پڑے گا؟ اباجان ترش روئی سے بولے۔  
 "اگر کسی کام سے تو آپ کا آنا حاصل ہے؟"  
 "اور وہ وقت اگرت کرنے سے احتجاج کر آپ کوئی اور گھر جا کے  
 دیکھو،" جھل نے جی ہوئی آواز میں کہا۔  
 "ہم آپ کو کس طرح یقین دلائیں کہ آپ..."  
 "اچھے گا سارا یقین ہے ہیرو کیا بولیں؟"  
 "ابھی ٹوٹ گئے آئے گا؟ ہیرو دیکھتا ہے میں بولا تو ایسا  
 کوئی چیز کھوج کے آپ لوگ کے لیے غور دلائے گا۔ آؤ! ہاں آپ کو آپ  
 کام کا ملتا ہے؟  
 "جناب! ہم تو اس وقت کی بات کر رہے ہیں؟  
 "ہاں کے پاس ایک پرانا چاقو ہے، بولے تو دکھائے؟"

"بروہ خداجان کچھ دیکھو دیکھو، آپ کیا کہتے ہیں کہ ہم میں  
 یوں ہی سزا ملے چلے آئے ہیں، میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے،  
 میں "معموم" ہے کہ آپ کے حال میں کس نہاد، چھریا ست کے  
 رستے آؤی کو دیا ہے؟  
 "ایسا! ہیرو جیست سے بولا، آپ کو کیسے پتہ لگا؟  
 "اسی میز کی دہلیز کے پاس میں جناب، "معموم" کی آواز کی،  
 انگوٹھی تھی، آجائے کیا ایسا نہیں ہے؟  
 "ہے، ایک دم ہے،" ان جھوٹ نہیں ہوئے گا سراسر است  
 آپ کو بولے؟  
 "میں یہی سمجھتا تھا، راز داری ہی پر ہمارے کام، مارا  
 کامیابی کا انحصار ہے، اندازاً ہم یہ ہم سے نہ چھپے،  
 "نہیں، آپ بولو، قسم ہے اپنی کسی سے نہیں لے گا؟  
 "نہیں جناب! میں ہیرو جیسے؟  
 "ٹھیک ہے، ابھی ہیرو ہے؟"  
 "دینے تو ہم کسی کا بھی نام لے سکتے ہیں مگر اس سے آپ کو  
 کچھ حاصل ہوگا، نہیں؟  
 "ہاں سوچتا ہے،" اباجان نے کسی کو کچھ دوسرا کوئی چیز  
 مانگ اڑنے والا کوئی جو تباہ ہیرو کی آواز چھرنے لگی۔  
 "قطعاً نہیں، مجموعی نے جا جواز انداز میں کہہ کر تو آپ کا اختیار  
 ہے، آپ کہہ لیا وہی اور قبول ٹھہرے گا، ہیرو میں کس قدر  
 آپ کے معاملات میں دخل درنا نہیں ہے، ہم تو ایک مختلف بات کر رہے  
 ہیں۔ شاید جناب سے غور نہیں کیا؟  
 "اور ہیرو میں نے بولا، "ایدا آپ بے گناہ ہے، سچا،  
 ایک دم بے دخل کرتے؟  
 "ہمارا خیال ہے، آپ کو سوچنے کے لیے کچھ وقت کی ضرورت  
 ہے۔ کوئی بات نہیں، "معموم" علی ریاست سے بولا۔  
 "آپ کیا بولتے ہیں؟ ہیرو نے پھر کئے لیجئے میں کمان، ایک نیکی کو  
 کھینچنے کو مہلت دے گا، میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے ہیرو میں  
 رہا ہے کہ اس کو دیا ہے تو آپ کو بھی لگا دیا ہاں سے آپ بولنا  
 ہے کہ وہ آپ کے آپ کے لگے ڈال لے، ایسا؟  
 "دونوں مضطرب نظروں سے ہیرو کو دیکھتے تھے، ہیرو ہاں کہہ  
 لگے، "اُن کے اُن کے انداز میں جتنی تیزی تھی، آؤ! میں نہیں تھا،  
 نے زبردستی سے زحمت کی معذرت چاہی، انھوں نے نگ ہاڑوں کے پہرہ  
 "دونوں اور چلے پر اکتفا کیا تھا، ہلنے سے پہلے انھوں نے سب سے"

ہوا، "معموم" نے آواز میں بولا، "ہم ایک بار پھر نہیں گئے"  
 "ہاں کی بوسے؟ ہیرو نے ہنسنے لگا، "معموم" نے ہیرو کو دیکھا  
 کوڑیوں، "ہیرو سے ہر ایک بات دھیان سے سن لو، ٹوٹ کے کسی  
 ہونے کو تو رسائی مل جائے گی؟"  
 "دونوں کے ہونٹ چٹک کر رہ گئے، "اُن کے ساتھ دوانے  
 سے بھی باہر نکل آئے تھے، جوتے سے گناہ غامضی رہی، "ہیرو میں انھوں  
 اتنے قلب التیرین ٹھہر گیا اور بے ہوشے لیجئے میں کئے دگا، ایک بات  
 زوردار آگے رہ جاتی ہے، ہیرو میں ہمارا فرض ہے کہ گوش گزار کر  
 دیں، یہ ریاست ہے، یہاں کے راک ڈھنگ ذرا مختلف ہیں، مگر  
 واضح کوئی چیز آپ کے پاس سے تو احتیاط رکھیے گا؟  
 "ہیرو میں کے سامنے لگا، "اُن میں نہیں سمجھا؟  
 "میرا کہ کہ جناب ایک ایک بڑھک میں بڑا ہے، "قطب اللہ  
 نے ہی کھاتی آواز میں کہا، اور ایک ایک توفیق، "میرا کہ گئے  
 کے اوپر دھر چکے ہی میرے ہیں، آپ میں نور دہیں، ہیرو میں  
 عرض ہے کہ فیصلہ کرنا ہو تو زیادہ دیر نہ لگائیں، ہیرو میں کچھ نہیں ہے  
 "ابھی ایدر آپ کو کس سے سمجھتا ہے؟" ہیرو نے خوشی آواز  
 میں بوجھا۔  
 "نہیں جناب!" وہ جلدی سے بولا، "ہر دنگ نہ دیکھیے؟  
 "پھر آپ ایسا زور کیوں لگا رہا ہے؟"  
 "شاید اس لیے کہ ہماری ایدر میں کوئی ہے؟  
 "ایک دم گئے کا اُن کا ہلکا ہے؟"  
 "دونوں کی آنکھوں میں ایک ٹپنے کے لیے آگ سی جھری لگی  
 دوسرے ہی نے محو ملی سے منتقل کے کہا، "جواب مناسب سمجھیں؟  
 فرمائیں، ہم آپ کے گھر میں ہیں؟"  
 "اُن قسم ہیرو میں ایسا ہی ہے، آپ لوگ گھر میں آیا ہے اپنی  
 گولہ بارسی دھیان سالانہ شمار ہے؟"  
 "ہماری جرئت طلب لاکر سی ہے اس لیے ہم آپ کوئی  
 جرح نہیں کریں گے، لیکن یقین کیجئے کہ جرح کے لیے ہمارے پاس  
 شمولوں کی نہیں ہے؟  
 "نہیں نہیں،" ابھی آپ سب مل کے جاؤ؟  
 "معموم" نے ہیرو کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھینچ دی اور  
 چھوڑنے، "ہم نے میں بولا، "اُس کا یہ وقت نہیں ہے، آپ تو داخل  
 ہونے لگے، میں آپ اپنی اور اپنے ساتھی کی کسی بھی توجہ کوئی کے لیے  
 معافی چاہتا ہوں، میں صاف فرما دیکھیں؟"

"آپ کیسا آدمی ہے؟ ہیرو نے سر جھکیے کہا۔  
 "کسی وقت بھی آپ کو ہماری ضرورت ہو سکتی ہے، ہم چاہتے  
 ہیں کہ ہیرو میں گھر کا کام رہے، "معموم" علی ہاڑی سے بولا، "اُن کی  
 آپ نے وقت دیا، ہماری گزشتہ سنی، اس کا بہت بہت گزشتہ انشا  
 پھر اوقات ابھی؟" ہیرو نے دو قطب اللہ میں کہا، "ہم کے نیچے  
 لڑ گیا، ہیرو آگے بڑھ کر کچھ کہا جاتا تھا کہ جھل کے لٹائے ہیرو  
 "شاید اب نہیں سے فعل جانی،" گرسے میں داپس کے ہیرو  
 ہونے لیجئے میں بولا۔  
 "ہاں دادا، ہو سکتا ہے،" جھل کی آواز میں یقین نہیں تھا۔  
 "ہاں نے تو بہت کوشش کیا، جھل جانی؟"  
 "اور کیا بول سکتے تھے دادا؟"  
 "میں آپ سے قطعاً ہوں،" اباجان نے ہیرو سے کہا، "اُن میں  
 ہے کہ اب انھیں نہیں آنا چاہیے، آپ نے انھیں کوئی رستہ قائم کرنے  
 لا موقع ہی نہیں دیا، اگر وہ کوئی رستہ لے کے گئے ہیں تو وہ اُن  
 کی دامت میں دلوں کی ہی ہو سکتی ہے۔ میں نے اسی لیے وہاں  
 میں انا داخل نہیں دیا تھا؟  
 "ہر کچھ ٹھیک نہیں ہے بابا؟"  
 "اُن کی باتیں سن کے مجھے ساس ہوا کہ میں نے انھیں کیا  
 ہونا موشی مٹھا رہا، مجھے ہی جیت تھی کہ جھل ہیرو کی بھول جانی،  
 فضولی کوئی کیوں برداشت کر رہا ہے، اباجان ٹھیک ہی کر رہے تھے۔  
 وہ لوگ بہت منتظر رائے کے گئے ہوں گے، اباجان اور جھل  
 فوراً سمجھ گئے، وہ صاف اور میں بات جانے کیوں میرے دماغ  
 میں نہیں آ رہی تھی، میں تو کی بار ہیرو کو ٹوٹے ہوئے رہ گیا تھا۔  
 "ابھی یہ کیوں سے آ سکتے ہیں؟" ہیرو نے ترس سے پوچھا۔  
 "کوئی نواب راجا ہی ہوگا،" جھل نے ہنسنے لگا، "ہیرو میں  
 "اُسی ہمارا جانی طرف ابھی شمار دھیان جانتا ہے؟"  
 "اور بھی ہو سکتا ہے دادا؟"  
 "ہاں اپنی بھی کچھ سوچتا ہے، جھل جانی؟" ہیرو نے  
 ہونے لگا، "ابھی میں کے سر میں ایک دم اندھیرا چلا گیا ہے، ہاں  
 کے میں میں ایک اور بات آتا ہے، سوچتا ہے تو اُن کا سر گھومنا  
 "کی دادا؟" جھل نے ہیرو کے پوچھا۔  
 "کہنا جاتے ہیں آپ؟" اباجان نے خنک سے کہا۔  
 "کچھ نہیں، اپنی ابھی کچھ نہیں بولے گا؟"







”جیسی آپ کی مرضی، آج ان کے لئے تہنیت لکھا گیا ہے۔“

”ہی ہے،“ دوسرے نے انھوں نے کہتے سے ماکر ہمارا حکومت سے اذیت آئے۔

”ابھی سب لوگ جلتا ہے،“ ہر دوسرے کو لے کر آج ان کو خیال آج انھوں نے کہتے کو آواز دے کے عجیب جانے کی بدایت کی مجلس بھی اٹھ گیا تھا۔ ہر چاروں تیز قدوں سے باہر تھے، آج ان پر سر پرستی کی پیمانی ہوئی تھی۔ گھر اور دست سے گزرتے وقت وہ بیرو کو جاتا ناہیں جو لے کر دیکھا آپ نے، ہمیں نے کیا کیا تھا؟

”جوتے کے سے باہر سیاہ پورٹ کڑی تھی جو شخص کرے کے باہر سب ان میں گریں پر پہنچا تھا، یہ مہاراجا احرم ویروگا، وہ تین دھڑکیں ہی سے مہاراجا گئے تھا، بڑی دیر جا رہا تھا وہ دھڑکیں میں بیوی شردوانی پر شاخوں سے لگی ہوئی سلکی نال بڑی تھی، سر پر پٹری اور سلتہ کپڑی کے عین وسط میں بیروں سے تڑپا ہوا ایک قدمہ ناطلی زبور آواز تھا، بڑی تھک کے قریب قریب دریا نہ قدمہ ہندی جھرم جھرم، ہر ہوا چہرہ کی ہلکی ٹھیکیں گنگن مٹہر، ہر دیر ہوا تھا، سالوئی رنگت کے باوجود ہر دمک رہا تھا، آج ان پکٹے ہوئے اس کے پاس پیٹھے، اس کی چوٹی چھوٹی آنکھیں ہیرے کی مانند کھلے تھیں، ہمیں احساس ہے کہ ہم اذیت آئے ہیں، ہمیں اطلاع دے کے آج آجیے تھا، ہمیں آج ان کے بارہ ہو گیا۔“

”یقین نہیں آتا کہ مہاراجا قریب خانے پر قدم نہ رہیں۔“

جناب والا غیب فرماتے، آج ان نے اپنے بچے کی زندگی دھڑ کرنے کی پوری کوشش کی۔

”ہم نے سوجا، اس تکلف کی ضرورت ہے،“ دھڑکیں میں آپ کی حیثیت من کی ہے۔“ ہی کو پہلے آج آجیے تھا، مہاراجا نے گفت سے کہا، یوں کہیے کہ برا اشتیاق میں تمہیں نواہ۔

”زبے نصیب، آج ان خوش گفتی سے بولے، مگر اب ہم ہمان گاہ، آپ دیکھو، یہ ہیں کہ ہم نے یہاں گھر بنایا ہے۔“

”میں معلوم ہو گیا تھا،“ مہاراجا نے کھجکھلے کہا، ہمارے بچے خوشی کی بات بہت شمال سے ایک اور عزت مند گزرا، آج کے سب کیا ہے۔“

”نابا آپ کا میسر کی طرف کبھی جانا نہیں ہوا۔“ پھر یہ وہیں رہنے کا ارادہ کرتے، ریاست جید راؤ کے دست ہم سے تھا جو بابت میں جب ہم نے کہتے ہیں کہ یہ تیسور کے گئے جاباں ہے۔“

”ایک مرتبہ اشتیاق جوتے مگر سرسری، آج ان نے کہا۔“

مہنوی نے سارا کارا دھڑا کر کے بیکر بیو راؤ دھڑو کی قوت ہی اور ہے۔“

”آپ نے دیکھا ہے؟“ مہاراجا جوتے لہجے میں۔“

”دیکھنے کی طرف نہیں دیکھا، ایک ضروری کام سے جانا ہوا تھا۔“ چند روز قبل رہا لیکن ایک اندازہ تو ہو جاتا ہے۔“

”اس باب ہمارے مہمان بن کے آئیں تو ہم آپ کے گاہن کر اس دیں پر قدرت کی مہربان ہے۔“

”تاچیکے لیے اس سے بڑی عزت کی ہوگی، آج ان نے مستعدی سے جب وہ بارہو کے شاہ سے رانوں سے تہہ سٹوٹا لہجے میں مہاراجا سے اپنے گاہنے کی درخواست کی، مہاراجا ہنسے ہی اس وقت کہ منظر تھا، آج ان کے ہاتھ آگے بڑھا ہوا وہ پھرتی سے آگے بڑھ گیا، جوتی کا خاص کو کھول دیا گیا تھا، یہ آتش و زبانی کے تہار سے جوتی کے دوسرے قدموں سے مختلف تھا، ہر قدم ہونے سے پہلے قدموں کے روشنی جلا دی تھیں۔“ دیوار پر سیٹا اور پھیل پتوں کی شکل میں نصب ٹیٹھوں کی وجہ سے کہ منظر کسی شیش محل میں ہوا تھا، ساری چھت رنگ بڑی زلفیوں سے چھل مار رہی تھی، مہاراجا ہاتھ کے صوفے پر آگے بڑھ گیا، پھل پیر، آج ان اور ہیرے کو کوئی اور انداز نہیں آیا تھا۔

”کیا خوب صورت جوتی ہے، ہمیں یاد پڑتا ہے۔“ ہم نے بھی یہاں آگے ہیرے مہاراجا نے سنا، تینوں سے ادھر ادھر دیکھتے جوتے کہا، آپ نے جوتی جگہ تنگ کی ہے۔“

”قسمت سے جوتی، آج ان انکسارت بولے، لیکن آپ یوں بان کہتے کہ مگر حرج معلوم ہوا۔“

”ہاں، مہاراجا نے ہنستے ہوئے کہا، وہ جو ایک نامور ہے کہ ہے، ایک حسب حال کہا، بس ایک صدق قلب شرط ہے چنانچہ ہم نے منزل کھجی ہی کی۔“

”ضرورت نہ تو اب قسمت بڑگ صاحب نے بتایا ہوگا، آج ان نے جوتے ہوئے لہجے میں کہا۔“

”ہمارے ان کے قدیم خاندانی مراسم ہیں،“ مہاراجا شگفتگی سے بولا، وہ ہمارا بہت خیال رکھتے ہیں لیکن انھوں نے ہمیں نہیں بتایا، ہم جانتے تھے کہ وہ ہمیں اتنی عمدی میں جتا رہے گئے، ہمارے صبر کا امتحان لیں گے، ہمیں ہر چیز میں تھا، جو ہم نے بھی کے ذائقہ آگے اور آخر کا صبر ہو گئے۔“

”یہ کوئی ایسا راز بھی نہیں تھا، آج ان کے لہجے میں کسی قدر

ترشی کی آمیزش ہو گئی تھی، آپ نے اس روز تو اب علامہ ہر جہم کے سوم میں نازا حاصل ہوا ہی تھا، جناب والا اشارہ فرمادیتے؟

”ہم نے وہ موقع مناسب نہیں سمجھا، مہاراجا نے پہلی آواز میں کہا، لیکن اب یقین کیجیے، ہم نے اس دن بہت ضبط کیا۔“

”نازہ مند کو حیرت ہو رہی ہے، آج ان انظر باہر آئیں وضاحت سے بولے، اس کے لیے مہاراجا کا اشتیاق باعث عزت و دست پر لیکن ساتھ ہی کسی مذہب کا اعتراف تو بھی ہے، تشریف اس امر کی کر لیں، والا تربت نے فقیر کے متعلق اس کی بساط سے زیادہ روشن لیا ہو، ہر حال اچھے کا وقت ہے، جناب والا سے درخواست ہے کہ پہلے عزت شراذات لے لیں۔“

”ہمیں اس سے مہاراجا پریشانی سے بولا، ہم کھانے کے بعد ہی نکلے تھے لیکن کیا، آپ کی حضرت نے۔“

”یوں سمجھیے کہ آپ کا احترام تھا، آج ان نے مسکراتے کہا۔“

”اوہ!“ مہاراجا مسرت سے بولا، ہمیں اندازہ تھا کہ ہر جن اپن دل صاحبان کے پاس جا رہے ہیں۔ شاید اسی اعتماد میں ہم نے ملوث اور وقت کا ایسا خیال نہیں کیا، ارادہ کیا اور گئے۔“

آج ان نے پھر اس کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگے، ہمیں مہاراجا کے ذوق و شوق کا علم ہو گیا تھا، اگر ہم یہ کہیں تو شاید غلط نہ ہوگا کہ مہاراجا کے اوصاف اس شخص کے میں خود پرانی کی ہے تانی تھی۔“

”یقیناً یقیناً اب قسمت بڑگ کی کائناتی ہوگی، مہاراجا کی گول آنکھوں میں مدنی ہر گئی۔“ مگر انھوں نے کتنے کہا ہوگا، یہ ان کی فراخ بینی ہے کہ انھوں نے ہمیں اس غیر معمولی ہیرے کے دیدار سے شرف کیا، وہ دنیا کے نادر ہیروں میں سے ایک ہے، ایسے ہیرے ہم نے زندگی میں بہت کم دیکھے ہیں، اس کا نظارہ دیکھ کے ہم سے براہ راست کرنا مشکل ہو گیا تھا، ہم نے ان سے بہت سے سوال کیے، پہلنے کے باوجود کہ وہ ایسی آسانی سے ہمیں سب کچھ نہیں بتا رہے ہوا بھی ہی، خوب صاحب کو ہماری کمزوری کا چھی حرج علم ہے، وہ مال مول کر کے گاہیں ہمیں نہاتے ہے، ہم سے تکلف لینے رہے، ان کی بے نیازی نے ہمیں اور مشتاق کر دیا۔“

”خوب صاحب قوی نے کیا فرمایا ہے؟“

”کچھ بتایا ہو تو کہیں، ہم نے ہوا، کون ایسا بھی ہے، اس مرد قند کا کہاں قیام ہے؟ ہمیں دیدار نہ کر لینے گا، بولے کہ ہمارے والد محرم کے ایک دوست ہیں، لیکن انھیں نہیں ہیں، زلفیہ ریاست آگاہ ہے، ہمارے یہ بے تحاشہ لائے ہیں، ہمارے فرمایا کہ سرور

ذات شعل ہے کیونکہ انھیں واپس کی جلدی ہے، البتہ وہاں کے کو کہہ رہے تھے، پھر ہم آپ نے دروغوا نہیں گے اور اب بھی ان سے ذکر کر کے دیکھیں گے، ممکن ہے، اسی مرتبہ کو صورت نکلائے۔

گراس دوران ان کے خاندان میں یہ اہم ناک سال ہو گیا اور ہم ان سے کچھ نہیں کہہ سکے۔“

”انھوں نے سب درست ہی فرمایا، آج ان نے ہنسے۔“

”وہ مخاطب مہاراجا سے تھے لیکن ان کی گاہیں پیر کے چہرے پر منڈلا رہی تھیں۔“

”ان کا فرمایا اپنی جگہ درست ہے مگر اس طرف ہونے حصار کا کیا کرتے؟ مہاراجا حنائی آوازیں بولا، آخر ہم نے بھی فیصلہ کیا کہ ہم خود ایک کوشش کر کے دیکھتے ہیں۔“

”ایسا بھی کیا جناب والا، آج ان خفیت سے ہوئے ہم مہاراجا کی دل چسپی سے نا آشنا نہیں تھے لیکن ہمیں دلچسپی کی لذت کا ذرا بھی گمان ہوتا تو ہم خود حاضر ہو جاتے۔“

”ہم کی عرض کر رہے، زندگی اتنی پتھر دے کر رکھتے تھے لگتی ہے، خوب قسمت بڑگ نے چیز ہی ایسی ادا کی تھی کہ ہماری ٹھیں خیر ہو گئیں، کیا بھل ترشا ہوا پھر ہے، کیا اب تاب، رنگ پت ہے، ہمیں اس دن حد تک اب قسمت بڑگ پر رہا تھا۔“

”وہ ہم سے چھوٹے ہیں اور ایک چھوٹے کی حیثیت سے ہمارے

**کتابیں پڑھیں**

**کی جلد**

**تحقیقات**

قیمت: 40 روپے | ایک فری: 23 روپے

کتابیات پبلیکیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802552-5895313

kitabiat1970@yahoo.com

263-C III کینٹنمنٹ ڈسٹرکٹ کراچی

KHAN BOOKS



کرتے ہیں۔ یہیں اپنا پاس بھی لازم تھا ورنہ جی چاہتا تھا کہ اُن سے  
چھین لیں۔  
آجہاں نے افسوس کا اظہار کیا۔ وہ بھی کہہ سکتے تھے کہ اگر اُن  
کی طاقت مارا جا کر دوسرے ہو جاتی تو وہ یہ سب اُس کی نذر کر دیتے  
تھے۔ لیکن ہے، ایسا ہی ہوتا تھا ایسا ہی ہوا ہوئیں۔ مہاراجا  
نے سبے قزاقی سے کہا: ہم اس لیے آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ  
اُس سب کے اِستِ بچھ جان لیں اور اگر آپ بھی کوئی گناہ کرنا چاہتے  
ہو تو آپ کی درخواست کر لیں۔  
”کیسی گناہش ہے؟“ آجہاں تعجب سے پوچھے۔  
”یہ کہ وہ روز کسی طور ہمیں دستِ باب پہ جائے۔“  
”یہ کیسے ممکن ہے؟ اور نہ کیا چاہا ہے؟“  
”ہم اس حقیقت سے واقف ہیں کہ فوجِ تخت جنگ سے  
نہادہ ہم خود کو اس کا مستحق سمجھتے ہیں۔ آپ کی کوئی صورت لکھا ہے۔  
بھیجے کہ ہم یہاں آپ کے در پر سولی پر کے آسے ہیں؟“  
”آپ کیا فرماتے ہیں؟“  
”ہم اس رامت کے دل میں لیکن اس کے سوا جو کچھ بھی ہمارے  
پاس ہے، ہم آسے آپ کے اختیار پر چھوڑ دیتے ہیں کہ آپ جو چاہیں  
ہم آسے ترک کر دیں گے۔ پلٹ کے اُس جانب نہیں واپس آئیں گے۔“  
”مہاراجا کے طعنے پر کہ ہم نے یہ ہر تحفہ زب صاحب  
کی خدمت میں پیش کیا ہے؟“ آجہاں کی آواز اُٹھتی ہوئی تھی۔  
”یہی مطلب کا ہونا ظاہر کرتے ہے کہ ہماری پاس مال و  
دولت کی کوئی چیز نہ ہے سوا کیا رہتا ہے؟ کوئی اور نقص نہ ہم کرنے  
کا ہیں وقت ہی کہاں ملا ہے۔ ہم کیا چاہتے ہیں کہ اپنی طب کی بنیاد  
پہنچ بھارا دے؟“  
”مہاراجا یہ صوبہ ہزار وقت سے آجہاں نے شکستہ لیے  
ہیں کہما؟ اب چھوڑ ہمارے پاس نہیں ہے؟“  
”آپ آسے واپس بھیجے سکتے ہیں۔“  
”یہ عزت کرنے سے پہلے ہم اپنی زبان قلم کر لیں گے۔“  
”ہیں اسی جواب کی توقع تھی؟“ مہاراجا نے شبلی اور ایشو کو کہا۔  
”لیکن پھر ہمارے لیے کیا حکم ہے؟“  
آجہاں نے اس بات کا کیا جواب دے سکتے تھے بندھنوں کے  
مستش پر چھم چھم سے ہر چھوڑنے بہتر ہوگا کہ آپ اس مسئلے  
میں نوب صاحب ہی سے بات کریں۔ اب یہ اٹھی کی ملک ہے۔ ہمارا  
کوئی حق نہیں رہتا۔ ہم اسی دن بالکل دستِ ہار ہوئے تھے جب ہم

لئے آتے ہر بعد خوش نواب صاحب قلعہ کے ہاتھوں میں منتقل کیا  
جاتا۔ آپ کا حتمی دل سے تسلیم کر لیا ہی فرمایا، نواب سرور  
ہم ان کے سامنے اس سلسلے میں سب کٹائی کر گئے ہیں۔“  
”آپ نہیں کہتے، تم جانتے ہیں۔ آپ کے یہ کتنا مشابہ  
لیکن کیا آپ ہمیں یہ گھڑتے نالی ہاتھ دینے کو کر دیں گے؟“  
”جی ہاں،“ آپا جان کے پورے بڑا چہرہ اکر دے دے غور  
نے پتہ چل گیا کہ یہ ہر دور کی باب دیکھا، دونوں جٹ کی طرف اشارت  
ہیٹھے رہے۔  
ایک دم بھی وہ جنت جنگ کراچ میں پتہ ملتی خاطر کوئی  
نہیں ہو گئے، ”ہمارا جاننے کے اعتبار انہی میں کر۔“  
”کیوں نہیں، کیوں نہیں؟“ آپا جان تیزی سے بولے، ”وہاں  
لیے سعادت ہے اگر مگر کہیں آپ کا یہ خیال تو نہیں کہ ہر  
پاس اس نوع کے دوسرے نواز؟“  
”انرا وہ نوازش پیٹے ہر جی ہشتی کی جیسے ہمارا جاننے، انہوں  
کی بات کٹ سے کوئی ستارہ؟ ہمارا خیال نہیں، یقین سے نہیں  
اپنا ایسی ہیں آپ کے اور اسے بدھ کچا ہے۔ میں تو ہم کہنا ہوتے  
ہیں۔ جو شخص ایک جو لے ہرے نواب کو کھنڈ، ایک ہر جی، ایک ہشتی  
کی گرد پڑی ہوئی ناسانی کی تہہ کے لیے ایسی جی قیمت ہوتا  
نذر کو مٹا ہے، ان کے اقبال جھٹھ کا کوئی کیا تصور کر سکتا ہے؟“  
آپا جان نے وہ رہاں میں داخل ہونا چاہا، جیسے ہمارا جاننے ان سے  
معذرت کرنی اور کہنے لگا، ”تم نے آپ مرض کیا ہے کو نواب جنت  
جنگ کے خاندان سے ہمارے اسلام کی قیمت کیا ہے، ان کے ہر  
مروجہ کے ساتھ ایک غری کی رات رہی ہے اور ہر سے نہیں نواز  
کا یہ سہرا مٹا ہے، ادا جی کے زانے سے ہادی ہے۔ ہمارا آقا جنت  
میسور سے ہے، کیوں یہ ریاست ہمارا دوسرا ہے۔ نواب جنت کی  
والدہ بہت پردہ میں کر تیں اور ہمیں پہنے ہیں، گھر کے ایک فرار ج  
دیتی ہیں، دونوں خاندان ہمیشہ ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں  
رہے ہیں، ہمیں جنت ہے کہ نواب صاحب کے خاندان سے آپ کے  
قدیم روابط کا ہمیں کوئی علم نہیں، ہم شمالی ہندوستان میں  
جہاں ہم ان کے سلسلے سے پیسے ہوتے ہیں، ہم سب کی نشان دہی  
کرتے ہیں اور آپ نے نواب جنت جنگ، آپا جان مجھے ہیں، ہم کا  
اجہر، ان کی انکھیں ان کا کچھ نہیں پہچانتے، آپ کو نہیں معلوم، اور  
ہمارے سامنے آپ اپنے تو ملحق کا ذکر کرتے ہوئے کیسے تہہ  
نظر آتے تھے۔“

ہے اگر فخری ہے کیونکہ ہمارا اتفاق اُن کے والد مرحوم تھا۔  
ابھان کی آواز میں لرزش چٹکی تھی۔  
”ایک مرحوم دوست کے فرزند ولی بند کو ایک غیر معمولی بڑے  
کندہ گرداری جاتی ہے۔ غرض کوئی ایسا ہی شخص کر سکتا ہے بڑا پنے  
آپے بڑا ہو گیا ہو اور غنا کے درجے بڑا فخر ہو۔ یا کوئی ایسا شخص  
جس کے ذہن میں ایک پتھر کے کم ہوجانے سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو  
یا جسے ان پتھروں کی قدر و قیمت کا کوئی احساس نہ ہو اور اس کا دل کان  
نہیں ہے کیوں کہ نواب محنت جنگ جیسے صاحبِ حیثیت اور جو  
شمال کو ہی پتھر پیش کیا جا سکتا ہے جس کی قدر و قیمت کا کچھ فرق  
تعمین کر لیا گیا ہو۔ ان پتھروں کی پہچان نہ ہو سکی و ناکس کو ہو سکتی ہے  
دہر سکی و ناکس کی حفاظت کر سکتا ہے۔ ان کے لیے کوئی بلکل  
ہی جابا ہے۔“  
ابھان کی چٹائی پر بیٹے کے دلہرے نمودار ہو گئے۔ اُنھوں  
نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ ہمارا کھانا گھورتے رہے اور میری توجہ  
کے خلاف پھری ہوئی آواز میں بولے ”پھر جناب والا اس نتیجے پر پہنچے  
”ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمیں آپ کے پاس چلنا چاہیے۔“  
”ایسی صورت میں آپ کو آپ کو پیش ہی اُڑانے کا کر کے  
چاہیے تھے تاہم غالباً یہ ضروری نہیں کہ ہم آپ کے سامنے دعائیت  
پیش کریں۔“  
”مطلق نہیں“ ہمارا جاننے سے سامنے کہا۔ ”ہم تو محض اپنی  
پہچانیں بیان کر رہے تھے۔ کیسے کیسے سوال اس دوران ہمارے اُڑ  
کی مشائے ترے میں؟“  
”معاف کیجئے اس کی وجہ آپ کی لاعلمی ہو سکتی ہے، لاعلمی  
کا کچھ۔ کوئی شہ نہیں کہ نواب صاحب قبلہ نے آپ کے سر پر ہم  
میں یکن ہمارا لگا ہے۔“ ابھی آپ اس غلوادے سے متفق بہت  
سے متعلق سے نا آشنا ہیں۔ ہر حال ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے  
مہم نواب صاحب اپنے رابطہ و تعلق کی سند آپ کی خدمت میں پیش  
کیں گے۔ اسی کوئی جواب دی جا سکتا ہے۔ خواہ ہر پر ضرر ہو  
”میں نہیں۔ آپ نے بہت اگے کی بات کہی ہے۔ ہمارا رابطہ  
میں میں سرور فرق نہ آیا نہ اُس کے لیے کی فضاہت میں ہی ہوئی۔  
میں نہ کہ نہ ہو رہا تھا کہ اس کا تعلق ریاست سور سے ہے  
اُس کی مادری زبان کوئی اور ہو سکتی ہے۔ ہمارا جاننے ہم تیزوں  
طرف کوئی دھیان نہیں دیا تھا جیسے ہم وہاں موجود ہیں نہ ہوں  
نہ نے ابھان سے غلطی یا غلطی کی خواہش میں ظاہر نہیں کی تھی

جنتے ہوئے کولاً: ہم ثبوت و غواہ کے لیے نہیں آئے، نہ ہماری کام ہے، ہماری سہ جتنی ایک کوئی شخصوں سے ان کی دوستی کے سبب تھی، دوسرے فواب حشمت جنگ سے ہمارے متعلق کا اظہار تھا کہ ہم ان کی حیثیت کے تحت کا خیال رکھیں، آپ درست فرمائیے ہیں اس اضطراب کی وجہ ہماری لاعلمی ہو سکتی ہے، اس کے علاوہ دوسرے پلوں پر بھی احباب نے ہماری توجہ مبذول کر لی تھی۔ مگر گورہر میں خود بھی نگاہ رکھنی چاہیے تھی، یہیں بتایا گیا تھا کہ جنگ سے براہ راست فواب حشمت جنگ کے پاس جانے کے بجائے پولیٹیکل ایجنٹ لایا تھا۔ دلچسپی میں اور فواب صاحب سے اُن کے دفتر میں ملنے کی کوشش کی تھی جہاں ایسی معروفیت کے سبب فواب صاحب نے انکار کر دیا، یہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ فواب صاحب سے گھر پر ملاقات کا وقت یہ گزارا تھا، گھر پر ملاقات ہوئی، بعد ازاں پولیٹیکل جناب کا قیام رہا۔

ہمارا ایک ساری بایں فواب کے معتقد خاص یا ڈائریکٹوریٹ سے معلوم ہو سکتی تھیں، آجانب کے چہرے کا رنگ بدلنے کے بعد فواب دینے والے نے یہ بھی آپ کے کوئی گزار کیا ہوگا کہ فواب صاحب نے ہم سے گھر پر قیام کے لیے یہ پناہ اصرار کیا تھا، یہی نے انکار کر دیا کیوں کہ ہمارے ساتھ اور لوگ بھی تھے جن کا فواب صاحب کے ساتھ کوئی علاوہ نہیں تھا، آجانب کی آواز ترش رہی تھی، انھیں اس حالت کی ضرورت تھی، میں نے جیسی رنگ بوں سے شکل کی جانب دھکا کہ وہ آجانب کو روکے، فواب میں جھلنے سے یہیں مندریں دور اشراف شاہد میں مجھے حمل کی تحقیق کی گزر رہی تھی میں خون میں داخلہ آجانب کہنے لگے تو ظاہر ہے، ایک زمانے بعد ہمارا رامت کی طرف آنا پڑا تھا، ہمارا واسطہ فواب صاحب کے والد مرحوم سے تھا اور میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ انھیں والد مرحوم کی روداد کی تک رسائی میں ہی ہے۔

اور جناب میں ہمیں تو بیاں تک بتایا گیا کہ آپ نے پولیٹیکل قیام کے کئی دن بعد فواب حشمت جنگ کے دفتر کا رخ کیا تھا، ہم ان کی طرف متعلق ہوئے بغیر اس طرح ان کے دروازے کا رخ کر سکتے تھے، اور یہی سبب تھی کہ انھیں مانع ہو سکتی ہے، انھیں کہنے میں تھی کیا نہیں، اکھڑی ہوئی آواز میں بولے، مگر جناب باتوں سے کیا حاصل، جناب والا کیا ماننا چاہتے ہیں؟

یہ کہ نہیں، ہمارا جانے ٹھنڈی سانس بھر کے کیا؟ ہم نے تو یہ کہ کوئی فکر مندی کے اسباب کے طور پر عرض کیا ہے، اس کے



میں ہمدانی کا ہے یہ تڑو تو شریف زہنی نہیں جی ہم آپ کا عرض کر رہا ہوں اس کے سامنے جانتے تھے ہماری ہمدانی کی فتنیوں کی تعمیل فضول ہے۔

اور کیا؟ اباجان سے ضبط نہیں ہوا انھوں نے جھڑپ کرنا شروع کیا۔

چھوڑیے بھی؟ ہمارا جانے نہ باز رہا ہے۔ اصل میں ہم آپ کو بتائیں کہ ہماری توجہ کا مرکز دھور تیرت جگ کا آب دیا ہوا عطریہ ہی ہے۔ یہ تو یہ ہے کہ دوسرے امور زنی ہیں۔ پتھروں سے شغل کرتے کرتے سر میں دھوپ اتر آئی ہے۔ ان کے لعاب میں ہیں کیسے کیسے عیب تجربوں سے دربار ہو پڑا ہے یہ بھی جانتے ہیں۔ داستانیں سنائے نہ لائیں تو رسی بیت جائیں۔ اپنی چیز کے لیے جمنے لگاں کہاں دشت بھائی نہیں کی۔ اب کچھ ایسا ہو گیا ہے کہ پتھر میں اپنی طرف ہلاتے ہیں۔ وہ درباروں کے بارہوں تو ہماری رنگ پر لگنے لگتی ہے۔ لیکن یہاں آئے گا ارادہ ہونے بھی کسی کی خواہش ہی میں نہیں کیا ہے۔ مناسب تھا کہ ہم پہلے گروہوں کے مختلف ڈاؤن کا بھی تجربہ کر لیں۔ تجربے سے گویا شکون لگ گیا۔ مگر باقیں بد کی ہیں، ہم آپ سے درخواست گزار ہیں۔ ہمارے اطمینان قلب کے لیے بتائیے کہ یہ ناقابل فراموش برائے آپ تک کسی طرح منتقل ہوا ہوئے تو ہماری ہر دشت دور کر دیکھیں۔

یہاں ہمیں حیرت ہو رہی ہے۔ اباجان نے نسبتاً بر سکون آواز میں کہا: آپ کا جتنس دیکھ کے میں کچھ کھوئے گا اس سے ہو رہا ہے۔ اس میرے کہ نسبت و طبع کا تصور راست اذکار میں بھی تھا لیکن اتنا نہیں جتنا آپ کے عشاق سے ہوا ہے۔ بے شک اس شخص میں آپ کی نگاہ مستند ہے۔ ہم اس بارے میں اتنا کچھ جانتے تو ممکن نہ ہوگا دوسرا فیصلہ کرتے اور اسے زیادہ مطلوب و شائق ہاتھوں کی اندک کرتے۔ یقین جانیے ہم وہ ہیرا آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے مگر اب یہ دیکھی ہے مٹی ہے۔ وہی دلی پتھر کا مال ہمارے مسلک میں ناز رہا ہے جب کہ اس میں مدنی صمد ہمارے خوشی کو دل تھا۔ نواب صاحب نے ہم پر کوئی جبر نہیں کیا تھا۔ ہیرا آپ کے تجربے کی بات اور دگر امور پر نگاہ کی تو ہمیں نہیں معلوم، ان سے آپ کی کیا مراد ہے۔ ہر حال آپ سے اجتماع سے کہ ہائی مور کا تعلق کسی طور بھی اس پیش کش سے نہیں ہے۔ ہر ہوگا کہ ان پر توجہ دینی جائے۔ میں انصوری بھی آپ سے متھے کچھ فرمایا ہے۔ ان سب کا ایک ہی جواب ہو سکتا تھا کہ ہم اپنی مرضی و مشائیں آزاد ہیں، ہمدانی ہیں لیکن

برہمچاری کی ذات گری بیٹی نظر رہی اس کا احترام محفوظ ہے۔ اسی لیے ہم خود کو بہت سے ہیں اور مجبور مسموم کرتے ہیں۔

اباجان کی آواز گہرے میں گھمکائی تھی پہلی مرتبہ ان کے لیے میں یہ کیفیت تعریف تھی۔ اتنی دیر میں جیسے انھوں نے کوئی فیصلہ کر لیا ہو دیکھ کر میں سمجھنے پر پہنچے ہوں یا نہیں اب کوئی دوسرے نظر نہ رہی ہو۔ شکست خوردگی کی یہ علامت ہو سکتی تھی۔ دوڑا پہلے اٹھکے تھے۔ اب ہمارا کیا گیا تھا۔ اب تک ہمیں کما کما سکا تھا کہ وہ آؤ ہمارا کار کے اندر سے تھے اس کی اور کے۔ جھل اور پرز کی خاموشی اباجان کے دوڑا انداز کے پیر ہی ہو سکتی تھی۔ اب متحیر کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔ آؤی پہنچو تھی ایک منگنی ہی کر سکتا ہے۔ اس آتش میں لازم سے تھے۔ اور کھلتے تھے اس مان لاکے رکھ دیا تھا۔ ہمارا جانے چاہتے ہر قیامت کی اور نہ تو بیٹھا رہا۔ اباجان نے اس سے نرم لہجے میں کہا: ہمارا لکے سکون قلب کی خاطر عرض ہے کہ ہمیں، ہیرا دشت میں طاقتور والدہ گرائی کے پاس میں سے کیا تھا: اس کے متعلق ہم بھی سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن مطلب ہے کہ انھیں اپنے آباؤ اجداد سے دشت میں ملا ہوگا۔ یہاں راست میں زندگی کے آخری دن گزارنے کا ارادہ ہے۔ والدہ گرائی کا ارشاد تھا کہ نواب صاحب محنت جنگ کے خلاف سے تجھ پر لازم کی صورت میں یہاں زندگی ہمارے لیے آسان ہو جائے گی۔ تھی گھر بنائے اور مزین شہرت تعارف حاصل کرنے سے کسی مجبور سرائی آؤں نہیں دینی تھے۔ اباجان نے پیرا مٹا دیا۔ وہی کچھ کہہ سکتے تھے۔ ہمارا کارنی بر سر ہوا ہو گیا تھا اور توجہ سے مسموم تھا۔ اباجان نے اس سے کہا: "آپ نے غور فرمایا؟ ہیرا نواب صاحب سے اپنی وفاقت کی نشانی کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ یہاں آئے کے بعد میں ایک مضبوط و مستحکم اور انہماک مند گھرانے کا نقطہ حاصل رہے۔ ہمارے ہاں ایشہ کا وہاں کچھ ہے۔ ایک پتھر کا کیفیت ایشہ ہے۔ پتھر تو پتھر ہی ہوتا ہے۔ ہمارے پاس نہ ہوا۔ ہمارے کسی خزانے کسی عزیز کے پاس یا آپ سے بھی دگر کسی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کے جواب میں یہ ہوں گا کہ یہ۔ ہم نے یہاں یہ بھی خریدی ہے۔ اور ایک ڈاؤن کی بات نہیں۔ ہم یہاں مستقل سکونت گاہ رکھ رہے ہیں۔ ہم یہاں ہوتے ہیں اور اب بھی نہیں ہیں۔ بلاشبہ نواب صاحب قبل کے اند میں آپ کے سوا کسی اور بھی قدم قدم ہر ضرورت رکھے گا۔ اس کے سوا اباجان متحیر ہوئی آواز میں بولے: "میرے ہم آپ کو کیا عرض کریں؟"

ہم نے نواب صاحب محفوظ کر لیا ہے۔ ہمارا جانے کسی تندر دشت

مجھے میں کہا۔ پہلی بار اس کے چہرے پر گہریں ابھری تھیں۔ ہمارے لیے یہ بات اتنی اہم نہیں کہ آپ نے ایک دور افتادہ شہر کا ایک پیش قیمت پتھر سے نوازا ہے۔ اب بات یہ ہے کہ ہم اس سے کیوں محروم رہے اور اس سے زیادہ یہ کہ ہم اس کے متعلق اتنا کچھ نہیں جانتے تھے۔ ہمارے پاس اس کا وجود ہیراں سے متعلق ہمارے علم کے لیے ایک آزمائش ایک پہلی کیفیت رکھتا ہے۔ ہمارے لیے یہ ایک علمی اور تحقیقی مسئلہ ہے۔ ہم زندگی بھر پتھروں کے عالم علم رہے ہیں۔ ہم پتھروں کے لیے کسی پوچھنے والے یا کسی عدالت کا درجہ رکھتے ہیں۔ پتھروں سے دوستی کو ہی لوگوں کو اس آئی ہے لیکن ہمارا ان کا معاملہ اب دوستی کی حد سے گزر گیا ہے۔ یہ عشق کی منزل ہے۔ ہم نے ان کی منہوں اور شانوں کی درجہ بندی کی ہے۔ ان کے ہاتھ مدہ خاندان ہوتے ہیں۔ شہرے، تاریخ اور ان کے اپنے کردار ہوتے ہیں۔ یہ کچھ غلط نہیں کہ پتھروں میں سیناروں کی سی خصوصیات ہوتی ہیں۔ عجیب نہیں کہ وہ سیناروں کی زینوں کی سوفا ہوں۔ ازراہ کم نہیں تفصیل بتائیے کہ آپ اس سے ہمارے پتھر کے بارے میں اور کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ہماری علمی پاس کے لیے، ہماری سیر کے لیے زمین پر زور دے کر یاد کیجیے۔ شاید اس طرح میں کچھ قرار آجائے۔

"ہمیں اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم۔ اباجان نے جھپکے۔ ہمیں لگتا والدہ حرم سے اسے پتھر کی وقت بذات کی سعی کر گھر اس کی صاحب خانہ ظکر کو کسی صاحب نظر کسی صاحب دل کو پیش کر دینا اور کچھ یہ بھی یاد پڑتا ہے۔ انھوں نے ہمیں اس کی قیمت لینے سے منع کیا تھا۔

"قیمت لینے سے منع کیا تھا؟ ہمارا چاہا اصل کے بولا۔ اور مجھے وہ کچھ کر گیا۔ اور کیا فرمایا تھا انھوں نے؟" اور کچھ نہیں؟ اباجان نے ظاہر سادگی سے کہا: "مگر حجاب و لا کیا آپ میں نہیں بتائیں گے کہ پتھر کوئی شخصیت سے ہے؟ پتھر تو صرف تھا ہمارا جیسے جو ہر شے اس سے ہے جی نہیں ہیں۔ ہماری انھوں کے مطابق راست کے ہیں، دوسرے نواب بھی پتھر نہ جانتے تھے؟" یہاں کوئی بھی اتنا نہیں جانتا۔ ان کی بے چینی ناشی ہے۔ عرض ہووے اس حد کی ہے؟ ہمارا جانے مجھے میں بولا: "یہ عرض میں معلوم ہے کہ آپ نے کیسا نادر پتھر نواب محنت جنگ کو عطا کیا ہے۔ اس کی اپنی ایک تاریخ ہے اور اگر ہمارا قیاس درست ہے تو اس کی ایک طویل اور شان دار تاریخ ہے۔"

"نواب صاحب ہو تو کچھ نہیں بھی بتائیے ہر چند کہ اب یہ ہر ضروری

ہے۔ اباجان نے شہنائی جیسے مجھے میں بولا۔

"کیا بتائیں؟ ہمارا انتظار اس کی آواز میں بولا: اباجان نے ہمدانی کی باتیں سن کر یہ حدوں سے گم شدہ ایک پتھر سے حدوں سے اس کی تلاش جاری ہے اور یہ حدوں کی گلوں کے ہر کنارہ ہوا ہے۔ ایشہ کا کے زلنے سے ہمیں اس کا متعلق ہو سکتا ہے۔ ایشہ کی ساخت پر غور نہیں کیا۔ اس کا ایک حصہ کیا ہوا ہے۔ کیسے کیسے پتھر دولت کر دیا گیا ہو یا کسی حادثے کے سبب ایسا ہو گیا ہو۔ کچھ ہوا حصہ تر شا نہیں لگتا ہے۔ حالانکہ ایسا ہو سکتا تھا۔ اس کی اب وہاں بالکل ترو تازہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے منوں کو اس کی مخالفت کا پورا احساس تھا۔ ہمیں اس کا دوسرا حصہ بھی دیکھنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔"

"دوسرا حصہ؟ اباجان نے حیرت سے کہا: "وہ کہاں ہے؟"

"وہ دربار میں ہے۔"

اباجان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ انھوں نے پوچھ کر نہیں پوچھا۔ گھٹی ہوئی آواز میں بولے: "کاشی ہم آپ کا کچھ اور بتا رہے؟"

"ہر حال، ہمدانی درخواست ہے کہ اپنی یادیں کر کے انھیں پیش کیجیے۔ ہم نواب محنت جنگ سے کیسے گئے اور کم از کم میں اس کا تقاضا کرتے رہنے کی خاص اجازت عطا فرمادیں۔ مگر یہ ہے، ان طرح ہم کوئی کڑی ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں؟"

"میں یہاں سے کچھ میرے کے لیے ہاں ہے۔ پوچھ کر لیں گے کہ اس کی بات کوئی اور سراغ ملے۔ آپ سے سب کچھ جان کے میں بھی بے گلی ہو جاتی ہے۔"

"ایک نہایت مدد ہات ہوگی؟ ہمارا جانے مراد ہمارے کہا: "وہ دربار میں ہے۔ پتھر تو جو کچھ کرتے ہیں رہی گئے۔ آپ کو کچھ اور والی بات آگوار گزرتی تھی۔ ہمارا تجربہ ہے کہ اگر ہر دھڑکی کی چیز تائیاں اسی تائوں ہاتھوں سے گہرے مقصود تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ پتھروں کی ایک شخصیات کا بھی ہیں خوب تجربہ ہے۔ بڑے توجہ لوگ ہوتے ہیں اور تشدد و رعب کا فائدہ ہر کرتے ہیں۔ ایک صورت حال میں ہر ایک کا رد عمل پیدا ہوتا ہے۔ ہمارا کام یہاں کے رقبہ کا مطالعہ کا مقیم ہوتا ہے۔ ہر اس نسبت سے ہم اپنا راجہ عمل کر رہے ہیں۔ ان میں ایک خصوصیت مشک بھی ملتی ہے۔ وہ آسانی سے بڑے نہیں جانتے۔ بعض تو کسی کیمیا کی طرح ان کا اتفاق کرنا پڑتا ہے۔ ہم کو بھی کبھی ایک شکاری کی طرح ان کا اتفاق کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے لیے آپ کے سامنے سطر عمل لکھا گیا ہے؟" اباجان نے







[illegible]

”آپ کیس بولتے ہو حقیقت؟“ دو پہ تو اس سے ادا احمد اُدھر دیکھتے ہوئے بولا جیسے کہ طرف سے اُسے مدد کی کوئی ضرورت نہ ہو۔  
”کوئی حرج تو ہے نہ؟“

کون سا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ میں نے انہیں اپنے ذہنی اور جذباتی  
گھٹنے کی کوشش کی، متاثرہ انسانی ذہن دلچسپ تھا۔ اس سے ابتر تھا  
کہ مجھے وہاں کی قومی تاریخ سے بہت سے دہائیوں سے اپنے نظریہ  
روانہ بوجھ تھا۔ ہماری غفلت اور تحریکوں کے ہمارے دل اپنے  
ہلنے والوں کو نظر میں رکھتے تھے۔ کچھ بے پیر ہنگامہ گزرتا تھا کہ میں تو  
انکے بعد از جد اخلاصاً اپنے لئے کچھ معمول انجام دے گا۔ یہاں تک  
یہاں تک کہ وہ قومی کے باہر بھی ہمارے تعاقب کار وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے  
پھر ان کی تہذیبی زیادہ ہوں چاہیے۔ اخلاصاً پہلے اور ترقی کرنے  
کے لیے ان کے پاس ہر تہذیبی ساروں کا کچھ انجام ہونا چاہیے۔ یہ بھی  
میں سمجھتا ہوں کہ قریب ہی کسی ملک سے ان کا دلچسپ ہونا ہے اور حکم  
فرما جاری کیا جائے۔ یہاں سب جیسے جیسے کامات ہیں انہیں  
میں نے فون میں بھی سن گئے۔ یہاں کو ان کے پاس ہونی ہے۔ یہاں پہلے  
کچھ کی صورت میں انہیں ساری کچھ ضرورت میں ہے۔ جیسے ضرورتیں  
طرز حرکات کے ذریعے میں ہمارے ہوتے۔







بولتا تو آپ ایک دم سب ٹھیکس بول رہے ہو۔ ابھی پھر ایسا ہی کہو۔  
 نکلا پر یاد رکھو ایک اکیلا نواب حسد نواب کا اولاد نہیں ہے۔ اور دوسری کی  
 آگے سے پہلے ایک سے ایک مسمیٰ بازار کا نواب لوگ چر رہے۔ آپن کو کون  
 سے بات ابھی دُور دُور تک پہنچ گئی ہے۔

”لیکن صاف بات ہے، میرا جی نہیں چاہتا کہ اس طرح یہاں سے چلا جاؤں۔ آبا جان نے سختی سے ایسے ہی کہا۔“

اس کی پوجا ہے، چاہئے کہ بات نہیں ہے۔  
 کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں اس سے جانے کون سے بڑوں کا اور اس  
 کی کیا ضمانت ہے کہ میرے جانے کے بعد وہ لوگ آپ سے بڑے نہیں بنیں گی  
 گئے۔ انہیں معلوم ہے کہ جو تک پہنچنے کا وعدہ دیا ہے آپ لوگ ہو سکتی  
 وہ آپ کے قدم پر بروکڑ بن کر چلنے کی کوشش کریں۔

”ایں کہ بات چھوڑ دو، اپن کسے کچھ تو ایس پرچھو، وہ ایسے پلانا  
سے کچھ تیں جان سنا اور جھٹنے کے لیے زور دے گا تو اپن ان کہ بات  
سے باہر سے جھٹے گا اور اس کے بعد دیکھو لے گا۔ ایسے میں اپن ان کو  
اچھی طرح بلگت کستا ہے۔ سامنے آپ نہیں دے دے گا تو وہ لوگ بھی  
جسم کے اپنے آڑے نہیں آئے گا، اپر اپن کا پلا کا میں ہو گا کہ کسی  
خطر سامنے سے باہر چلے جائی کچھ بھی میں آئیلا، ”پیر دے  
بست“ اپنی آواز میں آجا جان سے کہہ کر کے نکلتا ”اپن کو پتہ ہے، ابھی  
آپ اپن کچھ بولو گے پر اپن میں آپ سے کچھ جان کے دل پر باہر،  
مال خر۔ اپن کو نہ اپن میں بہت رشتہ ہو گئے۔“

ابھاجان پوپ بیٹھے رہے اُن کی پیٹی پر چرے غماز تھیں ہڈیاں  
 ہوئی تھیں کہرتے میں تنگوار اور منیر علی کے مورا بھی موجود تھے۔ غامی  
 ویر بد ابھاجان نے زان لہری اور نرسنگہ اور اُن میں جوسے نہیں آئینہ کا  
 دامن دقت سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ رات گزرتے ہیں اب ویر کی نگہ  
 گئی ہے۔ (ایسا ہی جتو پھر کج غلاب مرثت جنگ باپڑے غلاب کے  
 ہاں دوبارہ متعلق ہو سکتے ہیں۔ وہاں یقیناً یہاں جیسی صورت حال اب ہو  
 گی بہتر ہے کہ اب جہیز دیا ہے اور انہوں۔ اپنی دوبارہ تہا کہ ضرورتوں کرنا  
 ہمارے لیے ایسا دشوار نہیں ہو گا۔

جس اور میرے بھروسے کے کچھ نہیں کیا۔ ملازم نے جس کے لیے  
 ہمارے مقررہ کمرے کو دھوا دیا تھا۔ کمرے میں بیٹھ کر سوئی لگ کر دینی  
 خوشبو کی بو سی تھی۔ کچھ بجے کے قریب جب تمام جاگ اُپٹے تھے اور  
 اسی صبح مسند بیٹھنے کے لیے جیسے بیٹھیں ابھی ابھی کبھی مہاجر کسی کی انور  
 میں زندگی کی ایک نہیں تھی۔ زوردار کی جگہ پر رہا جانے سے اُس نے اُس  
 کے لیے مسرت برساتے ہوئے کہا تھا کہ میں ۱۹۵۱ء میں یہاں پہنچا ہوں کہ

پر ملازم کسی صاحبِ کسریٰ کو لے آیا تھا، اس وقت سب لڑکے ہنسنے لگے۔  
 بیٹھے ہوئے رہے تھے کہ جنس کی آواز پر سبلی چوبیس بڑے۔  
 جنس نے آج جان سے پوچھا تھا کہ پتھروں کی پوچی انھوں نے کہاں منعوی  
 کی ہے۔

”وہ دہ پھر سے پا کر ہے“ ابابا جان نے ہوتا اسکی سے جواب دیا:  
”ادھر اندر ہی ہے کیا؟“

[illegible][illegible]

دردانہ بھی درختوں اور درمیان کے اندھیرے کی وجہ سے چھپ گیا تھا  
 ہر طرف ہوگا کہ تم تھا۔ اور دگر بھارت چھائی ہوئی تھی اور کھلی پھلتے  
 بہت بڑی ہوئی تھی یا اس لیے زیادہ عجب ہو رہی تھی کہ وہ گرم کمر  
 سے اٹھ کر آئے تھے۔ آسمان بالوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر باہر بھرتے  
 ہزار ہا بیڑوں میں بھرتے رہتے تھوڑی دیر میں یہیں سرزمین ہی محسوس  
 ہونے لگی۔ پھر مدلی کے کتنے پر بڑی منزل کے ایک کشتہ دھڑکے میں پہلے  
 آئے۔ دردانہ کے مقابل وسط میں دیر پر بڑی کشتی سمراں بھی تھیں  
 مدلی تینے لگا رکھی تھی اور اسے تیرے کپڑوں میں بہتے بہتے وہ  
 کشتیاں آگیا تھا۔ مدلی دھڑا دھڑکی کہیں کہیں جھلنے کی کوشش کر رہا  
 تھا۔ جب ہول پا کر کہنے رہے کسی کا بھی دوسرے سے بات کرنے کو  
 نہیں چاہا۔ ہاتھ پاکی سے اس کہنے کے لیے شاید کچھ نہیں ہو گیا تھا۔  
 سردانی اور کچھ نے تھیں ہی پر پڑ گئے۔ زوردار میسے ساتھ  
 رہی پر آگیا تھا۔ اور گرمی گہری سانس بھرتا تھا۔ اباجان کا پر مشرہ  
 خانہ بے کس نہیں ہے کہ ہر کج میٹھ کڑے خواب کی توفی پہ چلے جائیں اور  
 اب وہیں سے دروازہ کھولیں۔ اب اس پر سون بیٹھا بھی مناسب ہو۔ غلام کی بھڑکی  
 کی وجہ سے کم کی وقت بھی وہاں جا سکتے ہیں۔ ہمدانی دوبارہ کہہ کچھ ایسی  
 محسوس نہیں کی جانے گی کہ بڑا خواب تو دور توں ہو گا۔ وہاں جانے سے  
 جھلنے کی نوعیت بڑی دمک ہو کر ملنے گی۔ ہر ایسی بھی بہت تیرا ہوگی  
 اور ایسا بہت فوٹ بھی۔ چلنے وقت نمی کی ڈوبی ہوئی آنکھیں بھی کچھ تو کھ  
 رہی تھیں۔ آئے دیکھ کر ہونے پر ایک دن کی تھیں گزرا کر غرور موم رہا ہے  
 بیچے زمانہ بڑی ہے کہ اس صحت بھی کچھ کی کوئی ملے گا یا نہ بھوہ  
 کہنے کا وہ صبح بھٹکے کا جوں اس سے کہ نہیں کہہ سکتا اور جو کچھ کہنا  
 پہلے تھا۔ یوں آدمی کی کادھ کی بات سنبھالے کہ کبھی کسی کے دوجیل  
 بھی بہت ہوتے ہیں۔ آدمی انہیں کہنے کا منتظر رہا ہے۔ وہ دھڑکے زمانہ  
 کی کہہ کہنے کی کوثر کر رہی ہوگی۔ جو لوگ ویسے ہی بیڑا اور چھوٹے سے  
 ناہنڈی زان کا احساس بھی تو پیروں جیسا ہو گا۔ شیشہ پیری خاموشی  
 سے آئے کی تھیں نہ بکھی ہو؟ اب سے شاید چند جیسار ہو۔ پناہ پ  
 کو بھٹانے۔ کہوں گا اور توفی میں جاتے ہی اس سے کہنے کی کوثریں کروں گا  
 اباجان جانتے کہ وقت دروغی کا ارادہ کرکے نکلتے ہیں اس بار چھٹی بیچ  
 سے بھی لے کر کوئی صورت بھی آئے۔ اس مرتبہ بھی کوثر کی گپ تو  
 ان سے کہوں گا کہ تم کو پانے ڈھک کا ٹھکانہ بھی نہیں کر سکتے ہیں ان سے کہہ  
 کہ وہ ٹھکانہ ہے گھین کوئی کر سکتا ہے۔ ایک کی زندگی دوسرے کوئی جابا  
 کہنی تو ہمیں سے کوئی اس میں بھی نہیں ملتا۔ موت کا فرض آدمی تو خدا کرنا  
 ہے۔ بیڑے کے غول کی بولادی ہادی کا صحت سے اور وہ جو کسی بزرگ نے

کہا ہے کہ کوئی مقررہ ایسا جہاں صحت نالی جو جہاں لوگ نہال ہو سکیں  
کوئی اندازہ متاثر نہ ہو تو یہ قیاس ہے۔ میں اس کے تصور کو ذرا بڑھا دیا  
طرف بھی غور کرو۔ ہم کہیں کہیں جائیں گے تاکہ ہم کہیں کہیں ایسا  
وقت گزارا ہے۔ ہم کو اب تمام سزا کاٹ رہے ہیں۔ سب کی سب کی تو  
نہال ہیں۔ ہم کہیں کہیں نہالیں۔

ہاں، نہ دوشی اور نہ کوی مسی اور نہ کسی کے غدا و لب ہاں کوی بھی  
 مہی، سب ادم اور اعریش تھے، کسے نے ان کی سرسبزگی میں کوی بھی  
 راہی، میں نے بھی انھیں بند کرنے کی کوشش کی تھی مجھے عہد ہوا تو نے گی،  
 کھل انھیں کسی بند آؤں کی کتاب دے رہی ہیں، جیسے ہیں میں بند تھا  
 وہ بند تھے کمال کہاں بھٹکتے تھے نہیں، وہ بات کا کڑا لہر ہاں گاہ میں نے  
 ٹھہری میں دیکھی میں تکیں پیدا اندازہ یہی تھا، ایک لمحے ہاں کون پر  
 دہم ہوا، میرے تجربہ ہوا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، دوسرے کے  
 بڑے بستر پر اچھ سے بٹھ گیا، کہنے کے باہر سے تیر تیر میں نے صاف  
 سنائی دی تھیں، میں نے زردی کرف دیکھا، وہی آٹھ گھنٹہ کا تھا اور  
 ایک تائی میں وہ بھی اٹھنے کو نہ تھے، گج، بری طرح میں کڑی ہستے  
 رہے، میں اور زور اور اسمہی سے آؤ گئے، وہ دروازے کی جانب  
 بڑھ گیا تھا کہ تے نہ اسے روک لیا، پیچھے کے دادا! اچھ تے مرگوتی  
 تھ کہ تے باہر کو ایک آؤں میں سے تے ابھی کہ میں چاؤں کی لذت کھنے  
 کی کوشش کر رہے تھے کہ ایک بھٹکے سے وہ دروازہ کھلا اور اٹھنے ہاں  
 ہوتے دو آؤں کا آنا تھا اندر داخل ہوئے، اس سے پہلے کہ میں سے کوئی  
 آگے بڑھ کے ان پر چھپتا، انھوں نے بند و قی ہستے آگے میں تھان دونوں  
 کے پیچھے میں اور آؤں تھے جو تھتے تھانے نہ تھے، انھوں نے اندر  
 آتے ہی میں ایک طرف کھڑے ہو جانے اور کوئی حرکت نہ کرنے کا کھلیا،  
 سات آؤں کے بعد کوئی اندر داخل نہیں ہوا، وہ دروازے پر کھڑے  
 رہے، باقی چاکی اندر سے میں نہیں تھتے، ان کی تھیں کہنے کے موافق چارہ  
 نہیں تھا کیوں کہ انھوں نے پہل کی مہلت میں نہیں دی تھی ہم سب  
 بائیں جانب کی خال دیوار کے ساتھ برابر کھڑے ہوئے، گرد و خنی  
 کے باوجود ان کی انھیں ایک دہی نہیں، وہ سر پر پاؤں میں پٹنے  
 ہوئے تھے، عرب انھیں کی تھیں اور پرشال کا کچھ تھنہ، کالمی کے  
 اعتبار سے وہ نہ درست و توانائی معلوم ہوئے تھے، قد میں ان کے مختار  
 ادمہ تھے، تیر تیر پہنچے ہی انھیں دیکھ کر ضروری سے میں سرامت  
 اس سے کچھ خاص نہیں تھا، کی جانب کئی گاہ میں میں نے ان کی بندگی  
 اور تھنے پر حرم سے میں فخر نہلتے ہوئے تھے اور ان کے گوروں سے  
 فخر تھا کہ ہماری کسی حرکت پر وہ کوئی جھلنے سے درجہ فخر نہیں گئے ہیں



جی ہرچہ تھے، وہ سات، صرف یک تھی ہر دانش بھی ہزار میں سے ایک۔  
چراغِ حجب، ہر کفر و حسد سے اُن کے گئے حکم کے منظر تھے، ہر اسے ایک  
طرف ہوتے ہی کسی تاریک بغیر ایک کونی اپنی اپنی جہتوں انکوں کے ساتھ  
تھمنا اُٹھانے ہمارے طرف چڑھا، دوسرا اندوہ تائے اسے اپنی جہتوں  
لے ہوئے تھا۔

و اشادوں کی تسلیل کے سوا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ اور وہ کہ نہیں معلوم  
 لیکن میری رگوں میں خون مل۔ باحقہ اُن کا حال بھی کچھ مختلف نہیں  
 ہوگا۔ سب کسی ایک نوع کے منتظر تھے جو اس صورت میں کسی طور پر  
 ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ چند قدم کا فاصلہ گزرنے کے بعد ہمیں ایک  
 کہرے کے کھلے دروازے پر اُن کا ایک اور اُنی کھڑا ہوا دکھائی دیا  
 یہ ایک رافتی تھا، ہم اچھی نگاہ میں کھڑے ہوئے۔ اُس کا ہاتھ کھڑا تھا کہ وہ ہمیں  
 کہاں لے جا رہے ہیں لیکن جلد ہی وہ بندھ چھٹ گئی۔ سامنے جس  
 دروازے پر اُن کا اُنی بند ہو چکا تھا، اُس کی طرف دوڑا  
 گئے۔ اُن میں سے کسی نے مجھے پیچھے اپنا ہاتھ ساتھ اندر جانے کی  
 احتیاط نہیں کی۔ اندر داخل ہوتے ہی کوئی ناظر مجھے سامنے نہیں  
 تھا۔ دروازے پر اُس کے پیچھے دو تھے۔ اُن کے پیچھے اُن کے اُنی کھڑے  
 ہوئے تھے۔ اور اُن کی جوبلی شیل پیرو اور ابا جان ایک طرف دیوار  
 کے ساتھ چپکے کھڑے تھے۔ ابا جان بڑی طرح پاپ رہے تھے اُن  
 کی آنکھیں بھیجی ہوئی تھیں اور آپرے کا رنگ نہ زور دیا تھا۔ ہمیں کسی  
 دوسری جگہ سے شاید اچھی جگہ اُن کی نظر پڑ گئی تھی۔ اُن کے اُنی کھڑے  
 نہیں تھے۔ وہ تو چونکواہوہ کی منزل پر تھے۔ اُس لیے ممکن تھا کہ اُن  
 ٹھک رسانی نہ تو پائی ہو یا ہمیں وہیں روک لیا ہو۔ اندر کمرے میں  
 موجود آدمیوں نے سب کمرہ داخل ہوئے اور ابا جان کے ساتھ کھڑے  
 ہونے کا حکم دیا، ہاں سے نہیں منڈوہ کے اشارے سے۔ جس وقت  
 ہم داخل ہوئے، پیسرو اُن سے کچھ کہہ رہا تھا ہمیں دیکھ کے وہ  
 چھین پٹ پٹانے لگا اور نہر خندہ بولنا۔ اچھی دوا پر اور کھانا پاپ  
 رہا گئے۔

رہے تھے۔ وہ یقیناً دُعا پڑھ رہے تھے نیز علیؑ کے پیچھے کمرے میں چند آدمی اور کھڑے تھے۔ دروازے کے دو آدمی کو چھوڑ کر ان کی تعداد آٹھ تھی، ہم فوسٹے میں ان کی جتنی تعداد کا اندازہ کیا، جیسا بعد میں لوگ ملازمین کے مشتعل کرفٹ گئے ہوں گے، کچھ تعداد دے دے کے دربانوں کو قابو کیا کہ یہاں کچھ حویلی سے باہر پھیل کے اگر دوسری ہو سکتے تھے اور کمارت کے اندر دوسرے ختوں میں جیٹیں لڑائی ہونا چاہیے تھا۔ اگر گاہے سے ان کی کشتی چوں کہ آواز میں ایک اندر آ رہی تھی۔ اتنی بڑی تعداد میں یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا تھا کہ کچھ ملے کر کے آئے ہیں اور انھیں ہمارے بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں ہے ہو سکتا ہے انھیں ہمارے آگے سے ضمنی ہونے کا بھی غور ہو۔

میرے قریب کے ساتھ کچھ غریبی تھا۔ وہ بہت سنجیدہ اور عقیدہ مند فوسٹے سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں داخل وادعی پر دے کے پاس جا کے کھڑ ہو گئے۔ میرے اور دنگو کے آگے کے پتے کی طرف بعد میں دھڑکی جی بھاری ہر اندر لائے تھے۔ ان میں سے ایک کی حالت نہایت خستہ تھی، اس کو سارا جسم ہارے کے مانند تھوڑا سا ہٹا اور مڑے فوسٹے کی دھڑ جاری تھی۔ ان میں سے ایک کی ہمارے ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔ میرے پاس ایک آدمی نے اس کے سر کا اشتباہ کیا، اشارہ دیا تھا کہ اب سماعت میں کوئی ذی فہم موجود نہیں ہے۔ اسے دانے آدمی کو کہتے تھے کہ سر میں کھڑے ایک بھائی بھیر، مہارت دے ڈالنے سے فوج تک کے راہیں کر دیا۔ اس کے جالستے ہی وہ اپنی جگہ سے دو قدم آگے آیا اور اوپر اٹھ گامیں ڈالنے ہوئے بولا تھا۔ تمہاری جان مال سے باخاں میں ہیں ان میں سے ایک کو آواز میں گریب کے ساتھ درخش بھی تھی۔ تمہارا اس کے اقد میں ان کا اندازہ رکھنے پر اٹھ رہی ہوئی تھی۔



ہاں اپنی امان کا قصہ کرنے کا ہے۔ یہ سترتے ہم کو ملے تو چلے جائیں گے دربارِ احرار کی امان بھی زندہ نہیں رہے گا۔ اپنی بات نہ یاد ہوئی تو نہیں ہے سمجھو نہیں کیا بات تو کب بارود بارہول میں اُن کی آوازِ خفہ غلغلا تڑوٹوں کوں ہو۔

”اچھی خبر! محمد آر پی کے متعلق ہمیں سہرا اور تھرا  
خدا کی سہرا ہے۔ ان کے لئے کچھ بھی کو دھوکا ہوا ہے۔ پھر جو تو نہیں  
ہو گیا ہے۔ شمس جب دھوکا دے گا، ایک سے کچھ بھی کچھ بھی  
مذاہف کے چاروں طرف سے، جس سے خوب راجا کوں، ان کی اپنی  
وہی لگاتار کوہنہ ہے۔ دھوکا دہی میں ساتھ لئے ہے۔ ان میں  
کوہنہ سے کوہنہ کوہنہ کے سب سے:

”پر سودا کا کہے کا کریا باو!“  
 ”گناہ ہے، پھر تمھارا نام ہی آگیا ہے۔“  
 ”آگیا ہے تو اس کو کون روک سکتا ہے؟“

”ابھی تم کو پورا نہیں سمجھاتے یہ وہ بھائی کی آوازیں گویا۔“  
 ”پورا سمجھان رہے ہیں مانی بابا اور سے نیچے تک دیکھ  
 رہے ہیں کو تم کون سے وقت نے جو مزید پردہ ڈال کے دھڑم  
 کئے آؤں گے کہ آئے ہو۔ مگر کے ہاتھ میں بھجور ہے کھانک جس  
 کو دہلنے سے آؤں گا وقت ختم نہاں ہے۔ ایسا ہے نا!“  
 ”تم اپنے آپ کے ساتھ سحر کر رہے ہو۔“

”یسی عاٹ کے ہر جھڑ سے بے یوں گے تو ہم اور تمنا ہو  
جاؤ گے۔“ بچوں نے دسبے لے لی ہیں کہا: مرستہ ہو چکا ہے اُسے تھے  
سردار! اوڑھ اپنے پتے تو عمر بھی ہیں!  
”ہم کبھی غلط جگہ نہ نہیں رکھتے۔“ دو دخت ست بولا اور  
ہر دم جیسے لوگوں کو خوب دیکھیں۔ اس کی آواز ہر کونے کی گلی ملتے  
سے کہنے لگا تو ایسے نہیں مل سکے تو ہم کو دوسرے اور بھی آتے

ہیں۔ ابھی ٹھیک ہے کہ سید طرح مال نکال رہے ہیں۔ اپنے پاس زیادہ رقم نہیں ہے۔  
 ”تم قوت خود کھو رہے ہو۔ اپنی بات دھیان سے نہیں  
 سنی کیا! ادھر ہر ایرس اس سے آدھی اور سید قوتیاں کھینچا  
 ایک سات ہیں۔ آئی پھیل ساری کسر کھ جائے گی۔ پھر اتنے ہنہوں  
 کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم مسافر لوگ ہے پاس کیا ادھر ہے  
 لوٹ کے بھی آئیں تو ہاں۔ پھر ایک مین اور کرنا۔ شاید پھر ملے  
 زونیاں۔ پھر کے لیے ہی رکھی گئی تھی۔ ایک شہرے رک کے وہ

252

سب سے جیسی آوازیں بولا: ابھی کچھ چائے پانی پینا ہو تو بولا:  
 "مال کون ہے؟" اس نے مجھے کچھ سنائی نہیں تھا، وہ بولا: ہوا  
 بولا: "ہم دوسری بات سننے کو نہیں آئے۔"  
 "مال کے بارے میں نہ پوچھا۔ دوسری سنی نہیں پسند

ہے تو دیکھ جائے کہ بے گولی چلاؤ یا پھر ادھم سے پہلے جاؤ۔ گولی بولی گئی تھی۔

”گولی ٹھیک ٹھیک نہیں ہے تم نے! بارہ سترہاں بجھی پوری گولی کھینچی گئی ہے۔ پر ہم کو خیر ہے کہ یہ تمہارا آخری جواب ہے۔“

”پھر تمہارے سر کی تم کھائیں کیا!“

میں نے ڈر تھا کہ سر، انا مانا، ماننے لگیں سے کہی و دریاں رہا۔

نہ بول پڑے لیکن شاید وہ مجھے سمجھ گئے تھے کہ اس طرح کی باتوں سے  
فحش کی کیا مراد ہے اس کے ساموئی کو چارہ نہیں تھا۔ بند قون اور  
غیبوں سے نوازا ہوا زمین کی گاہوں کے حصا جس تھے جیسے اس کے ساتھ چمک  
کی مسعدی کی خطبہ ہے۔ یقیناً وہ گولی جلائے اور ہم سب کو ختم کرتے  
کے شوق میں ہیں اس نے تھے کہیں کہیں کبھی اس کے کان کو اس نے بھی اپنے گوش  
گھر گھر کرنا تھا۔ خون سب کا ایک حصا نہیں ہوتا۔

پہلی بار بھل سے خواجہ بھٹک کے کسی قدر متوجہ ہو کر آیا۔ اپنے ساتھیوں پر ایک نظر ڈالتا تو وہ دم اور اس کے چھوٹا یا نام لگا کا ہمارا درمیان ڈھل کر نہیں تھا۔ اس کے اپنے بچے کھڑے ہوئے اور میں کو لگے اس کے کہ یہ بات ہو گیا۔ وہ حکم کرنے کے لیے تیار تھے۔ اپنی تیزی سے اس کے قریب آئے جیسے ڈراما بھی ہو رہی تو قیامت آجائے گی۔ ان کے سر ٹھٹھنے دوسرا حکم دینے کی نئی بات

گئی۔ اس کی کچھ باری باری ہم صوبہ پر حملہ لاقی میں اورا جی کے پاس آئے جہاں تک نہیں۔ اس نے ان کی آغوش کے اٹھائی کھائی کو اپنے پاس آئے کا اشارہ کیا۔ اباجان کو بہرہ مفید ہو گیا تھا۔ میں نے عماد مٹھن کی جانب دیکھا مگر وہ بے حس حرکت کھڑا رہا۔ اباجان نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ سر ہٹنے کے اپنے دو ساتھیوں کو ہدایت کی کہ وہ: میں اس کے پاس کھینچ لائیں۔ دو آدمی اوپر اوپر سے بندوبست تھے ہوئے ان کے

جانب دوسرے پر سے جس کے جسم میں خون جم گیا۔ وہ بھگتا ہوا  
دستی معلوم ہوتا تھا۔ میرے جی میں آتا تھا کہ کبھی بھٹ کے اس کا  
گردن قطع کر لیں یہاں اپنا جسم کھڑے کھڑا دبا دھبے ہوئے سختی  
سے میرا ہاتھ خام رکھا تھا۔ میری ہتھیلی کے ٹک اپنی جانب سے یہ لٹ  
ہی رہا ہے۔ جہاں سے کمال سے آج کل میں استقامت آتی تھی  
کوئی بعد نہ تھا کہ وہ آج کل کے گردن پر ہاتھ ڈال دیتے گردن خود

بڑے اور کسی جسم کی طرف اس شخص کے سامنے جاکے کہتے ہوئے اپنے  
 وہ انھیں سر پر اٹھوڑا رہا پھر بھی جونی آواز میں بولتا تھا جونی بڑے  
 میاں ! ہم کو تم کچھ داراؤں گئے ہو۔ ہم کو بولو کچھ کال کیا؟  
 میں اب کہہ رہا ہوں کہ آپ لوگوں کو کوئی بہت جری غلطی  
 ہوئی ہے۔ تم میرے جونی با عوام کی آواز میں لڑ رہے نہیں تھی۔  
 تو تم بھی ایسا ہی بولتے ہو۔ وہ شخص خیر کیسے بولتا نہ رحم کو  
 ملا چاہیے۔ مال ادھر کی ہے۔ تمہارا وقت دیکھو بھی زیادہ دوڑیں  
 سے، شک ہے کہ تمہاری جانی کا کوئی خطرہ ہے۔

”ظہورِ آپ کو کسی نے ہلکا پایے سے پہچانے کے کوئی زلی اداوار  
میں کہا۔ زندگی سے بڑی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہ سودا ہمارے لیے نہ  
ہمکے نہیں ہے لیکن ہمارے پاس کوئی چیز ہو تو جواب دینے فیصلہ میں  
نہیں۔ آپ کو زمانے، راجوت کا خوف، توہان لوگوں کو ہاں ہے جو  
زندگی کو نامور دائم سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی یہ بھی ہے تو ان کی سکت ہے۔  
”تم کہہ رہے ہو کہ ایک نوجوان کی جتنی بات ایک دم آپسے

سے باہر ہو گیا اور اس نے اہل خانہ کا گریہ سنا کر بڑا  
میری آنکھوں میں آنسو اتر آیا تھا۔ میں نے اس پر رحمت  
الہی پائی مگر میں ہر دے اپنے دونوں ہاتھ میری کمر بند  
کے نیچے رکھ دیا۔ ابھی کھڑا صبر کر رہا تھا کہ اپنا جسم پھوٹا دھیر جا  
اپن بھی دیکھ رہے تھے اس نے سرگوشی میں مجھے اسے بتایا کہ  
میری آنکھوں کے سامنے اس شخص نے اہل خانہ کا گریہ سنا

کے انھیں مجھ کو نشانہ بن کر دیا، ان کا کہنا پھٹ گیا تھا، اندھ بننے کے میں ٹوٹ گئے تھے۔ کئے تھے ”مجموعہ کتب میں کتب کو موت کی بونی ہے اور تمہارے لیے کسی بھی ہے۔ تمہاری عمارت کے مالہ تھاں رکتے ہیں۔ ابھی تمہارے بچے اتروا کے ہنرناں برساتیں گے تو تم کا گئے پیچھے کا سب یاد آجائے گا، ہم ابھی بولے تھے تاکہ تم کو دس رساں اور اتارے تیں۔ تم کہتا ہے کہ مجھ کو کوئی کلمہ میری موت دیں گے

تھمارے ساتھ :-  
 یہ دیکھ کے کہنے لگا اگر مارا تو درجہ دے اُسے روک لیا۔  
 وہ اُسے زور زور سے گویاں کئے لگا۔ ابا جان سے مرث کے اُس  
 شخص کی توجہ یکایک کائنات کی طرف مبذول ہو گئی۔ اُس پر وحشت  
 طاری ہو گئی تھی۔ جھٹکتے ہوئے لیے میں ابا جان سے بچنے لگا۔  
 کرے کئے کئے لاؤ اور تھمارا کیا بتا ہے۔ ابا جان نے جواب نہیں دیا  
 اُس نے فیض میں اُس کے آگے جھکے سے اُن کا سینہ لگا کر دیا۔ ابا جان  
 کا کرتا دامن کبھی پھٹ گیا۔ ٹین ٹوٹ جانے سے بدی ہو گئی تھی۔

”لوٹے آؤں پر ہاتھ اٹھا ہے سالارِ غنا، آؤں کا تھا کاٹنے کے جو مزے اُپ رہا ہتھوڑا کے جارِ ہند، سارے لوگوں نے اختیار اپنی بندوں اور غنیمتوں کا رخ اُس کی طرف کر دیا، کانتے کے بجائے کوئی اور شخص متاثر و متاثرین پر قوت پسنے کا تھا، کانتے کے اپنا سبز خود چاک کر دیا۔ اور چلا جاتا کے شہر سے لوٹا ہے چلا آؤں کا ہتھوڑا وہ بڑی طرح گایاں بھی بکتا جاتا تھا۔ مہموز ہوا ہتھوڑا اپنے اسان کھو دیا ہے، جبر و اور مارا ملل اسے روکنے کی کوشش کر رہے تھے، شامو نے اُس کی تکرر کو بھی مٹی کتنے تیرنوں کے قبے سے تھکے کے پسے زور کر رہا تھا۔ نہ فوٹنے ابا جان کے گریبان سے ہاتھ ہٹایا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ کہنے کو بڑے اُس کے پاس لے آؤں۔ فہستے ہی دیکھے سجائے پار آؤں کا کانتے کی طرف دیک بڑے۔ انھیں اپنی جاب بڑھا دیکھے، رہی، جبر و اور شامو کو کھلائے تھے، اُن کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ کانتے کا پنے بازوؤں میں جکڑے کہیں آیا آزاد رہی تھیں، چرآن کی گرت و چلیں چڑی گئی کو کر دوسری صورت میں کانتے کو نہ پانہ دیک بکتے کا اندیشہ تھا۔ اُن کے ہاتھوں سے چھوٹ کر کانتے کی اور طرف جانے کے بجائے اپنی جگر سبز تانے کھڑا جیسے اُسے ملو اور دیوں کا انتظار آؤں، اب وہیں رہ چاروں اُن تک پہنچے تھے، کانتے کو یوں بفر عرق طہر پر پانہ دیکھے وہ کھڑے کھڑے گئے۔ اور اُن کے چھپنے کی شدت میں بھی کمی آئی، تاہم انھوں نے دونوں جانب سے کانتے کے شانے اس طرح پکڑے جیسے وہ بہت خشکی سے اُن کے قبضے میں آیا ہو یا اثرِ شرفِ ذرا سی کمزور ہی زور کی طرف بھاگ کھڑا ہوگا، کانتے نے فرش پر تھوکر کے سر کو بڑا کر دیل دی سال کی گاؤں جانے اُس کے دماغ میں کیا سما یا تھا، ہمب اپنی آنکھوں پر سن کھلے تھے، کسی اور کے دلی دینے کو کو ماس زہد، کانتے کو کوئی احساس نہیں تھا کہ وہ کوئی بھی چلائے ہیں۔ اُن کے پاس ہتھیاروں کی کمی ہے، نہ آدمیوں کی، جھل اور پسنے اپنے غنیمتوں پر مہم لگا تھی، نہ بالی خود پر اور نہ بھی کیا ہا کتا تھا، بل کوئی کے جواب میں دی جاتی ہے۔ وہ اس ایک بات چائے تھے کہ کسی طرح ہم بہرہوں کی موجودی کا اثر کر لیں۔ اگر مہم بل دوسری ہوئی؟ داخلی ہمارے پاس سپہ نہ جوتے تو بھی ہم نہیں کھو اسی طرح توفیق نہ دے اور وہ اگر اُن اس روش پر قائم ہے؟ کانتے کو چاروں آدمی پکڑنے کے سرور کے پاس لے گئے اور قریب پہنچے اسے انھوں نے اُس کی گردن، کمر اور اس علم انھوں کے شے میں کی لے



کانتے کے لیے جنہیں کرنا بھی آسان نہیں رہا۔ سرخ آبا جان کا لہر  
 سے منور ہو کے کانتے کے سامنے ہو گیا۔ اس وقت آبا جان کی ہر کوئی  
 اور ہونا تو شاید ایک موقع تھا۔ آبا جان تو کھڑے کھڑے تھے۔  
 بچے ہوئے کہتے ہیں کہ کھلے دیکھا نہیں جاتا تھا۔  
 سرخو کی آنکھوں سے پتنگیاں ہی مل رہی تھیں۔ اس  
 نے کانتے کی گردن پر تیار کھڑا دیا دیکھنے کی جانب سے اس کی  
 شہوڑی پر پوری طاقت سے ٹکا مارا۔ کانتے کا سر نہیں جھکا سکا۔  
 اس نے بھی ایک ہی کی دیر نہیں کی۔ جواب میں اپنے جسم کو جھکوا  
 کے جھک گیا۔ پھر فوراً سرخو سے دور بچھلا۔ چاروں آدمی اس کی  
 جھومک میں گتے گتے رہے۔ کانتے نے جھل سے سرخو کے پیٹ میں  
 لات ماری۔ وہ پیٹ پھرنے ہوئے ڈر ہو گیا۔ اس کے پیٹ پر لگائے  
 تھے۔ وہ پتھ کے لہر فری پر گرتا گر نہیں کیا۔ پیچھے کے ایک ٹانے  
 اسی وقت کانتے کے اور گرد کھڑے ہوئے لوگوں کو نہ لگائے کے  
 اندر ہی تھپہ کی کوئی مخالفت کا خیال نہیں۔ وہ ہندو کی کٹاڑ  
 لیے تیار کھڑا تھا۔ کانتے کی طرح اس کا خون بھی کھو نہ یا وہ ی گرم  
 موم ہوتا تھا۔ دو گوی چلا سکتا تھا۔ ایک اس کے کورائے کی تھے  
 تین دن وقت پر سرخو نے ملتی سے اداوار اٹھا کے اسے روک دیا۔  
 "ابھی نہیں۔ جو پڑے ہو سب سے پہلے جانا چاہتا ہے۔ پر ہم کو  
 سب سے آخر میں بھیجے گئے۔ ابھی ہم اس کے لہر پران ٹھیک کر رہے  
 گئے۔ ہم کو سب سے پھانسا ہوا لگائے۔ وہ ہوت کانتے ہوئے دلا  
 اور کانتے کے پاس اس کے اس نے وہاں اس کی کٹی پڑنے کی جھور  
 ضرب لگائی۔ اس میں ہر کانتے کو اچھل کے اس کے پیٹ پر لات مارنے  
 کا موقع نہیں مل سکا۔ اسے پھرنے والے چاروں آدمی پیچھے سے  
 زیادہ مستعد تھے۔ دو اس کے شانے پر پڑے ہوئے تھے ایک نے  
 اس کی گردن اور ایک نے کمر قابو کر رکھی تھی۔

کانتے کو توں سے ہی دیکھ کے اس کی وحشت کم نہیں ہوئی کہ  
 کچھ اور فرور ہو گئی۔ اس نے اپنا تنہا بیڑا اس جا پر پے پے  
 کانتے کے منار سے پڑھ لگائیں۔ کانتے اسے در استعمال دارا  
 تھا۔ اسے جانے کئی گایاں اذہر تھیں۔ موم ہوتا تھا کہ دونوں اپنے  
 بوش دو اس کو چپے ہیں۔ مس خروں سے کانتے کے بوش چپٹ  
 گئے تھے۔ کانتے کے لیے یہ تو جی بے شک کوئی نصیحت نہیں رہی تھی۔  
 پچھلے سے وہ ان کا عادی تھا۔ اتنا تو باطن سے بھی اسے مارا تھا  
 تین کانتے کو توں میں کچھ بھی نہ خیال رہا۔ باقی ہے۔ ایک دو کلا  
 نہیں چپے کے سامنے پورا جھٹکا تھا۔ ان اس ضرور ہوا کہ اب اس

آدمی کی تو آبا جان کی طرف سے ایک سر ہٹ گئی تھی۔ آبا جان اس  
 ٹک اس کے پاس کی کھڑے تھے اور اس نے نہیں اپنی جگہ پھیر  
 ہانے کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ ٹک ہن ہے۔ کانتے نے سب کچھ دیکھ کے  
 اسے چرخ ہوا۔ پھر وہ لہر لہا اب بھی اس کی خوشی ہے۔ آبا جان  
 بات پر اس کی گردن میں اس کی حق باہر ہے۔ کانتے نے اس کی  
 بے وجہ و شور مچا۔ شور نہیں کر دیا تھا۔ وہ سب کی طرف فرار  
 تھا۔ آبا جان خروں سے محفوظ رہتا۔ اس کی گردن بچے ہوئے تھا۔  
 لہے اپنا دو اپنی خروں میں ہست جو ٹک رہا تھا۔ کانتے نے پیچھے  
 لہے کوئی گالی دی ہو کر اس کھڑے سے اس کی گردن سے لڑا۔ وہ بھی  
 باک کانتے کی طرف فرار مچا۔ خود کر دلا۔ اس طرح سرخو کی توڑ  
 اس کی طرف سے ہٹ کے کچھ پر بند لہو جھانکے۔ لہے یہاں ہی  
 کرنا چاہیے تھا۔ اس میں ارادہ باہر تھا۔ وہ زوردار خروں سے سب  
 کچھ دیکھتا رہا۔ مجھے ایک دم بھی نہ بڑھا یا نہ بڑھا۔ آبا جان  
 سرخو ضرب کے بعد کانتے سے بیروں کے باہر سے ہی چھٹ  
 خدا کانتے پر بار گایاں اسے جواب دیتا تھا۔ کمرے میں کئی  
 بدو دو دول پیٹنے بیٹے ہوئے تھے۔ اور کانتے کے پیٹ میں تو توں  
 ہی شال تھا۔ یہاں تک کہ سرخو کھڑا کھانے دینے لگا۔ کانتے اگر  
 بپ ہو جاتا تو وہ بھی ٹک جاتا۔ کانتے کو خند ہی ہو گئی تھی۔ وہ اس  
 سے کہہ رہا تھا۔ گھیر لے اور ادا اپنے ان کھو لوں اور پڑی ماروں کو  
 بنا کے دیکھو۔ پھر کچھ کہتا ہیں اس کو کہ پتے جانا ہے۔

آبا جان سے غصہ نہیں ہوا۔ اس نے کانتے سے آبا کی  
 کردہ انتہا زبان قابو کر رکھی۔ دوسرے اہل نے عاجز آئے ہیں  
 سرخو کو مخاطب کیا۔ "جناب امیری بات کہنے، خدا کے لیے یہ  
 نادر ختم کیجئے۔ اس سے کچھ حاصل نہیں۔ آپ لہجے کیجئے کہ اسے  
 پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ہوتا تو اپنی اذیت اور ذلت کوں بدانت  
 کنادیں آپ سے منت کرتا ہوں کہ ہماری بات مان لیں۔ جو کچھ  
 میں ہم اسے پاس ہے، سب آپ نے چاہیے۔ میں کسی چیز سے  
 سروکار نہیں۔ جماد سے پاس کچھ نقدی ہے اور اور آتی کہیں  
 ہے۔ ہم وہ آپ کے توالے کرتے ہیں۔

اس کا ہاتھ پک پک دگ گیا۔ آبا جان کی مداخلت سے اسے  
 سامنے لینے کی کچھ حسرت مل گئی تھی اور کانتے کے سامنے نہ ہونے  
 سے پچھتے کا کچھ حوازی فرام ہو گیا تھا۔ اب تک اس پر حقیقت  
 اچھا طرح واضح ہو چکی ہوئی کہ کانتے کی زبان اس کی گردنوں سے کہنے  
 والی نہیں ہے اور اس طرح اسے اپنے ہاتھوں کے سامنے پڑتی

کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ وہ آبا جان کی طرف پلٹ پڑا اور اول ظاہر  
 کیا کہ آبا جان کو فراموش کر کے اس سے کوئی چوک ہو گئی ہو۔ ہاں  
 ہٹے۔ "ہاں کئی تدر لہجہ ہوئی مانوس سے کانتے کو مانوس کی  
 گالی دیتے ہوئے بولا۔ "تم تو اس کے پیکر اس میں کچھ کو قبول ہی گئے  
 تھے۔ اس کو ہم بدی دیکھیں گے تو ابھی کی کوئی بات ہے؟"

اس کا لہجہ ناگہی برداشت ہوتا تھا۔ آبا جان نے  
 قتل سے کام لیا اور انہی لہجے میں وہی خبر ماری۔  
 "تو پھر ہم اس سے پہلے چاہیں؟" وہ پچھلے میں بولا۔  
 "آپ کا فیصلہ دووں کے حق میں بہتر ہوگا۔ آبا جان نے  
 فری سے کہا۔ "جماد سے آپ کے درمیان کوئی پرانی عدالت یا عداوت  
 نہیں ہے۔ جماد سے آپ کا کبھی کچھ نہیں گاڑا۔"

آبا جان کی داد فریاد کا برا اثر ہو گیا۔ اس نے ان کی دائرہ پڑ  
 ل اور رحمت سے کہنے لگا۔ تو تم ایسے ہی زبان کا تار بے گنا۔  
 آبا جان نے اس سے کہا کہ کچھ وہ اس کا مطابہ کماں سے  
 پورا کر رہی ہیں۔ اس نے انہیں ایک بے پودہ گالی دی اور ان کی  
 دائرہ پڑنے کے کہہ کر کچھ دینے لگا۔ "مگر کوئی نقدی پر مشالانے  
 گا؟ وہ بھی ہے کہ چاہیں گے پھرتوں کے ساتھ۔ سمجھا۔  
 میں بڑو کو پیچھے کی جانب دھکا دے کے اس کی وحشی کی  
 طرف جھپٹا۔ لیکن بڑو کو پیچھے سے اندازہ تھا۔ اس کے بازو سے  
 چھوٹ کے اور ایک قدم اس کے آگے آیا۔ سر دسے اپنی ٹانگ اڑا کے  
 لہے گرداں پھر مٹتی دیر میں۔ اس فری سے اٹھا۔ دوسرا اپر دسے  
 لہے پیچھے سے بڑو یا پیر دسے کچھ بھانے لگا۔ اس کی باتیں مجھے  
 ذہر لگ رہی تھیں۔ میرے سارے جسم میں گئی کوئی بھی سب  
 کچھ میرے سامنے ہو رہا تھا۔ اس کی کھڑ دیکھ رہا تھا۔ صاف اسے  
 کہہ رہی تھی۔ "میری زندگی کو خطہ لاتی تھا۔ اس آزادی سے موت کی  
 بہتر تھی۔ میں نے ایک مرتبہ پیر اور زوردار کے تالے سے کھنکے کی  
 کوئی گالی نہ مانا۔ مگر سرخو نے مجھے اپنی طرف پھینک دیا تھا۔ اس  
 کی ہر کوئی باتیں نہیں بھول رہا۔ میں وہ پکانتے میں ہی ہوا۔ اسے  
 دو اتنے دو اس سے کہنے کو بھی آئے دو۔ اب ہم  
 پچھلے بھی کو دیکھیں کیا کہنے دانت بچکے ہیں تو نہ؟"

میں اسے خود کوئی جواب دیتا تھا۔ آبا جان کی طرف دیکھ کے  
 میری زبان ٹھہر کر رہ گئی۔ انہوں نے اشاروں اشاروں میں مجھے  
 صبر و سکون کی تلقین کرنی چاہی۔ اور کھڑے کانتے سے پھر فرار مچا۔ انہوں نے  
 دیا تھا۔ سارا کمرہ اس کی کئی پکار سے گویا۔ ہاتھ سرخو مجھ پر

زیادہ تو خور دسے سکا کانتے کے شور سے وہ چھپرہ دم سا ہو  
 گیا۔ کانتے کی گایاں اس کے کانوں میں خروش کے تھپتھپانے ہو گئی۔ وہ  
 آبا جان انداز میں کانتے کو فراموش کرنے کے لیے اس کی جانب ہوا گیا۔ لیکن  
 اس کے متعلق دیکھ کر کچھ نہ ہوا۔ چنڈے سے سوچا۔ پھر اس کا پتہ چلا  
 ساتھ میں کو کھڑا کہ کانتے کو سراسر کے کمرے میں سلا ہیں اور  
 جب تک اس کی زبان نہ سکے، اسے مارنے نہیں۔ بولنا وہ ہم  
 سے فٹ کے خود اسے دیکھ گیا۔

"حرام زادے! ادھر تیری میاں می سے کیا لگتے تیری  
 منی بیٹے ہوئے بولا۔ "تو نے کور تیرے جھان خروں سے پڑ گئے۔  
 کانتے ان کے بازوؤں سے کھنکے کے لیے پورا دوسرے کرا تھا۔ وہ  
 پچھلے میں کھڑا تھا۔ جیسے کسی پاکی پر تھا۔ بولنے میں تو خور اپنی آبی  
 سے۔ ان چاروں نے اپنی بندوبست کن حوٹوں سے لکھا ان میں اور  
 نیچے بیڑوں میں رکھے تھے۔ اپنے دونوں کھٹے ہاتھوں سے وہ  
 پوری طرح اسے دوپٹے ہوئے تھے اور کانتے کی پچھلے اڑوں کی  
 جھومک میں ادھر سے ادھر ہوتا تھے۔ کین وہ کانتے سے پہلے  
 رہے۔ کانتے خروں میں اس سے ایک رہا۔ آخر کی جانب  
 ہوئے۔ اور اسے کھینچنے۔ کھینچتے ہوئے کمر سے لے گئے۔ ان  
 چاروں کے جانے سے سرخو سمیت چار آدمی کمرے میں رہ گئے۔ دو  
 دوسرے پر موجود تھے۔ ان میں سے ایک انداز میں۔ دوسرے  
 پر رہ جلنے والے دوسرے آدمی کا رخ بھی ہماری جانب تھا۔ کہ  
 میں سکوت ہو گیا۔ کانتے کے جانے ہی سرخو پڑا آبا جان کا لہر  
 آیا اور جھڑکتے بیٹے میں ان سے بولا۔ ہاں ہاں۔ "اس نے آبا جان  
 کے سر کے بال پیر لے اور خروں سے ہوئے پچھ۔" کچھ کھنکے لگائے  
 یا ابھی اور ٹھیک کر رہی؟"

آبا جان کے بونوں پر غصہ سک کہہ گئے۔ ان کی بات  
 دیکھ کے کب کب بال کچھ بڑو کا کہیں کچھ وہ رہا ہے۔ آبا جان توڑ  
 کر رہے۔ یہی بہتر تھا۔ اس ذلت کے سامنے سب سے کوئی نصیحت  
 نہیں رکھتے۔ آبا جان کے پاس بیروں کی کئی نہیں ہے۔ چنڈ فرنگی  
 جانے سے ان کے خزانے پر کئی فرق پڑے گا۔ کچھ لہجے کزبت کے  
 زیر زبانی مہر کا ایک اور سون نہ کھو دیا اس کا گردن ہاں سے اٹا  
 کچھ پر بند نہ ہو تو وہ کئی کریتے۔ کوئی دولت اڑا سے بڑی نہیں ہوئی  
 اور آدمی موت کے ہر کچھ نہیں ہے۔ آبا جان کی انہیں خود داشت  
 سے بھی ہوئی تھیں۔ ان کے خروں اور بونوں پر لہر سا لانا تھا  
 وہ یقیناً کوئی فیصلہ کر رہے تھے۔ کچھ میری جانب آگے آگے



سے مل تھا۔ وہ مجھ ان ہی بنا پاتے جنہاں۔

مگر جصل اور پیر و کیرل پر سب کچھ دیکھ رہے تھے انہیں تو ان چیزوں سے کبھی اہمیت نہیں رہی۔ وقت سے داپری پر ضعیف آباد ہیں آبا جان نے اشارہ انہیں پیش کش کی مگر وہ ہند کر پڑے تبت سے اسے جو سنے ڈورہ فقیر مگر ہیں۔ جصل چاہتا تو ان سے بھی کچھ سے سکتا تھا۔ آبا جان کچھ نہ بولتے تھیں مگر جصل ہی نے نہیں ان سب نے آبا جان کی میٹل کی جسی میں دل ہی جسی جصل کو یہ ہو گیا تھا۔ اب اسے کون سی نوع حق کی صورت کی امید۔ اس انتظار میں تو کون بھی نابل تلافی نقصان ہو سکتا تھا اسے کہنے کا بھی اس میں نہیں تھا کہ اب کس دل میں ہونے کا جتنی دیر ہو رہی ہے، کہنے کے لیے اتنا ہی بڑا ہو رہا ہے۔ میرے دست دباؤ ایسے جارہے تھے۔ ہرگز نے آبا جان کو بدل بنا رکھا تھا۔ آبا جان کا فعل خاص طور پر اس کے ذہن میں کرایا گیا تھا۔ کچھ کچھ اس نے ہمیں سے ان کی کو تنگ کیا تھا۔ یہ وہ ان گمان میں تو کہ ہم زیادہ دیر تک ایک بار سے آوی پر ہم بداشت نہیں کر رہے ہیں۔ جی ہوا، میری جیب نہ رہے۔ سرفر نے آبا جان کے سے بنے ہر سے کہ کرب لگان تو میری جینے گئے اسے ظالموں کچھ تو خدا کا خوف کرو، اتنے بزرگ آدمی پر ہاتھ اٹھاتے ہو۔ خدا کے لیے رقم کرو۔ خدا انہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ میری کی خیرانی آواز پر وہ شخص اور ہم ہو گیا اور اس نے پھر انداز میں انہیں متنبہ کیا کہ ان زبان کو کلام دینے اور اسے گے کھڑے رہیں درزہ آبا جان کی جگہ انہیں بلانے لگا۔ اس نے ان سے اور بھی ہمت کچھ کہ جو میری نے بے کبھی نہیں لٹا ہو گا۔ انہوں نے اپنا منہ چھپایا تھا اور ہوتوں کے اندر پھکیوں سے روکنے لگے تھے۔ پیر و اور جصل تک دیکھا کیے۔ کچھ کچھ میں تھیں۔ آبا تھا کہ اب انہیں اور کون سا نظارہ مقصود ہے۔ میرے سینے میں یک ایک آگ سی بھڑکنے لگی تھی اور اندام باکل ڈاٹ ہوا تھا۔ انہوں نے تو مجھے کچھ بھی دکھائی۔ سالی نہیں درختاں پیر و اور زور لگے ابھی تک جکڑے ہوئے تھے، ہر چند ان کا گرت میں پہلے جیسی کتنی نہیں تھی۔ سرفر آبا جان کے پیٹ میں سے دار تھا۔ آبا جان کو شدید تکلیف لموس ہو رہی ہو گی۔ وہ اپنا پیٹ پکڑے دوسرے ہوئے جارہے تھے۔ میں نے شلہ بار نظروں سے نہیں کی تھاب دیکھا، وہ لہری سانی بھر کے رہ گیا، اس کے ٹوٹے ہوئے پہرے پر بے شمار گریں اٹھ رہی ہوئی تھیں، اور اس وقت مجھے اس میں جھوٹا دل کی حالت میں مجھ سے مختلف نہیں۔ وہ بھی اسے کیا اور کتنا سکتا ہے۔ ہر دلی کو خودی کے اعتراف کا مطلب تو یہ ہے کہ آبا جان

نگاہیں محض تھیں، کبھی جصل کی جانب اور کبھی وہ سرفر کی طرف دیکھتے تھے۔ اس نے ان کے سر کو متدد جھٹکے دیے۔ گو آبا جان نے ان تک نہیں کی مگر میں ان کے ہر سے سے اندرونی غصہ اب صاف جانی جانی کھا رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں کتنی بار ارادہ کیا کہ آبا جان اگر اقبال کرتے ہوئے جھک رہے ہیں تو میں خود سرفر سے کہہ دوں کہ میرے پاس ہیں۔ اسی حویلی میں موجود ہیں۔ مگر میں نے خود کو یہ جھک نہ دیا۔ مجھے تو یہ بھی کہ چند لمحوں میں آبا جان خود اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ جصل اور پیر و میں سے کوئی بول اٹھے گا۔ وہ میںوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ معلوم نہیں ان کے ذہن میں کیا تھا۔ ابھی تک وہ یہ اس لگنے ہوئے تھے کہ جلد یا بدیر سرفر واپس ہو سکے واپس چلا جائے گا، یہ محض اس کی گیدڑ بھینکیاں ہیں، اسے ہر دلی کے سوا کسی اور بات سے سروکار نہیں۔ رات ختم ہونے میں بھی اب اتنا وقت نہیں رہ گیا ہے۔ اگر یہی بات پیر و جصل یا آبا جان کے ذہن میں تھی تو ان کی خوش فہمی تھی۔ اتنا دیر میں انہیں اس کے حقیق کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کتنا آقا اور بگلی ہے۔ گتے کیس بھی بندھا نہیں ہے۔ اسے قوبات کرنا بھی نہیں آتا۔ اس سے اب کچھ بھی بعید نہ تھا۔ جلد سے کرفٹ اس کے من میں کیا سما جائے۔

بہر حال میں نے طے کر لیا تھا کہ وہ کیوں مزید خاموش رہے تو اس نے بتا دوں گا۔ چاہے بعد میں پیر و اور جصل مجھ سے کہنے کی تاراض ہو جائیں مگر برکت مجھے خوش آگیا۔ میری زبان بکھٹے بستہ نہ گئی۔ یکایک مجھے خیال آیا کہ میں اسے کیا بتا سکوں گا۔ صرف یہی کہ میرے حویلی میں یہ سرفر کے اس سوال کا جواب میرے پاس کیا ہے کہ وہ حویلی کے کون سے گوشے میں چھپائے گئے ہیں۔ یہ تو آبا جان بھی نہیں جانتے۔ رات کو آبا جان سے تسلی کے صرف پیر و اور جصل پر گئے تھے۔ یہ وہی جانتے ہیں کہ انہوں نے تفصیل کہاں محفوظ کی ہے۔ ان کے سوا کوئی کچھ نہیں جانتا کہ میرے میں واپس آئے انہوں نے کسی کچھ نہیں بتایا تھا۔ دیکھنے میں سے یہ پوچھنا ضروری تھا تھا۔ یہ ان کے کہ وہ میرے ذہن کی طرف گئے تھے اور انہوں نے جصل کی طرف گئے تھے۔ جھنڈا بھڑائی میں کسی ایسی جگہ چھپائی ہو گی جہاں کسی کو تک نہ ہو سکے مگر میرا گمان ہی تھا۔ میں ان کے جیسے دیکھ نہیں گیا تھا۔ پورے یقین سے کہ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا۔ جو کہتے تھے انہیں ثبات ہی میں کوئی بات نہ ہو سکتی تھی۔ ہر مومیرے اس اختلاف سے کون کی شکل دوز ہو سکتی تھی۔ باقی تو سب ان کی پر خیر تھا۔ شاید آبا جان کی خاموشی بھی ان کی دہمکتی کر جصل اور پیر و کے تاہم کے بغیر یہ اس طرف



کی ہوئی کہ طرف تھیں ہوں کو ان کے شک کی سہل جائے۔  
 سہ دست وہ بیرون کی تھیں سے کوٹ جائیں گے لیکن بعد کیا  
 ضمانت ہے کہ انہیں سمجھنے والوں کو کر آجائے گا وہ ای پر آگیا  
 نہیں گئے اور اس کے بعد شکر کے دروازوں پر کھڑے ہوئے گھران  
 ہماری جانب سے انھیں بند کر دیں گے۔ بیرون کے حصول کے بعد ان  
 کا غرض اور بڑھ سکتا ہے اور وہ ہم سے یہ طریق صرف کی رکاوٹیں  
 کھڑی کر سکتے ہیں۔ نہ معلوم تھیں ہیں اور کو ان سے ایسے دیر سے ہیں  
 جو بیرون کی پر کھڑے رکھنے والوں کو اضطراب میں مبتلا کر دیں۔ ہمارا  
 اقبال، اقبال فرم کے مزارقہ میں تو ہو سکتا ہے۔ کیا یہ ہو سکا جانا  
 کہ ان کو ان کی سیاست میں انداز ہو تو دی پیسے ہی مختصر سے ان کو ان  
 کی طرف سے یہ اقبال کیا گیا ہے۔ لیکن ملانے والے تو دور تک  
 سے ملانے والے۔ سب سے پہلے تو انہیں بازار کے آگے سے  
 ہماری دکان کی طرف ہو گا تو ہو سکتا ہے۔ پیسے سے ہو۔ ہمارا سارا  
 تجربہ جانتے ہیں۔ ہمارے بارے میں ہر طرح سے غرض ہوتے ہیں  
 وہ ہیں ہمارے ہوں جلنے والے ہیں۔ یہ اس وقت تو اپنی طرف  
 مزہ تو جہ دلائے کے صدق ہو گا۔ اسی زمین پر مزاحمت زیادہ  
 کامیاب ہوئی ہے ہمارا آدمی کی جڑیں ہوں۔ یہاں ہر سوراہوں  
 فوٹوں کی میں داری سے وہ آگے آگے ہیں۔ صرف شک  
 پر انہیں ادم اٹھا نہیں ہے، ایک برس سے یہ ان کی سبب ہوئی  
 یہ عالم ہے تو ہمارا تھیں سے دست یاب ہونے والے برس  
 دیکھ کے تو ان کی نیندیں حرام ہو جائیں گی۔ شاید کام ہونے کے بعد تو  
 ان کی سرکشی کو اور توانائی کی۔ ان میں اتنی استطاعت اور ایسی  
 دست سے کہ ہم تمام ہمارا جائیں ان کے آدمی ہمارا سامنا کرنے  
 بھرتے رہیں۔ لیکن کی خاموشی کا سبب ہی اندیشہ ہوں گے۔ ہمیں  
 ایک ہی وقت نہیں مانا، ان کے واسطے وقت کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔  
 آنے والے دنوں کے تحفظ کے لیے ہمیں آگے بڑھنا ہوگا۔ انکار کی  
 کرتے رہنا تھا۔ یوں ایک پانی کا مہر آواز تو آتی ہے لیکن بھی  
 کیا جا سکتا تھا۔

پرس سے سر ہر جیسے بہت سی گزرتی تھیں، اس کے  
 سو اور کی صورت سے کہ ہم سرخ کو یقین دلائے کے لیے یہ منظر  
 دیکھتے دیکھتے۔ چاہے اہل جان کا لباس اتنا ہو جائے اور سرخ کی  
 طرہوں سے وہ چہرہ ہوں۔ اہل جان بھی اچھی طرح سے دیکھ  
 سمجھ رہے تھے۔ اسی لیے اس قدر استقامت سے یہ وقت انہیں  
 رہتے تھے۔ اب یہی تھا کہ کہنے کے ماند ہم میں سے کوئی نہ تھا کہ

سرخ کی تو آواز جان کی طرف سے دوبارہ بنا دے اور تھوڑی دیر  
 کے لیے انہیں سکون مل جائے۔ اہل جان اپنے تو جیسے تھے اسی کے  
 سوال کا جواب دیتے رہے۔ وہی سوال وہی جواب دیتے رہے۔ لیکن ہم اہل جان  
 سے قانع نہیں تھیں۔ ان کے سکوت اور ان کے سلام سے انہیں خود  
 کہ سرخ کی بات کہنے لگا اور اس کی ہر ایک حرکت سمجھنا بہت مشکل ہو  
 گئی۔ ہم جیسے کہ ہمیں کوئی بات یاد آجائے یا اپنے منصب کا خیال  
 آجائے۔ چند لمحوں کے تذبذب و تردد کے بعد وہ جو کہ پڑا اور اس کے  
 فیصلہ کی لیے میں آیا جان سے وہی محراری۔ اہل جان کی خاموشی پر  
 وہ اور کہنے لگا سالہا لوگ ہو گئے۔ تب سے۔

"ہم آپ سے ہر طرف کہیں۔ اہل جان نے بے چارگی سے  
 کہا۔ یہاں ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ ہم آپ کو اور ہر طرح  
 اطمینان دلاؤں۔"

"وہ تو اب ہم خود کر دیں گے۔ ادھر کا کوئی کچھ نہیں ہے  
 پھر تو نے پوچھیں گے۔ اور دیکھو۔ ہم دیتے ہیں۔ سالہا سال  
 علی ایہ تو ہمیں سے ایک کچھ بھی نہیں چھوڑیں گے۔"

"ادھر کچھ نہیں ہے۔ بہت دیر بعد انھیں نے زبان کھولی۔  
 اسی کی زبان ایک دیر ہی گئی۔ اہل جان کا یقین کر۔ اسی ہی کوئی میں  
 کہہ رہا تھا کہ تو گئے۔ ہم تم کو ہاں کہتے ہیں۔ تو جی سے کچھ نہیں ہے  
 گا۔ یہ کہ اپنا وقت کھنکھارو گے۔ ادھر کچھ تو ہم کوئی دیر ہی  
 نہ دے گئے۔"

"ادھر کچھ نہیں ہے؟" سرخ طنز پر لیے میں بولا۔

"نہیں ہے سردار۔ انھیں نے دل کی زبان سے کہا۔ لیکن باہر میں۔"

"مال ادھر ہی ہے۔ وہ پیر کے ہوں؟" پھیلے اگر تم ہماری

بات سالہا سیدھے بھلا مانا بیٹے تو ہم تمہاری جان یا مال کا تحفظ

پر اب تم کو سیدھا ہمت میں بھیجے کے جائیں گے۔ ہم یاں دیواراں،

زیناں ایک دم سب کھود کے ڈال دیں گے۔

"ہم نے بول دیا ہے۔ آگے تمہاری طرف ہی۔ انھیں نے بھیجے

ہوئے کہا۔ اور اگر ادھر سے کچھ نہ نکلو تو تم کو مار دوں گے؟"

وہ منٹ بنا سا گیا۔ جواب میں اسی نے انھیں کو گالی دی۔ انھیں  
 نے اسے پھر تلاش سے باز رکھا اور یقین دلایا کہ اگر اس تک وہ  
 سے کوئی فائدہ نہیں لیکن وہ نہ مانا۔ انھیں کے ہمارے اسے شکوک ہو  
 مانا چاہیے تھا۔ ادھر پر وہ بھی چڑھتے غفلت میں اسی کی بار  
 کرانے کی کوشش کی۔ باوجود وہ ان کے ہونے کے جس کو ہوا سے رہے  
 تھے یا انھیں اور پیر و بیرون کی انہیں کی نیر و نور کا رکھ آئے تھے مگر

ان سے اس چوک کا امکان نہیں تھا۔ یہ وہی وہی انداز ہی سے  
 معیہ کا کام کیا۔ سرخ نے اسے جھڑک دیا۔ یہاں رہا کہ رہ گیا۔  
 "نہیں ہے سردار۔" انھیں نے کسرت تو دے دی تھی  
 کی تا ایں ہی سے تو جاکے دیر سے سارے کو نہ پالے ہیں طرح  
 قبول کر چکے تھے اور دھڑک جگہ کی ہے۔ دیر چڑھی۔ دیوار خان،  
 چو لہا نہ آیا۔ جسکے الماری، مسمر کی کسی۔ انھیں نے متعدد چیزوں  
 کے نام لیے اور بولنا ہمارا ہی کرے، جاکے دیکھو۔  
 "اصل جگہ کا نام بھی بولو۔"

"اصل جگہ؟" انھیں نے ترش سے کہا۔ ان کوئی میں بھی جگہ؟"

"دی جان تم نے سالہا سال دبا کر رکھا ہے۔"

"تمہارے میں میں شک جگہ ہے، اپنے کو پرت نہیں۔ وہ

ابھی تم کہتے نکلیں۔ بعد میں میں اسے کہتا رہتا رہتا تھوڑی اپنی

بات ڈالنے سے تم کو ہمت نہ ہو سکتی تھی۔ صاف صاف بول دیا ہے،

گھٹا ہے تم نے کچھ بھی دھیان نہیں دیا۔ ہم کو تو اب انہر آ رہا ہے کہ

تمہارے پاس بند کی میں ہے۔ تمپا میں، آدمی کی میں کتا ہی نہیں ہے

اسنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ایک بند کی میں کو کام کر لیتی ہے اور

تمپا کو سالہا پور اب دوست رکھنا دیتے ہی آدمی ادھر سے ادھر

ہو جاتا ہے۔ اپنے اپنے ہی تم کو تو ہاں کہتے رہے سالہا جان

سے بڑے نہیں ہوتے۔ ہم کو معلوم ہے۔ تمہارا ایک اشارہ اپنی جان

کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ تم کہتے ہو۔ اپنے کو کچھ بھی پانی نہیں دے رہا

ایسے میں تو انھیں اندر سے میں دیکھ لیتا ہوں۔ اس کے بعد بھی تم

کھاؤ میں چاہتے ہو تو خوش سے ہوں۔

انھیں نے ایک ایک لفظ انھیں بولنے کے دیا تھا۔ سرخ نے

خود سے نہ بھی تھا۔ لیکن کتا کی کے ذکر پر وہ ہر فرخندہ ہوا اور تم سے

لڑا۔ تو جی ہم خود میں گئے۔  
 "کیا کرے گا سردار ایک دم بے کار ہوئے گا۔ پیر سے تیزی  
 سے کہا۔ ان بات ابھی مانو۔"

پہنچ گئے تھے۔ اسی کی آواز پر تک گئے۔ اسی نے انھیں جلانے  
 جہاں کام کرتے اور اسی کے لیے دو دو تین تین لوگوں کے  
 گردہ بند کی کیا۔ اسی کی بدلتی جارہی تھی کہ پیر سے  
 سمجھتے ہوئے اسے تو کہہ دے تو پانی میں مچھ جائے سردار؟  
 ان کو خوراک آسانی ہو جائے گا کام میں آسانی نہیں ہوں گی۔

سرخ نے سمجھوئی تھوڑی سی سے اسے دیکھا۔ دروازے سے

نکلتے ہوئے آدمی پیر کی آواز میں سے کھڑے تھے۔ سرخ نے پختہ

ہوئے انہیں سرخ کی۔ ان کے جانے کے بعد کمرے میں اس حیرت

چار آدمی رہ گئے۔ چند لمحوں تک وہ بہت مضطرب لگا رہا اور

کمرے میں چاروں طرف نظر ڈالتے ہوئے اس نے ایک دروازے

کو تلاش کے لیے بار بار جانے کو کہا۔ اسے اس کا تھا کہ ان کے

پر ہے۔ پختہ زیادہ آدمی باہر ہوں گے۔ اسی کی جان کو ہوش کر لیں

گئے۔ اسے شان کے ایک کمرے میں اس کی تعداد تین رہ گئی تھی۔

آخری کم ہو جائے پیر وہ کچھ زیادہ ہی چوڑا اور تیار ہو گیا تھا۔ اس

کے باقی دو دوں ساتھیوں کی میں بھی یہی کیفیت تھی۔ ایک دو اسے

کی طرف جانے کے دوسرا اس کے باکل مغناطہ دونوں ہوجا جانے کے

کھڑے ہو گئے تھے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں بندہ نہیں رہتا

کے ہاتھ میں تمپا تھا۔ اس نے اہل جان کو ٹٹلنے سے بڑے کھٹ

یا۔ اس وقت اس کی حالت ایسی اضطراب کی تھی کہ ایک دیر ہی

بہت بولی چلا دے گا۔ اسی کی نگاہیں مسلسل ہر پیر کی طرف

تھیں اور پیر دشانے دکھائے تھے کھڑے تھے۔ پختہ زیادہ اسے

اپنی طرف سے اطمینان دلانا چاہتے تھے۔ پیر کی میں اس وقت

پھڑک رہی تھیں۔

دیر تک فی کوئی حارہ رہی۔ سرخ نے اس دوران اہل  
 جان سے بھی کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ ان کے انھیں ہمارے  
 درمیان دایں بھیا۔ انہیں اپنے قریب رکھنے میں اس کا اہمیت  
 سمجھ میں آتی تھی۔



"وہ تو اپنا۔ ابھی تم جوئے تو ایک پر بھی کھڑا ہو جاتے  
 تم ابھی میری ایک بادشاہ کے، ایک سے تو کم دے گا کہ مرے  
 گہ پرانے کو مطلب ہے جب تک تمھارا لوگ ایدر لوٹ سے آتے  
 ہوتے۔ پانڈو فرما رہے تھے۔ تم سے پانڈو کی دانت سے، ٹھیک سے  
 مولا بھی نہیں ہے۔ ابھی ایدر دن ایدر گھر کا صورت دیکھا تھا تو  
 تم آگے؟  
 "خوشی دے اور میر کرو۔ سرغز نے درشتی سے کہا "تم تم کو  
 پورے آرام سے سدا کے جائیں گے؟  
 "جو تم جو ہے، ابھی سب ٹھیک ہے۔ پیر دیکھتے ہوئے  
 جیسے بولا "پر ابھی باکو تو ایدر بھی دو اس کے بڑھاپے پر ہنسا  
 "ہم نے... ہم نے بہت خیال کیا ہے اس کا سرغز نے  
 قریب کھڑے ہوئے اب جان کی طرف تہ اور غلوں سے دیکھتے  
 ہوئے گمراہی میں آئے۔ "اب جان سے سرخو کا۔ سرغز  
 کنا چاہت ہوگا کہ اب جان سے اس کا کوئی خیال نہیں کیا میں اس  
 کے بھانے جانے کمال سے اس کے سینے میں چھپا ہوا غبار  
 کر آیا اور اس نے اپنی جگہ سے اچک کے قہقہے ایک ہاتھ میں  
 سنبھالے ان کے گال پر ہنچ مارا۔ اب جان کا جسم لرز گیا۔  
 "نیل نیل سردار! آئیں ایسا نہیں بولا "پیر دے لیا بہت  
 سے کہا "تمھارا وہی جب تک لوٹ کے نہیں آئے۔ تم کو یہاں نہیں  
 کرنا چاہیے؟  
 سرغز اور پھر گیا۔ پیر دے جیسے آتے شہر سے دی ہو۔  
 اس نے اب جان کو ایک سانس میں ہی چھاپنے مارے۔  
 "ابھی بہت ہو گیا۔ پیر دے کی آواز دے گئی تھی۔ تمھارا  
 باپ برابر ہے تیرے دیکھو۔ دیکھو! ابھی ایک دم کے ہوئے تھا  
 اور خود اس سے ابھر رہا تھا۔ اندی سے بولا "ابھی اس کو چھوڑ  
 دو سردار؟  
 "پانڈو! سرغز نے سر ہلاتے ہوئے زہر سے لیسے میں  
 کہا: "اس کو چھوڑ دو۔ تم بھی کو کیوں چھوڑ دوں گے؟ تم  
 ہم کو اس طرف نکال دے گا۔  
 "پانڈو ابھی تم سے نفی کیا ہے؟  
 "ہم سرخو میں تم سے کی مغز مارے تھے، انزل سے  
 بات کی تھی۔ پر تم نے جو کیا تھا سالا! "تو وہ بھی آواز میں بولا  
 اور کہنے لگا: "ہم ایک دہر پھر لوئے ہیں، ابھی تم ہے، ہم کو اس کی  
 جگہ بول دو۔ ہم یہاں سے چلے جائیں گے؟ اس دوران میں اب جان

پراس کا دست درازی جاری رہی۔  
 "ابھی بابا کو چھوڑ دو سردار! "پیر دے کی آواز چھٹی ہوئی تھی۔  
 "اب ایک لفظ بھی آگے بولا تو تم جتنی چاہو گے۔ اس  
 سے دہرے ہوئے پیر دے کو کم دے کر وہ پانڈو کے سر سے دھڑکتے  
 کھڑا رہے۔ ساتھ ہی اس کی غلوں میں تیزی آگئی۔  
 اب جان سے اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو جا رہا تھا۔ ان  
 کی ناک سے خون بہنے لگا تھا۔ بیست ہاتھ پر کپ رہے تھے۔ اب  
 جان کی گھٹنے فرش پر گر گئے تھے۔ پیر دے اس کو نہیں  
 رہا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ ایدر دو کوئی جسم ان کے  
 پہنچا سکے ان کے قبضے سے آزاد ہوا، پیر دے پانی انداز میں پھینکے لگا  
 "خیر، غلط جاز۔ اب جان سے پانڈو سے سر جھٹکتے ہوئے کہا: "پانڈو  
 تم کو بولنے سے ابھی چھوڑ دے۔ تم کے پاس ہے؟  
 سرغز اچھل چلا۔ اب جان پراس کا تھا ہوا ہاتھ درمیان  
 ساکت رہ گیا۔  
 "نیل نیل! تمھیں بھی چھوڑ دیں، اس نے حرکت تیرے  
 سے کرنا چھوڑا دلو! "تم کو میں کیوں؟" وہ نہ صبر ہے میں بولا  
 "کیا بولتے ہو تم؟"  
 "پانڈو! تمھارا کردار جو میں نے اپنا نہ دے دیر ہی رہا نہیں  
 دیکھ سکتا۔ پانڈو! تمھارا کردار؟  
 "نیل نیل! دادا! ہمیں! "نیل نے منہ سے وار دیں کہ "تم کی  
 بول سکتے ہو؟  
 "ابھی کچھ نہ کہیں۔ پھر اپنے بابا سے بڑا نہیں ہے تیرے  
 آنکھیں پڑاتے ہوئے بولا: "پانڈو! ابھی سب بول دے گا؟  
 "دادا! "نیل نے نفی سے کہا۔  
 سرغز جیت رہے غلوں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس  
 سے پہلے کا رن فوراً بھل کر طرف ایک دھڑکنے والی  
 دھڑکنے۔ بالکل فی غلوں۔ اب ہم ذرا ابھی دیر نہیں کریں گے۔ وہ  
 بوکھلائے ہوئے لیسے میں پیر دے سے مخاطب ہوا: "پانڈو! کیا بولے تم؟  
 کیا بولے؟ ہم سب کو چھوڑ دیں گے، سب کو۔ ہم کو پھر سے سما  
 رکھ نہیں چاہیے۔ نقدی بھی چھوڑ دیں گے۔ جلدی سے ہم کو بولو  
 اس کی آواز سن سنا رہی تھی۔  
 "پہلے بابا کو ایدر بھیج دو!"  
 "اس کو بھی بھیج دیں گے، پر پہلے تم بولو!"  
 "پہلے تم بابا کو اپنے پاس بھیج دو تیرے بھائی کو اس کا۔

"ہم! اس کا اجازتیں ڈالنے کے سالا۔"  
 "پانڈو! ابھی اس کو ایک زبان نہیں کھوٹے کہ جب تک...  
 "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔" سرغز نے غصہ سے انداز میں  
 کہا اور کوئی غصہ نہ کیا۔ پانڈو جان کو بے رحمی سے ہماری طرف  
 دیکھ دیا۔ اب جلدی ہو، ہم جہیز نہیں مننے کے کھانا ہاں ہے؟  
 "مال تو فی میں ہے۔ تیرے لئے ہی سانس بھر کے کہا۔  
 "وہ تو تم کو کہہ رہے، پیر دے کی کس؟"  
 پیر دے جواب دینے کے بجائے سراسر غلوں سے غصہ  
 لے جانے دیکھا اور پتہ رہا۔  
 "تم اس کی طرف کی دیکھتے ہو۔ سرغز نے استدلال کیا۔  
 "نیل نیل! آنکھیں پیر دے کی غلوں میں۔ پیر دے اس سے  
 دیکھا، کبھی سرخو کو مال ایدر ہے؟ اس نے پیر دے سے کہا۔  
 سرغز دوا نہ ہو گیا۔ ایدر کال؟ سالا! تو ہمارے  
 ساتھ مذاق کرتا ہے؟  
 "نیل نیل! پیر دے کی آواز حق میں نہیں رہی تھی۔  
 "چھوڑو! تمھاری بولی میں بند ہو گیا؟"  
 پیر دے کی طرف دیکھ کے اور لکھنے لگا۔  
 "دادا! "نیل نے برہمی سے کہا "تمھارا سر آگیا ہے؟  
 "نیل نے بولنے پر سرغز اپنے ریت سے ہوش دواس بھی  
 کھنسنے لگا۔ وہ دیر وار اس کی طرف چھپا کر مٹا اس کے قریب  
 ہانکے اس کے کچھ خیال کیا اور اس نے دیکھی آواز میں نیل سے  
 لگاؤ دے ہم لوگوں کے درمیان سے ہٹ کے آگے آجائے۔ نیل  
 مارک کھڑا رہا، سرغز نے کئی اس کے سامنے کر دیا اور کہنے لگا کہ  
 "پانڈو! جہیز اور انفراد کرے گا، جس کو کوئی کرنا نہیں ہے  
 کل شخص مٹ کر طرف جاتا ہو، جس سے تم کو بول سے اس کی جانب  
 نہ لگے لگے کہ پیر دے جاتا تھا۔ سرغز نے قدموں اور پیچھے کو  
 لیا، دو دوں آؤں اپنی بندوؤں کا رن بار بار دہرتے تھے۔ جس ہم  
 پیر دے کی دھڑکی پر پانڈو کی جانب کی دواؤں آگے کھڑا ہو گیا۔  
 اس کا ناصر دھڑکے زیادہ نہیں تھا۔ قریب ہی اس کی دانت  
 تھا اور اس کی طرف دوسرے پانڈو برابر پانڈو کی بولی تھی  
 اس کے آگے دو دوں آؤں تھے۔ نیل نے اس کے سامنے پانڈو نے  
 چھپائی کی صواب اور کہہ کر کیا۔ سرغز کو جس کی رینگہ بند نہیں آئی  
 اس نے لگے اور آگے آئے کہ وہ دیا۔ نیل نے تیس میں جون چرا  
 لکھ کر ہمارے آگے اس کے سامنے جاکے کھڑا ہو گیا۔ اب اس کی



مکرات کے لیے ان دونوں کی کجالی یا تکلیف کسی کی طرف نہ لائے  
 تو محض کو اوجھڑے میں آتے درمیان میں بڑے بڑے ہونے پہلے پھر  
 لگائی تھیں جیسے کمال ان کا کیا تھا تاہم پھر یہ نہ دیکھ سکتے تھے یا  
 تھیں یہ بے اختیار کرنے کے فیصلے میں انھیں ایک عثمانی تاجدارم تھا  
 اور بعض کے کہنے کی قوت سے سرخوہ ہائے لگا ان کی گرفتاری  
 طرف بھی منتقل ہوئی انھیں نے چھ پر بندوبست اٹھائی تھی عثمان  
 جانب سے شام اور حمود کے بڑھنے کی ہمت بھی ان کے کاندھوں میں  
 پہنچی ہوئی تھی کسی طرح عثمانیوں میں نہیں جانا یا بیہودہ دونوں  
 پھر ان کی طرف ایک پرستہ پھر وہ اُسے قرض سے بھرتے تھے کہ یہ  
 جیسے ہی سکتے کو ماری دورا حمود اور شام سے نہیں مہلت تھیں  
 دی تھیں میرے دوست نکلتے ہی وہ پیچھے سے اور اعلان سے انکی  
 تیری کے ساتھ آتے کہ ان دونوں کو جیسے کچھ کرنا مل سکیں  
 سنے اس میں نہ تھی قرض سے ایک یا شامو تیری سے بھرتے  
 آیا اور سامنے آئے ایک آفریقائی بندوبست کی نالی پر دستہ سبھا  
 اور ہو گیا یہ شامو کی تھی عثمانیوں نے زیادہ بھڑک دھائی، بندوبست  
 مئی کے میں نزدیک دھماکا ہوا اور گولی بھرت میں بھی ہو سکے گی۔  
 اس کی آواز غمناک میں دوسری سکول پر بھی گئی ہوئی۔  
 بھلے نے فوراً سرخوہ کے محسوس ہونے پر، شامیوں نے اسے  
 جیسے کہ انداز میں ایک طرف کر دیا۔ غرض کہ شام و روانہ کی  
 جانب بھاگ کر خود ہی پر وہ موجود تھا، دیکھتے تھے کہ کمرے کی  
 دوسری جانب دروازہ کی۔ میں اس پر چھاپا چلا دیتا کہ بھلے نے تیری  
 سے میرے پاس آئے پیچھے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا، میرے جی میں  
 آئی بھی کوئی چلا کے ہی تھی اس کے تھامے دروں میں میرے سامنے  
 نورانے سرخوہ کو بڑھایا تھا، نورانے اس کی پہلوں پر سپرہ  
 پہ شہر میں لگ گئیں۔ میں نے بھی بھلے کو سوتے دیا۔  
 دونوں آدمیوں کو ایک کوٹے میں بٹھو کر دیا، ان کی بندوبست  
 ماری اور شامو کے پاس تھیں۔ شامو نے اپنی بندوبست کے واسطے  
 کردی، حمود ماری، گھوڑا شامو ان میں سے تھیں تھے بے بے  
 قرار ہو رہے تھے۔ یہ دونوں انھیں روکا۔ کئی دھمکیوں ان کے ہاتھ  
 سامنے کر کے کی طرف ٹوٹ سکتے تھے اور ان کی تعداد کم نہیں تھی میں  
 نے بھلے سے باہر جانے اور کانتے کو دیکھنے کے لیے کہا لیکن وہ نہ  
 بلا سکے وہ گئی، میں صریح طور سامنے بیٹھے کی بھی فرست نہیں لی تھی  
 گویا راہ دی ہی میں دہرائے تو نے قدموں کی آوازیں آئیں میری  
 کے اشارے پر کسی ناہی سے تیرہ ماری اور شامو دونوں کے اس طرف

اڑیں ہو گئے، دوسری طرف حمود اور نورانہ گھڑت ہو گئے اس ملو  
 میں یہی ہو سکتا تھا کہ دروازے کے سامنے سے کمرے میں سب  
 زبرد اور دھڑک دھڑک دھڑک سے چبک جائیں، گورنر کی تیرہ  
 کرائے والے اس تیری اور وحشت سے اندر داخل ہوں تو ہمارے  
 خواہش تھی گولی پھینکے کی آواز ان تک پہنچی تھی تو انھیں  
 چھوٹ چھوٹ کر ہی اندر قدم رکھنا چاہیے تھا، چاروں سے  
 آئے والوں کی تعداد زیادہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ نورانے اشارہ  
 کیا کہ یوں ہم دروازے سے بھلے کے راہ داری میں ایک ایک  
 کے سامنے پہنچ جائیں، اس طرف وہ جیسے متزلزل ہو رہے تھے۔  
 یہ شک، یہ بھی ایک صورت تھی میں ہماری قوت کے خلاف  
 اگر وہ حوصلہ برقرار رکھتے تو پانچا میں بے دریغ گولیاں چرنی  
 پڑیں، بات کے سامنے میں دور دور تک آؤں گا، ہاتھ اور  
 قوت کے خلاف کمر میں ان کے تلاش لینے والے ساتھ  
 تک بھی ضرور پہنچیں، ذرا سا وقت لی جاتا تو اور کئی تیرہ  
 بھی نکلیں۔ باہر راہ داری میں ستونوں کے علاوہ بھی بات  
 مئی اس میں نہیں تھیں جن کی آڑ میں ہم ان کا انتظار کر سکتے تھے ان  
 کے کچھ آگے نکل جانے پر ہم عقب سے براہ کوشش تو انھیں گولی  
 کر دینے کی تیاری میں ہوتے، وقت ملا تو ہم میں سے کوئی ایک  
 ان کا تیرہ سے کمرے کے دروازے پر بٹھوایا تاکہ وہ انھیں ان  
 سے اندر آتے رہیں۔ ان کی وضع قطع تمیز کرنا ایسا مشکل نہیں  
 تھا، آنکھوں اور پشانی کے ہوا ان سب کے تھے دیکھتے ہوئے  
 تھے۔ وہ اتنی آسانی سے شہر میں کھینچ سکتے تھے کہ اب ان  
 کے سوا کوئی چارہ میں تھا کہ ہم اندر کمرے میں ان کا انتظار کریں  
 گویا آواز سے کئے کے باوجود ان کے ایک ساتھ آئے کہ ان کا  
 نہیں تھا کہ وہ قوت میں مختلف دوروں پر تھے۔ یہ ہمیں ان  
 بھی کم نہیں تھا کہ وہ قوتوں میں آئیں گئے۔ ہم نے خیال رکھا تھا  
 کو باہر سے دیکھنے پر کمرے میں انھیں سامنے کچھ نظر آئے۔ ان  
 صورت میں وہ کمرے کے اطراف کا جائزہ لینے کے لیے اندر  
 بھاگ گئے۔ ان کے انھوں میں آگئی ہوئی بندوبست یا پتھر  
 کی، لیکن ان کے بھاگنے سے ہونے سروں کے ساتھ پائینے اندر  
 نکلتی تھیں۔  
 ماری نے اپنی بندوبست کو کی طرف انھیں دی تھی تاکہ  
 اس کے دونوں ہاتھ آزاد رہیں اور بندوبست کسی انھیں کا سبب  
 نہ بن سکے۔ وہ اندر دورا دروازے کے دونوں اطراف سے

آگے تھے۔ ان کے برابر شامو اور حمود، آبا جان، منیر علی اور  
 یون ملازم، دروازے کے ساتھ والی دیوار کے دائیں جا  
 کوٹے میں کمرے تھے۔ بائیں جانب کے دوسرے کوٹے کے  
 قی قیوں آدمیوں کو گونگہ بندوبست کی زبردستی سے ہونے تھا کہ اس کے  
 قریب بھلے دیوار سے کچھ بٹ کے تھا کہ کھڑا تھا اور اس  
 کے مقابل دوسری طرف پر بندوبست کے کھڑا تھا۔ یہ دونوں کے  
 نزدیک تھا۔ اتنی دیر میں یہی کچھ ہو سکتا ہے۔  
 دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دھمکی بھی انھیں باہر سے آفر آ رہی ہو  
 لیکن ایسی فحش نہیں ہوتی چاہے بھی۔ ہر شاہ انھیں مشتہ کر  
 سکتا تھا، یہی ہوا۔ دروازے کے قریب ان کی کچھ چاہیں یک  
 لوت ٹھہر گئیں۔ ہم سامنے روکے کھڑے تھے۔ ہمارے ذرا سی  
 چوک سے سب کچھ خواب کی طرح کچھ سنا تھا کہ ان آدمیوں کے  
 حوالے ان کے سامنے آؤں گا، باہر تھے اور سب کے سب مسلح بہاول  
 طائفہ پر ماری زور پڑا تو بھرتے تھے۔ ان کی آنداس طرح شروع  
 ہو کر پہلے ان کی بندوبست کی بائیں اندر آئیں، ماری اور نورانے  
 وقت کیا ہو سکتا ہے، اس کو فک کے لیے پیر دینے انھیں کوئی  
 اشارہ کیا ہو۔ بندوبست کے ساتھ آئے والوں کے سروں کا اندازہ نا  
 بھی لازم تھا۔ ماری اور نورانہ کے تھامے سے تھیں اور اندر ہو  
 رہیں۔ انھیں آخر خاص یہ حال بھی تھا کہ ان کا نوں کاڑھ میں  
 ملنے کی جانب رہے جہاں کوئی نہیں تھا یا اپنے قرض یا اور بھرت  
 کی جانب۔  
 وہ دروازے پر تھے۔ یہ سوچی کر ماری اور شامو کے کہ ان  
 شامے ایک اندر آیا، اگر ان کی تعداد میں ہونے اور ایک باہر گیا  
 لڑا وہ چارہ بھی ہو سکتے تھے۔ دروازے سے ایک وقت وہ  
 لڑی اندر آئے تھے۔ شاید بھلے کے ذہن میں بھی یہی نہ تھا پھر  
 تھا وہ دوڑے ماری کے پاس دروازے کے قریب چبک گیا،  
 الی سے زیادہ ہونے کے لیے اسے وقت کی کشا تھا۔ بڑا مارا  
 چلتے کہاں کہاں بھٹک رہا تھا۔ میں بھول گیا کہ بات بھلے اور  
 پیر تو کیا، ابھی کے ذہن میں ہو گئی کہ آئے والوں کی تعداد وہ سے  
 زیادہ ہو سکتی ہے۔ ان کی تعداد کم نہیں ہو کر کمرے میں رہتے ہوئے  
 کمرے میں اور طریق بھی کو تھا تھا۔ بھلے میں وقت پر اس نے میں  
 کھڑا کر اس کے ذہن میں ان کی کچھ کائی اندازہ اپنا چبک دیا  
 کھڑا اور اس طرف وہ دروازے کے قریب رہے کہ باہر وہ جانے  
 کھڑا کہ فوراً قلاب کر سکتا تھا۔ وہ اپنی چاروں کی گونگے سے انھیں

دروازے کے لیے گناہات تھا اور چونکہ وہ ان کی نظروں سے  
 اوجھل اندر ہی اندر ماری کے پاس آیا تھا اس لیے دروازے پر  
 اسے والوں کا دروازے کے قریب قریب و دروازے پر  
 دوسرے ہی سے ان کے سرانے اور قدم بھی، ماری اور نورانے  
 تاک میں تھے۔ اول آنی پھر تے ان پر جیسے کدو لپٹے تھے  
 ہوئے قدم دہل نہ جاسے۔ ماری اور نورانے بہت لگائی اور  
 پوری طاقت سے ان کے سر پر لپٹے کہ انھیں گھسیٹے ہوئے  
 دھڑچلے گئے ان کی بندوبست ان کے جسموں کے دھمکیوں میں  
 غامض ہو کر ناگہان چھلک اٹھی، ماری اور نورانے کے ایک  
 ٹانھے کے دھتے حمود اور شامو بڑھ گئے تھے، باہر بڑا  
 آؤں بھی تھا۔  
 ماری اور نورانہ دروازے سے تھو بھلے ان کی طرف  
 ایک نگاہ دیکھتے اور کت بھی مڑ نہیں لیا، فوراً باہر کی طرف  
 بھاگا۔ پیر نے ان کی پیروی کی، کچھ بھی گولیاں باہر نہیں  
 نے بند قدم لگائے چلا گیا۔ پیر آؤں اپنے دوسرا تھیں کوئی  
 صورت حال نہ دیا، دیکھتے کہ تو ان کی مدد کے لیے اندر  
 سنا تھا یا اٹلے ذہنوں بھاگ گیا، اس نے دونوں کا پیچھے سے  
 وہ اندر آج پانچا پھر بھلے کو آنا دیکھ کے بھاگ کھڑا ہوا، اگر  
 وہ سبھا بھاگ گیا تھا تو اس کے پیچھا کرنے کی صورت میں ان  
 میں بھاگتے بھاگتے اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا، بھلے میں سے  
 گنتی کے قدموں کی دھڑکی پر بھاگنے کے ہاتھ میں تھی اور  
 نے دیکھ لیا ہو گا۔ پیر وہ خود بذات انھیں ہونے تھا۔ یہ تیرہ  
 کے ساتھ حوالہ انھیں ایک ایک جاتی اور ذہنی شرط سے بھلے  
 کے پیچھے اس نے لیے اور پیر کو دیکھ لیا تھا اور اس کے افان  
 کی عثمانی مولے تھے یہ آمادہ ہونے میں ایک ہی کی کافر تو  
 چاہیے۔ بھلے ان کے سر پہ پہنچا کدو بندوبست کے ساتھ اپنی جگہ  
 جگہ کے رہ گیا۔ بھلے اس سے کہ ان میں تھیں بھلے کا پیر لاشہ  
 اس نے بھلا سب بائیں اور دوسری صورت میں وہ تیری چارے گا،  
 اسے فرار نہیں ہونے دے گا۔ اس کی کم از کم اتن ہوتی جاتی تھا۔  
 اس کی بندوبست نے ل۔ ہم بھی کمرے میں نہیں جا  
 سکے۔ سستے کہ یہ تھیں سے مزید آدمیوں کی آؤں سناں دیں۔  
 پیر دروازے کے قریب تھا۔ میری کچھ بھی بھاگتا یا کڑا سے پیر کو  
 طرف دھکیں وہں میں سے اس کا ہاتھ پڑے کے نور سے بھٹکا  
 کے اسے دھکیا، پیر نے وہ قدم آگے آگے اس کے کوٹے پر



لاٹ مار لی، وہ دروازے کے اندر جا کے گرے، بہو سامنے نہ ہوئی۔  
 اس تین کی ضرورت نہیں تھی، اتنی بات تو کسی مرد جس نے کبھی  
 نہ کی ہو، دروازے ہی سے حکمتاً اندر سے کسی نے جوت اسے  
 چاند تھا۔

”تم کو جیسا بولا ہے، ویسا کر دو“  
 ”ہم کو ادھر ہی رکھ دو ادا!“ کانٹے نے منہاتے ہوئے کہا۔  
 سے کہا کہ اُسے اندر کے کمرے میں لے جاؤں۔

ہمیں ایک اپنے آپ سے لڑ رہا تھا۔ آستے میں راداری سے پھر  
 یوں کی طرح سنائی دئی۔ سب نے ایک دوسرے کو مستعد بننے  
 کے لیے اشارے کیے۔ میں بھی ہتھکے کا فرائض دروازے کی سمت کے  
 لیے کھڑا ہوا۔ باہر نکل دیر نہ ہوئیں۔ روکے کی ضرورت نہیں  
 تھی۔ وہ دو دھتکتے۔ دو دن میرے اندر آئے۔ ہر دروازہ شاؤ توئی  
 کو لے کر آتے۔ اسٹول کے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ دو دن پر ٹوٹ پڑے۔















میں آجائے کہ وہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ مجھے حیرت ہوئی اس نے کسی جھجکے بغیر مشکل کی و مالی حالت پر تبصیر کا اظہار کیا اور کہنے لگے ”اپن کے پاس ابھی ایسا فائو نم نہیں ہے کہ روز تقاضے کی طرح اس کے سالہ حاضر ہی بھرے گا۔“ پر حتمی فیصلے میں بولا ”اے ان کو ایڈیڈ ہی دیکھئے گا۔“

جیسے انڈیش ہونے لگے کہ کہیں اُن کے درمیان اس تکرار سے کوئی گڑبڑ نہ پڑے۔ ہر چند کہ اس کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا، تاہم وہ دونوں ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھ رہے تھے۔ پُر کے لیے میں بھل کے لیے ذرا بھی مروت نہیں رہی تھی۔ میں نے دخل دینے کا ارادہ کیا تھا مگر میں اُن سے کیا کہتا۔ دونوں ہی اپنی جگہ کسی حد تک ٹھیک تھے۔

ہم باغیاں چڑھ کر کہتے ہیں نصرت! دوبارہ کبھی یہ نہیں ہوگا۔ ہم کو معاف کر دوں گا۔ ایک تیرہ آدمی گڑگو لے کر بولا۔ وہ سرفزہ کے برابر کھڑا تھا۔ سرفزہ نے اسے پیسی ہونی آکھوں نے کھینا مگر چپ رہا گویا بولنے والے کو اس کی تائید حاصل تھی۔ وہ شخص بچھے ہوئے پتے میں ماں باپ، خدائے مومن کی قیاس کھلتے اور اپنے بال بچوں کو واسطہ دینے لگا اور بولا کہ وہ ہمیشہ کے لیے ہماری غلامی میں آئے کو تیار رہیں۔ یہ اور سی قسم کی پیسے سڑا رہا تھا۔ اسے خود بھی احساس نہیں تھا کہ وہ کیا بک رہا ہے اور اس کا زبان کس حد تک ہم پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ بہر حال اس سے یہ فہم ہو گیا تھا کہ وہ پوچھنے کے پتھر میں چھپنا اپنے لیے زیادہ ہلکے دیکھتے ہیں۔

ابھی وہ یہ دوا دیکر رہی رہا تھا کہ پیر نے چھپٹ کے اس کا گریبان پکڑ لیا۔ ہجوم زادے، تمام جمعی مٹا کر گئے تھے۔ ان کو موصاف کرنے لگا: "ابن کو تم نے کیا سمجھا ہے، ایک دم اوم کا پٹھا، پیہ وٹے پچھکارے ہوئے اُسے آگے کھینچ کے بے کشتا مارنا شد فرما کر دیا۔ چنٹوں میں پیر نے اُس پر اتنی عزتیں لگائیں کہ اُس کی پیچھے پکار دیک بند ہو جی۔ کسی نے پیر کو نہیں دیکھا۔ قبیل ہی خاموش ٹھہرا رہا۔ غصے میں پیر کے منہ سے کھٹ جانی ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں اُس کے ذہن میں کیا تھا۔ سو رہا چنٹے ہی والا تھا اور صرف ایک خبیث مسرود آدمی سامنے تھے۔ پیر کو ایک ہی سے اُلجھا ہوا تھا۔ اپنی ان سب کو ابھی اذیت دے رہی تھی کہ ااور اکٹھا ورن نہیں کر سکا۔ ہارے ہارے وہ اپنے لگا تھا۔

آواز میں اسے حوکا کر بٹیر جاؤ۔ دلو! اپنے کو استاد و کلمات بھی  
 قبیح کہتا ہے۔ پولیس میں ان کو تھمے ہو جائے گا۔ اچے سے  
 رہی تھیں گی تو پولیس ماری۔

پیر و پروا کی عادی تھی۔ وہ شامو پر بکڑنے لگا۔ اس نے شامو کو بھی گالی دی اور بولا کہ اگر اس نے اپنی زبان بند نہ کی تو وہ اسے بھی اُن لوگوں کے ساتھ کھڑا کرے گا۔ ابھر بابا بھی بوجھ دیں۔ "شامو نے اپنی زبان سے کھنکے کی کوشش کی۔" استاد کی بات تم کو نہیں چینی تو ابھی بابا سے ہی پوچھ لو۔" پیر و کا ہنڈرک گیا۔ اس نے پلٹ کے منظرِ غریب نظروں سے آجاکان کو دیکھا اور بولنے لگا۔ "میں نے اسے پوچھنا دیا۔" "ہاں بابا! ابھی کبھی بولا، اصل حرم نے کتنا سنا کڑی ہے۔"

ابو جہان گنگ کھڑے رہے۔ پیروئے بچہ ترقی آواز میں  
پوچھا: کیا ان سٹ کنڈروں کو پولیس کے ٹولے کو دے کر قتل کر دوں؟  
اسا نے دے گا: ابو جہان کے تذبذب پر اس نے تیز رفتاری سے  
میں انھیں ایلین والیا کی گرائونڈ کی مرضی بھی یہی ہے تو وہ سانس  
سے مت جانے گا

آبا جان کی وحشت زدہ نظریں تھیل پر مڑنے لگیں۔  
نہ باب میں انہیں کوئی اشارہ نہیں کیا تھا۔ آبا جان کے ہونٹ ہلکے  
رہے۔ وہ کچھ کہہ نہ سکے۔ مزید بھی اُن سے کچھ مانگنے پر کھڑے تھے غلام  
نے آبا جان کے پاس آکے اور اُن کی کمر ہاتھ رکھ کے سرگوشی  
کے انداز میں کوئی آیت پڑھی۔ آبا جان کے شکستہ تبسم میں ایک  
شائبہ کے لیے لہری اُٹھی، مگر وہ سب سے ہی ملے و اور نہ حالِ اہل  
عسکرتِ خوروہ نظر آنے لگے۔ تھیل کے سوا سب کی نگاہیں ابھی پر  
مچی ہوئی تھیں۔ یکایک سیریلر کی آواز میں بولے "معاذ حق تو  
انہیں معاف کرو دے دو جانی!"

پیر و ان کی طرف دیکھا تو یہ گیا "تم..... تم کیا لوگتے ہو؟  
صاحب:" وہ بھلا کیا پھر کرے ہوئے سڑ سے کہنے لگا۔ "ان اجنبی  
بابا سے پوچھنا ہے۔" اباجان بے حد ہنسنے لگا۔ رہے۔ پیر سے بھائی  
آواز میں ان سے دوبارہ پوچھا۔ "اباجان پر کتنی زنگ آگے گزر گئے  
انھوں نے مجھ کو کہے بغیر اُنکا کہا۔" ان بھائی اباجان سے مناسب  
ہے۔ "ان کی آواز مجھے کہیں دور سے آ رہی تھی۔"

[illegible]